

خَلِيفَةُ دَوْمِ سَيِّدِنَا
عَمْرُقَاقُ

حصہ اول

حیات و خدمات

حصہ دوم

اعتراضات و جوابات

مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ



غلیفہ دوم سیرا
عمرِ قاف

مولانا محمد الیاس گھمن

ہجری 1448

دوم

1100

مکتبہ دارالایمان

نام کتاب

تالیف

تاریخ اشاعت

بار اشاعت

تعداد اشاعت

ناشر



مکتبہ دارالایمان (رجسٹرڈ)

0321-6353540

www.ahnafmedia.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا اور مکتبہ دارالایمان کی طرف سے اس کتاب کو
دینی اور دعوتی مقاصد کے لیے شائع اور تقسیم کرنے کی عام اجازت
ہے بشرطیکہ کسی قسم کی تبدیلی نہ کی جائے اور اشاعت سے قبل ادارہ سے
اجازت لینا ضروری ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست

پیش لفظ 17

حصہ اول: حیات و خدمات

بنیادی تعارف 20

ولادت: 20

نام و نسب: 20

کنیت: 20

لقب: 21

حلیہ مبارک: 21

ازواج و اولاد: 21

ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا تذکرہ: 24

خاندانی اوصاف 25

- 1: نسب دانی 25
- 2: شاعری 25
- 3: سفارت 25
- 4: شجاعت 26
- 5: سرداری 26
- 6: تجارت 27
- 7: پہلوانی، گھڑ سواری: 27
- سابقہ آسمانی کتابوں میں نشانیاں 28
- تورات میں آپ کی نشانیاں: 28
- انجیل میں آپ کی نشانیاں: 28
- قبولِ اسلام 29
- [1]: عمر رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کے لیے نبوی دعا 29
- [2]: قبولِ اسلام 29
- [3]: قبولِ اسلام کے وقت دعائے نبوی 32
- [4]: امت کے چالیسویں مسلمان 33
- [5]: عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام سے آسمانوں میں خوشیاں 33
- [6]: عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام تائیدِ خداوندی 34
- [7]: مشرکین کی مایوسی 34
- [8]: قبولِ اسلام کی تشہیر 35

- 36 [9]: عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام مسلمانوں کے لیے باعثِ عزت
- 36 [10]: عمر رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام سے کعبہ میں نماز
- 37 ہجرتِ مدینہ (جرأتِ مندانہ اقدام)
- 38 عمر رضی اللہ عنہ کی ہجرت؛ نصرتِ اسلام کا پیش خیمہ
- 39 مدینہ منورہ میں
- 39 مدینہ آمد:
- 40 عقدِ مَوَاحَات:
- 40 دخترِ عمر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں:
- 42 تمام غزوات میں شرکت:
- 43 موافقاتِ عمر رضی اللہ عنہ
- 43 عمر رضی اللہ عنہ... اس امت کے مُحدِّث:
- 43 عمر رضی اللہ عنہ... بولتے بھی حق، سوچتے بھی حق:
- 44 [1]: اللہ؛ کافروں کا دشمن ہے
- 45 [2، 3، 4]: مقامِ ابراہیم کے قریب نماز، ازواجِ مطہرات کو حکمِ حجاب اور نصیحت:
- 47 [5]: نبی کا فیصلہ نہ ماننے والا مومن نہیں
- 48 [6]: شراب کی حرمت
- 50 [7]: بدر کے قیدیوں کا معاملہ
- 52 [8]: منافق کی نماز جنازہ

- [9]: اللہ برکت والا اور سب سے بہتر پیدا کرنے والا ہے: 53
- [10]: گھروں میں داخل ہوتے وقت اجازت مانگنا 55
- [11]: منافقین کے لیے عدم استغفار 56
- فضائل و اوصاف عمر رضی اللہ عنہ 58
- [1]: ایمان عمر رضی اللہ عنہ کی نبوی شہادت 58
- [2]: علم عمر رضی اللہ عنہ کے بارے ایک نبوی خواب 59
- [3]: دانائی عمر رضی اللہ عنہ کے بارے ایک خواب 59
- [4]: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سمع و بصر 61
- [5]: عمر رضی اللہ عنہ... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر 62
- [6]: مزاج شناس نبوت 62
- [7]: عمر رضی اللہ عنہ کا رعب و دبدبہ 63
- [8]: غضب باعث عزت، خوشی باعث عدل 64
- [9]: اوصاف فاروقی بزبان علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ 65
- [10]: اوصاف فاروقی بزبان ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ 65
- [11]: عمر رضی اللہ عنہ اسلام کا تالا 66
- [12]: عمر رضی اللہ عنہ... جنتی ہیں 67
- [13]: اہل جنت کا چراغ 68
- [14]: فضائل عمر رضی اللہ عنہ کو بیان کرنے کے لیے عمر نوح چاہیے 68
- استخلاف ابی بکر رضی اللہ عنہ میں نمایاں کردار 69

- 70 انصار کی آمادگی:
- 71 حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان:
- 72 حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تجویز:
- 72 بیعتِ خاصہ میں انصار کی سبقت:
- 73 بیعتِ عامہ:
- 74 عہدِ صدیقی میں
- 74 جمع قرآن کی تحریک:
- 75 مال غنیمت کی تملیک و تقسیم کا مسئلہ:
- 77 استخلافِ عمر رضی اللہ عنہ:
- 79 اپنے عہدِ خلافت میں
- 79 خلافت کے بعد پہلا خطبہ:
- 80 امیر المؤمنین کا لقب:
- 81 عدل و انصاف کی اساس پر مبنی خطبہ:
- 84 سربراہ کا سادہ معیارِ زندگی:
- 87 امورِ خلافت میں اصحابِ رسول سے معاونت:
- 88 احساسِ ذمہ داری اور جفاکشی:
- 89 قضائے صالحین کو علمی ماخذ قرار دینا:
- 90 افتاء و قضاء میں مشاورت:
- 92 خواتین کی علمی رائے کا احترام:

- 95 بیت المال کے منظم نظام کی بنیاد:
- 96 بیت المال سے اپنی ضرورت کے لیے وظیفہ کا اجراء:
- 96 معلمین قرآن کی باقاعدہ تنخواہ کا اجراء:
- 97 اسلامی تقویم کی بنیاد:
- 99 عمال کی تربیت اور سرزنش:
- 99 عامل مصر عیاض بن غنم کا واقعہ:
- 101 عمال کی نگرانی اور رعایا کی خوشحالی:
- 103 رعایا کی تربیت اور تادیبی کارروائی:
- 103 رعایا کی خبرگیری اور خدمت:
- 106 نومولود بچوں کا سرکاری وظیفہ:
- 108 ذخیرہ اندوزی کی روک تھام:
- 109 رعایا پر اثرات:
- 110 فتح بیت المقدس کا عجیب سفر:
- 112 غیر مسلموں کی جان، مال اور عبادت گاہوں کا تحفظ:
- 113 منافقین سے برتاؤ:
- 114 زمانہ عدل کی بہاریں
- 114 1: پانی کا موافق ہونا
- 116 2: ہوا کا موافق ہونا
- 117 3: زمین کا موافق ہونا

- 4: آگ کا موافق ہونا 117
- علمی ذوق اور فقہی فیصلے 119
- علمی مجالس کا انعقاد: 119
- حقیقۃ الاعتقاد: 119
- معرفتِ نزول قرآن: 121
- حفاظتِ لغتِ عرب برائے تفسیر قرآن: 122
- عقیدہ ابنیتِ مسیح کی تردید: 123
- عقیدہ ختم نبوت: 123
- مسئلہ عذاب قبر پر ایک مجوسی سے فیصلہ کن مناظرہ: 124
- شبہات سے بچنے کا نسخہ فاروقی: 125
- غیر مسلموں کے تہواروں سے بچنے کا حکم: 126
- اتباعِ سنت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ: 126
- مسئلہ تقلید اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ: 127
- مسئلہ توسل اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ: 128
- فجر کی سنتوں کی قضاء کا وقت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ: 129
- مسئلہ ترکِ قراءۃ خلف الامام اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ: 130
- مسئلہ آمین بالسر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ: 131
- مسئلہ ترک رفع الیدین اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ: 132
- بیس رکعات تراویح اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ: 133

- 134 مسئلہ قضاءِ صلوٰۃ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ:
- 135 مسئلہ تکبیراتِ نماز جنازہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ:
- 136 مسئلہ تین طلاق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ:
- 138 مطلقہ ثلاثہ کی دورانِ عدت رہائش اور خرچ کا مسئلہ:
- 140 تعلیماتِ عمر رضی اللہ عنہ
- 140 مرکزِ علم کوفہ کی آباد کاری:
- 140 خوفِ خداوندی کی تعلیم:
- 141 سنتِ نبویہ کی تعلیم:
- 141 نمازوں کی نگرانی اور فرائض کی پابندی کی تعلیم:
- 142 محافظتِ حج کی تعلیم:
- 142 حرمت مکہ کی تعلیم:
- 143 حصولِ تقویٰ کی تعلیم:
- 143 تواضع کی تعلیم:
- 144 حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے توکل کا معنی:
- 144 متعدی امراض اور سماجی فاصلے کی تعلیم:
- 145 طریقہ دعا کی تعلیم:
- 146 حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور خاندانِ نبوت
- 146 ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے عقیدت:
- 147 حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے عقیدت:

- 147 حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے عقیدت:
- 148 حسنین کریمین کو یمنی لباس کا ہدیہ:
- 149 حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو اصحاب بدر کے برابر وظیفہ دینا:
- 150 حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی عزت و توقیر:
- 151 سفر آخرت
- 151 شوق آخرت:
- 151 مدینہ میں شہادت کی تمنا:
- 152 ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے خواب میں وفات عمر کا اشارہ:
- 153 قاتلانہ حملہ اور ادا نیگی قرض کی تلقین:
- 156 اپنے بعد خلیفہ کی نامزدگی کا معاملہ:
- 157 ابو عبیدہ و سالم رضی اللہ عنہما کے بارے میں اظہار رائے:
- 157 امر خلافت کے بارے متعدد تدابیر اختیار کرنے کا حکم:
- 161 اپنے مابعد خلیفہ کو وصیت:
- 162 آخری وقت آخر میں غلبہ خوف خدا:
- 163 روضہ مبارک میں دفن ہونے کی خواہش:
- 164 غسل، کفن اور جنازہ:
- 165 حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جنازہ:
- 165 قبر مبارک میں کس نے اتارا؟
- 165 یوم شہادت:

- 166 مدتِ خلافت:
 166 تدفین عمر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا طرزِ عمل:
 167 شہادتِ عمر رضی اللہ عنہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خراجِ تحسین:

حصہ دوم: اعتراضات و جوابات

- 170 اعتراض نمبر 1: حضرت عمر رضی اللہ عنہ بزدل تھے
 171 جواب نمبر 1:
 171 1: قبولِ اسلام پر علی الاعلان بیت اللہ میں نماز پڑھنا
 172 2: آپ کے حق میں نبوت کی دعا
 172 3: عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام سے آسمانوں میں خوشیاں
 172 4: مشرکین کی مایوسی
 173 5: قبولِ اسلام کی تشہیر
 174 5: واقعہ ہجرت
 175 جواب نمبر 2:
 176 اعتراض نمبر 2: عمر رضی اللہ عنہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں شک کرتے تھے
 177 جواب نمبر 1:
 179 جواب نمبر 2:
 179 جواب نمبر 3:
 180 جواب نمبر 4:
 180 جواب نمبر 5:

- جواب نمبر 6: 180
- اعتراض نمبر 3: عمر رضی اللہ عنہ غزوہ احد میں میدان چھوڑ کر چلے گئے 183
- جواب: 185
- اعتراض نمبر 4: عمر رضی اللہ عنہ اقرار کرتے تھے کہ میں منافق ہوں 187
- جواب نمبر 1: 187
- جواب نمبر 2: 188
- جواب نمبر 3: 190
- اعتراض نمبر 5: عمر رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حمل گرایا 192
- جواب: 192
- اعتراض نمبر 6: عمر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی 194
- جواب: 195
- اعتراض نمبر 7: عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نازیبا جملہ کہا 203
- جواب: 204
- اعتراض نمبر 8: عمر رضی اللہ عنہ حدیث کو حجت نہیں سمجھتے تھے 207
- جواب نمبر 1: 208
- جواب نمبر 2: 208
- اعتراض نمبر 9: عمر رضی اللہ عنہ کو علی و عباس رضی اللہ عنہما جھوٹا، گناہ گار اور خائن سمجھنے تھے 210

- جواب نمبر 1: 213
- جواب نمبر 2: 218
- جواب نمبر 3: 219
- اعتراض نمبر 10: عمر رضی اللہ عنہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو مارا 221
- پہلا اعتراض: 223
- جواب نمبر 1: 224
- جواب نمبر 2: 224
- جواب نمبر 3: 226
- دوسرا اعتراض: 226
- جواب نمبر 1: 226
- جواب نمبر 2: 227
- اعتراض نمبر 11: عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازے میں شرکت نہیں کی 228
- جواب نمبر 1: 228
- [1]: انقطاع سند 229
- [2]: متن کا شاذ ہونا 229
- جواب نمبر 2: 232
- اعتراض نمبر 12: عمر رضی اللہ عنہ ایک طلاق کو تین طلاق کہتے تھے 235
- جواب نمبر 1: 236

- جواب نمبر 2: 237
- جواب نمبر 3: 240
- جواب نمبر 4: 242
- جواب نمبر 5: 244
- اعتراض نمبر 13: عمر رضی اللہ عنہ نے متعہ کو حرام قرار دیا تھا 245
- جواب: 245
- [1]: انقطاع سند 245
- [2]: متن کا شاذ ہونا 246
- اعتراض نمبر 14: حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو بغیر نکاح کے چھوا 248
- جواب: 249
- اعتراض نمبر 15: عمر رضی اللہ عنہ کئی مسائل کا علم نہیں رکھتے تھے 251
- جواب: 252
- اعتراض نمبر 16: عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا میراث نامہ پھاڑ دیا 255
- جواب نمبر 1: 255
- جواب نمبر 2: 256
- اعتراض نمبر 17: عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیوی وفات کا انکار کیا 258
- جواب: 259

- اعتراض نمبر 18: عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جنازے میں شرکت نہیں کی 262
- جواب: 263
- اعتراض نمبر 19: عمر رضی اللہ عنہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو دشمن خدا کہا 266
- جواب: 266
- اعتراض نمبر 20: عمر رضی اللہ عنہ؛ ابو عبیدہ اور سالم رضی اللہ عنہما کو عثمان و علی رضی اللہ عنہما سے افضل سمجھتے تھے 268
- جواب: 269
- اعتراض نمبر 21: بڑے صحابہ کی موجودگی میں عمر رضی اللہ عنہ کا جنازہ صہیب رومی رضی اللہ عنہ نے پڑھایا 272
- جواب: 272
- اعتراض نمبر 22: عمر رضی اللہ عنہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ نہیں باندھتے تھے 274
- جواب: 274
- اعتراض نمبر 23: عمر رضی اللہ عنہ کی تاریخ شہادت یکم محرم نہیں 276
- جواب نمبر 1: 276
- جواب نمبر 2: 279
- جواب نمبر 3: 280

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ أَمَّا بَعْدُ!

اللہ رب العزت نے اپنے حبیب، سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے عظیم المرتبت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت عطا فرمائی جنہوں نے دین اسلام کی اشاعت، دفاع اور حفاظت میں بے مثال قربانیاں پیش کیں۔ ان جلیل القدر شخصیات میں سب سے افضل خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم ہیں جن کا دورِ خلافت اسلامی تاریخ کا روشن ترین باب ہے۔ ان حضرات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت کو جس حکمت، عدل، تقویٰ اور بصیرت کے ساتھ سنبھالا، وہ رہتی دنیا تک کے لیے مینارۂ نور ہے۔

خلفائے راشدین میں دوسرے خلیفہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ منفرد اور نمایاں ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ مرادِ رسول ہیں اور فاروقِ اعظم کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ کا اسلام لانا اسلام کی فتح تھا۔ آپ کا عدل و انصاف، انتظامی بصیرت، تقویٰ، جہاد، زہد، علم، امت کی فلاح اور دین کی سر بلندی کے لیے اخلاص... سب کچھ اس بات کا مظہر ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ فی الحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے عملی پیکر تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں اسلام کو غیر معمولی وسعت ملی۔ آپ کی فتوحات، انتظامی اصلاحات، عدالتی نظام، بیت المال کا قیام، رعایا کے حقوق کی نگہداشت اور امت کی تربیت جیسے عظیم الشان کارنامے آج بھی مسلم حکمرانوں کے لیے رہنمائی کا سرچشمہ ہیں۔

زیر نظر کتاب "امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ" میں ہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ کے مختلف پہلوؤں کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے:

پہلا حصہ: آپ رضی اللہ عنہ کی حیات و خدمات

دوسرا حصہ: آپ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے کیے گئے اعتراضات کے جوابات

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ہم سب کو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سیرت کو پڑھ کر اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بِجَاهِ النَّبِيِّ الْكَرِيمِ، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَأَزْوَاجِهِ أَجْمَعِينَ.

محتاج دعا

مسیرِ سیاست

سرپرست مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا

منگل؛ 13- ذوالحجہ 1446ھ، 10- جون 2025ء

﴿ حصہ اول ﴾

حیات و خدمات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بنیادی تعارف

ولادت:

امام ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر بن عاصم القرطبی رحمہ اللہ (ت 463ھ) فرماتے ہیں:

وُلِدَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بَعْدَ الْفَيْلِ بِثَلَاثَ عَشْرَةَ سَنَةً. [1]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ واقعہ فیل کے 13 سال بعد (کہ) میں پیدا ہوئے۔

نام و نسب:

امام ابو القاسم اسماعیل بن محمد بن الفضل بن علی القرشی الاصبہانی رحمہ اللہ (ت 535ھ) حضرت عمر رضی

اللہ عنہ کے تذکرہ کے تحت فرماتے ہیں:

عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ بْنِ نُفَيْلٍ بْنِ عَبْدِ الْعُزَّى بْنِ رَبَاحِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قُرْطِ بْنِ رَزَّاحِ بْنِ

عَدِيِّ بْنِ كَعْبٍ بْنِ لُؤَيٍّ بْنِ غَالِبٍ يَلْتَقِي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي كَعْبٍ. [2]

ترجمہ: عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبد العزیٰ بن رباح بن عبد اللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی بن

غالب۔ آپ کا سلسلہ نسب (آٹھویں پشت میں) کعب پر جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

کنیت:

امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ الاصبہانی رحمہ اللہ (ت 430ھ) فرماتے ہیں:

يُكْنَى أَبَا حَفْصٍ. [3]

[1] الاستيعاب في معرفة الاصحاب: ص 551 ترجمہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

[2] سير السلف الصالحين: ص 39 ذکر ابی حفص عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

[3] معرفة الصحابة لابی نعیم: ص 38 مَعْرِفَةُ نَسَبَةِ الْفَارُوقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، الرقم 130

ترجمہ: آپ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کی کنیت ابو حفص تھی۔
لقب:

امام ابو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع الهاشمی البغدادی رحمہ اللہ (ت 230ھ) روایت نقل کرتے ہیں:
عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مُوسَى رَحِمَهُ اللَّهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللَّهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهِ وَهُوَ الْفَارُوقُ فَفَرَّقَ اللَّهُ بِهِ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ.^[4]
ترجمہ: حضرت ایوب بن موسیٰ رحمہ اللہ (مرسلًا) روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
اللہ تعالیٰ نے حق بات کا الہام عمر کے دل پر اور اس کا اظہار عمر کی زبان پر فرمایا۔ وہ فاروق ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے حق اور باطل میں فرق ظاہر کیا ہے۔
حلیہ مبارک:

امام ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الطبری رحمہ اللہ (ت 310ھ) روایت نقل کرتے ہیں:
عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَصِفُ عُمَرَ يَقُولُ: رَجُلٌ أَبْيَضُ تَعْلُوهُ حُمْرَةٌ طَوَالُ أَشْيَبٍ أَصْلَحُ.^[5]
ترجمہ: قاسم بن محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یہ اوصاف بیان کرتے ہوئے سنا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سفید رنگت والے، سرخی مائل، خوب لمبی قد و قامت والے، بھرپور جوانی والے انسان تھے۔ آپ کے سر مبارک کے آگے کی طرف سے کچھ بال جھڑے ہوئے تھے۔
ازواج و اولاد:

امام ابوالحسن علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) لکھتے ہیں:
تَزَوَّجَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ زَيْنَبَ بِنْتِ مَطْعُونِ بْنِ حَبِيبٍ بْنِ وَهْبٍ بْنِ حَذَافَةَ بْنِ جُمَحٍ، فَوَلَدَتْ لَهُ

[4] الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ج 3 ص 205 اسلام عمر رضی اللہ عنہ

[5] تاریخ الطبری: ج 4 ص 196 ذکر صفتہ [عمر رضی اللہ عنہ]

عَبْدَ اللَّهِ وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ الْأَكْبَرِ، وَحَفْصَةَ وَتَزَوَّجَ مُلَيْكَةَ بِنْتَ جَرُولِ الْخَزَاعِيِّ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَوَلَدَتْ لَهُ عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَتَزَوَّجَ قُرَيْبَةَ بِنْتَ أَبِي أُمَيَّةَ الْخَزُومِيِّ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَتَزَوَّجَ أُمَّ حَكِيمٍ بِنْتَ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ الْخَزُومِيِّ فِي الْإِسْلَامِ، فَوَلَدَتْ لَهُ فَاطِمَةَ وَتَزَوَّجَ جَبِيلَةَ أُخْتَ عَاصِمِ بْنِ ثَابِتِ بْنِ أَبِي الْأَقْلَحِ الْأَوْسِيِّ الْأَنْصَارِيِّ فِي الْإِسْلَامِ، فَوَلَدَتْ لَهُ عَاصِمًا ثُمَّ تَزَوَّجَ أُمَّ كَلْثُومٍ بِنْتَ عَيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، وَأُمُّهَا فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَصْدَقَهَا أَرْبَعِينَ أَلْفًا، فَوَلَدَتْ لَهُ رُقَيْيَةَ وَزَيْدًا وَتَزَوَّجَ لَهَيَّةَ امْرَأَةً مِنَ الْيَمَنِ، فَوَلَدَتْ لَهُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ الْأَوْسَطَ وَقَبِيلَ الْأَصْغَرَ وَكَانَتْ عِنْدَهَا فُكَيْهَةٌ أُمُّ وَلَدٍ فَوَلَدَتْ لَهُ زَيْنَبَ، وَهِيَ أَصْغَرُ وَلَدِ عُمَرَ وَتَزَوَّجَ عَاتِكَةَ بِنْتَ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ. [6]

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت میں (قبل از اسلام) زینب بنت مظعون بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جح سے شادی کی اور ان سے (آپ کے دو بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئی، بیٹوں کے نام یہ ہیں) حضرت عبد اللہ، حضرت عبد الرحمن اکبر رضی اللہ عنہما اور (بیٹی کا نام) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ہے.... آپ نے زمانہ جاہلیت میں (قبل از اسلام) ملکہ بنت جرول الخزاعی سے شادی کی اور ان سے عبید اللہ بن عمر پیدا ہوئے.... آپ نے زمانہ جاہلیت میں (قبل از اسلام) قریبہ بنت ابی امیہ الخزومی سے شادی کی۔ آپ نے زمانہ اسلام میں ام حکیم بنت الحارث بن ہشام الخزومی سے شادی کی اور ان سے فاطمہ پیدا ہوئیں.... آپ نے زمانہ اسلام میں جمیلہ بنت ثابت بن ابی اقلح الاوسی الانصاری (یعنی عاصم بن ثابت کی بہن) سے شادی کی اور ان سے عاصم بن عمر پیدا ہوئے.... آپ رضی اللہ عنہ نے (زمانہ اسلام میں) سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی لخت جگر حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے شادی کی (یہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وہ صاحبزادی ہیں جو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئی ہیں) آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو حق مہر میں چالیس ہزار درہم دیے۔ انہی سے آپ کا ایک بیٹا زید اور ایک بیٹی رقیہ پیدا ہوئی.... آپ رضی اللہ عنہ نے لہیہ نامی ایک یمنی خاتون سے شادی کی۔ ان سے آپ کے (چھوٹے بیٹے)

عبدالرحمن پیدا ہوئے.... آپ رضی اللہ عنہ کے ماتحت فُکِیہہ نامی ایک ام ولد بھی تھیں۔ ان سے آپ کی بیٹی زینب پیدا ہوئی اور یہ آپ رضی اللہ عنہ کی سب سے چھوٹی بیٹی تھیں۔ اسی طرح آپ نے عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل سے بھی شادی کی۔

فائدہ: عبارت کے درمیان (....) کا نشان علامت حذف ہے۔ جس کا معنی یہ ہے کہ یہاں کچھ عبارت کو قصداً چھوڑ دیا گیا ہے۔

نوٹ: آسانی کے پیش نظر مذکورہ عبارت کا خلاصہ درج ذیل جدول میں پیش کیا جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مختلف اوقات میں کل 8 خواتین سے شادی کی جن میں سے بیک وقت چار کو نکاح میں باقی رکھا اور چار کو طلاق دے دی۔ ایک آپ کی ام ولد تھیں۔ آپ کے 6 بیٹے اور 4 بیٹیاں تھیں۔ تفصیل یہ ہے:

نمبر	نام	منکوحہ / مطلقہ	اولاد
1	زینب بنت مظعون	منکوحہ	عبداللہ، عبدالرحمن اکبر، حفصہ
2	ملیکہ بنت جریول الخزاعی	مطلقہ	عبید اللہ
3	قُریبہ بنت ابی امیہ المخزومی	مطلقہ	کوئی نہیں
4	ام حکیم بنت الحارث المخزومی	مطلقہ	فاطمہ
5	جمیلہ بنت ثابت الاوسی	مطلقہ	عاصم
6	ام کلثوم بنت علی البہاشی	منکوحہ	زید، رقیہ
7	لُہیّہ	منکوحہ	عبدالرحمن (اصغر)
8	عاتکہ بنت زید	منکوحہ	کوئی نہیں
9	کُلیبہ	(ام ولد)	زینب

فائدہ: ”ام ولد“ اس باندی کو کہتے ہیں کہ جب وہ بچہ یا بچی کو جنم دے اور مالک اس کو اپنی اولاد تسلیم کر لے تو وہ باندی مالک کی وفات کے بعد خود بخود آزاد ہو جاتی ہے۔

ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا تذکرہ:

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

قَالَ ثَعْلَبَةُ بْنُ أَبِي مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَسَمَ مَرْوُطًا بَيْنَ نِسَاءٍ مِنْ نِسَاءِ الْمَدِينَةِ فَبَقِيَ مَرْطٌ جَيِّدٌ فَقَالَ لَهُ بَعْضُ مَنْ عِنْدَهُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! أَعْطِ هَذَا ابْنَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي عِنْدَكَ. يُرِيدُونَ أُمَّ كَلْثُومٍ بِنْتَ عَلِيٍّ.^[7]

ترجمہ: حضرت ثعلبہ بن ابی مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کی خواتین میں چادریں تقسیم کیں تو ایک قیمتی چادر بچ گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قریب بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا: امیر المؤمنین! یہ چادر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی (نواسی) کو دے دیں جو کہ آپ کی زوجہ ہے۔ ان کی مراد سیدہ ام کلثوم بنت علی (رضی اللہ عنہا) تھی۔

امام ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان التیمی رحمہ اللہ (ت 354ھ) لکھتے ہیں:

تَزَوَّجَ عُمَرُ أُمَّ كَلْثُومٍ بِنْتَ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَهِيَ مِنْ فَاطِمَةَ وَدَخَلَ بِهَا فِي شَهْرِ ذِي الْقَعْدَةِ ثُمَّ حَجَّ وَاسْتَخْلَفَ عَلَى الْمَدِينَةِ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ.^[8]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (سن 17 ہجری میں) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی بیٹی ام کلثوم سے نکاح کیا جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئی تھیں اور ام کلثوم کی رخصتی ذوالقعدہ میں ہوئی تھی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حج پر تشریف لے گئے اور مدینہ میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب بنایا۔

[7] صحیح البخاری: رقم الحدیث 2881

[8] کتاب الثقات لابن حبان: ج 2 ص 216

خاندانی اوصاف

انسان کے کردار و عمل میں خاندانی اوصاف کو بہت اہمیت حاصل ہوتی ہے، آپ رضی اللہ عنہ میں چند اوصاف بہت معروف تھے:

1: نسب دانی

آپ علم الانساب کے ماہر تھے۔ اس لیے آپ رضی اللہ عنہ لوگوں کے اخلاقی حیثیتوں کو عام لوگوں کی نسبت زیادہ جانتے تھے۔

عمر بن بحر بن محبوب الکناانی الشہیر بالجاحظ (ت 255ھ) لکھتے ہیں:

وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنْسَبَ هَذِهِ الْأُمَّةِ ثُمَّ عُمَرُ.^[9]

ترجمہ: اس امت میں نسب دانی کے امام؛ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔

2: شاعری

آپ شعر و ادب کے ماہر تھے۔

عمر بن بحر بن محبوب الکناانی الشہیر بالجاحظ (ت 255ھ) لکھتے ہیں:

كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَحِمَهُ اللَّهُ أَعْلَمَ النَّاسِ بِالشَّعْرِ.^[10]

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ باقی لوگوں کی بہ نسبت شاعری کو زیادہ جاننے والے تھے۔

3: سفارت

آپ کے خاندان میں یہ عہدہ چلا آ رہا تھا۔ اسی سلسلہ میں آپ رضی اللہ عنہ نے بارہا سفارتی امور کے منتظم کی حیثیت سے سفر فرمائے۔

[9] کتاب البیان والتبيين للجاحظ: ج 1 ص 318 ذکر اسماء الخطباء والبلغاء

[10] کتاب البیان والتبيين للجاحظ: ج 1 ص 239 باب آخر من الشعر مما قالوا في الخطب واللسن والامتداح به

علامہ ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی رحمہ اللہ (ت 676ھ) لکھتے ہیں:

وَإِلَيْهِ كَانَتْ السَّفَارَةُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَكَانَتْ قُرَيْشٌ إِذَا وَقَعَتِ الْحَرْبُ بَيْنَهُمْ أَوْ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ غَيْرِهِمْ بَعَثُوهُ سَفِيرًا أَمَى رَسُولًا. [11]

ترجمہ: زمانہ جاہلیت (قبل از اسلام) میں سفارت کا منصب آپ کے پاس تھا۔ قریش کی جب آپس میں یا دیگر قبائل سے لڑائی چھڑ جاتی تو وہ آپ کو سفیر یعنی نمائندہ بنا کر بھیجا کرتے تھے۔

4: شجاعت

خدا داد جسمانی طاقت کے باعث آپ کو پہلوانی میں ممتاز مقام حاصل تھا۔

امام احمد بن یحییٰ بن جابر بن داؤد البلاذری رحمہ اللہ (ت 279ھ) نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي هِلَالٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا التَّيَّاحِ يُحَدِّثُ فِي مَجْلِسِ الْحَسَنِ قَالَ: لَقِيَ رَجُلٌ رَاعِيًا فَقَالَ لَهُ: أَشَعَزْتَ أَنْ ذَلِكَ الرَّجُلَ الْأَعْسَرَ الْيَسَرَ يَعْنِي عُمَرَ قَدْ أَسْلَمَ؟ فَقَالَ: الَّذِي يُصَارِعُ فِي سُوقِ عُكَاظٍ؟ قَالَ: نَعَمْ. [12]

ترجمہ: ابو ہلال رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ میں نے ابو التیاح کو حسن بصری رحمہ اللہ کی مجلس میں یہ فرماتے ہوئے سنا: ایک شخص نے چرواہے سے ملاقات کی اور اس کو کہا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ یہ دائیں اور بائیں ہاتھ سے کام کرنے والا شخص یعنی عمر مسلمان ہو گیا ہے؟ چرواہے نے کہا: وہ شخص جو عکاظ کے بازار میں پہلوانی کیا کرتا تھا؟ اس شخص نے کہا: جی ہاں۔

5: سرداری

آپ رضی اللہ عنہ کے والد بھی اپنی قوم کے سردار تھے اور آپ بھی بحیثیت سردار لوگوں کے درمیان فیصلہ فرمایا کرتے تھے۔

[11] تہذیب الاسماء واللغات للنووی: ج 1 ص 386 باب العین والیم

[12] انساب الاشراف للبلاذری: ج 10 ص 404 عمر بن الخطاب

ڈاکٹر علی محمد محمد الصلابی لکھتے ہیں:

إِنَّ عُمَرَ كَانَ يَقْضِي بَيْنَ الْعَرَبِ فِي خُصُومَاتِهِمْ قَبْلَ الْإِسْلَامِ. [13]

ترجمہ: اسلام سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ (خاندانی طور پر) لوگوں کے مابین ہونے والی لڑائی جھگڑوں میں فیصلہ کرنے والے تھے۔

6: تجارت

آپ مکہ کے بہت بڑے تاجر تھے۔

امام ابو العباس احمد بن عبد اللہ بن محمد محب الدین الطبری رحمہ اللہ (ت 694ھ) لکھتے ہیں:

عَنْ عُمَرَ قَالَ: دَخَلْتُ الشَّامَ فِي أَيَّامِ الْجَاهِلِيَّةِ تَاجِرًا مَعَ أَصْحَابٍ مِنْ قُرَيْشٍ. [14]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں قریشیوں کے ہمراہ بطور تاجر شام کا (تجارتی) سفر کیا۔

7: پہلوانی، گھڑ سواری:

آپ چاق و چوبند بدن کے مالک پہلوان تھے۔

ڈاکٹر علی محمد محمد الصلابی لکھتے ہیں:

حَذَقَ مِنْ أَوَّلِ شَبَابِهِ أَلْوَانًا مِنْ رِيَاضَةِ الْبَدَنِ فَحَذَقَ الْمَصَارِعَةَ، وَكُوبَ الْخَيْلِ وَالْفُرُوسِيَّةَ. [15]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جوانی کے آغاز میں مختلف جسمانی ورزشوں میں مہارت حاصل کر لی تھی، پہلوانی (کشتی لڑنے)، گھڑ سواری اور گھڑ دوڑ میں خوب مشق کی۔

[13] فصل الخطاب في سيرة امير المؤمنين عمر بن الخطاب رضي الله عنه: ج 4 ص 18

[14] الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ للطبری: ج 2 ص 342 الفصل العاشر: فی خلافته وما یتعلق بها

[15] فصل الخطاب في سيرة امير المؤمنين عمر بن الخطاب رضي الله عنه: ص 18

سابقہ آسمانی کتابوں میں نشانیاں

تورات میں آپ کی نشانیاں:

امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران الاصبہانی رحمہ اللہ (ت 430ھ) روایت نقل فرماتے ہیں:

عَنْ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ، قَالَ: صِفَةُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِي التَّوْرَةِ قَرْنٌ مِنْ حَدِيدٍ؛ أَمِيرٌ شَدِيدٌ.

[16]

ترجمہ: وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ تورات میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی یہ علامت موجود ہے کہ آپ لوہے کا قلعہ یعنی مضبوط ترین حاکم ہوں گے۔

انجیل میں آپ کی نشانیاں:

امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران الاصبہانی رحمہ اللہ (ت 430ھ) فرماتے

ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: رَكِبَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَرَسًا فَرَكَضَهُ فَأُنْكَشِفَ فُخْدُهُ فَرَأَى أَهْلَ نَجْرَانَ عَلَى فُخْدِهِ شَامَةً سَوْدَاءَ، فَقَالُوا: هَذَا الَّذِي نَجِدُهُ فِي كِتَابِنَا أَنَّهُ يُخْرِجُنَا مِنْ أَرْضِنَا. [17]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہوئے۔ اس کو ایڑھ لگائی تو آپ کا کپڑا آپ کی ران سے ہٹا۔ اہل نجران (عیسائیوں) نے آپ کی ران پر کالا تل دیکھا۔ تو وہ کہنے لگے کہ یہی وہ شخص ہے جس کے بارے میں ہم اپنی کتابوں میں یہ پیش گوئی پاتے ہیں کہ وہ ہمیں ہماری سر زمین سے نکال دے گا۔

[16] معرفۃ الصحابة لابی نعیم: ص 48 مَعْرِفَةُ صِفَاتِ الْفَارُوقِ، الرق 187

[17] معرفۃ الصحابة لابی نعیم: ص 45 مَعْرِفَةُ صِفَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَخَلْقِهِ، الرق 167

قبولِ اسلام

[1]: عمر رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کے لیے نبوی دعا

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد الحاکم رحمہ اللہ (ت 405ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: اَللّٰهُمَّ اَعِزِّ الْاِسْلَامَ بِعُمَرَ. [18]

ترجمہ: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی: اے اللہ! عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کے ذریعے اسلام کو عزت عطا فرما۔

[2]: قبولِ اسلام

امام ابو زید عمر بن شبہ بن عبیدہ بن ربیعہ النمیری البصری رحمہ اللہ (ت 262ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجَ عُمَرُ مُتَقَلِّدًا السَّيْفَ، فَلَقِيَهُ رَجُلٌ مِنْ بَنِي زُهْرَةَ قَالَ: أَيَنْ تَعْمَدُ يَا عُمَرُ؟ فَقَالَ: أُرِيدُ أَنْ أَقْتُلَ مُحَمَّدًا قَالَ: وَكَيْفَ تَأْمَنُ فِي بَنِي هَاشِمٍ وَبَنِي زُهْرَةَ وَقَدْ قَتَلْتَ مُحَمَّدًا؟ قَالَ فَقَالَ عُمَرُ: مَا أَرَاكَ إِلَّا قَدْ صَبَوْتَ وَتَرَكْتَ دِينَكَ الَّذِي أَنْتَ عَلَيْهِ قَالَ: أَفَلَا أَدُلُّكَ عَلَى الْعَجَبِ يَا عُمَرُ؟ إِنَّ خَتَنَكَ وَأُخْتَكَ قَدْ صَبَوَا وَتَرَكَا دِينَكَ الَّذِي أَنْتَ عَلَيْهِ، قَالَ: فَمَشَى عُمَرُ ذَامِرًا حَتَّى أَتَاهُمَا، وَعِنْدَهُمَا رَجُلٌ مِنَ الْهُجَا جَرِينٍ يُقَالُ لَهُ "خَبَّابٌ" قَالَ: فَلَمَّا سَمِعَ خَبَّابٌ حَسَّ عُمَرَ تَوَارَى فِي الْبَيْتِ، فَدَخَلَ عَلَيْهِمَا فَقَالَ: مَا هَذِهِ الْهَيْئَةُ الَّتِي سَمِعْتُهَا عِنْدَكُمْ؟ قَالَ: وَكَانُوا يَفْقَرُونَ "طَه" فَقَالَا: مَا عَدَا حَدِيثًا تَحَدَّثْنَاهُ بَيْنَنَا قَالَ: فَلَعَلَّكُمْ قَدْ صَبَوْتُمَا قَالَ: فَقَالَ لَهُ خَتَنُهُ: أَرَأَيْتَ يَا عُمَرُ إِنْ كَانَ الْحَقُّ فِي غَيْرِ دِينِكَ؟ قَالَ فَوَثَبَ عُمَرُ عَلَى خَتَنِهِ فَوَطَّأَهُ وَطْأًا شَدِيدًا، فَجَاءَتْ أُخْتُهُ فَدَفَعَتْهُ عَنْ زَوْجِهَا، فَتَفَحَّهَا بِيَدِهِ نَفْحَةً فَدَمَّى وَجْهَهَا فَقَالَتْ وَهِيَ غَضْبَى: يَا عُمَرُ! إِنْ كَانَ الْحَقُّ فِي غَيْرِ دِينِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، فَلَمَّا يَبَسَّ عُمَرُ قَالَ:

أَعْطُونِي هَذَا الْكِتَابَ الَّذِي عِنْدَكُمْ فَأَقْرَأَهُ قَالَ: وَكَانَ عُمَرُ يَقْرَأُ الْكِتَابَ فَقَالَتْ أُخْتُهُ: إِنَّكَ رَجُسٌ، وَ { لَا يَسُكُهُ إِلَّا الْبُطْهَرُونَ }، فَقُمُ فَأَغْتَسِلْ أَوْ تَوَضَّأْ قَالَ: فَقَامَ عُمَرُ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ أَخَذَ الْكِتَابَ فَقَرَأَ { طه }، حَتَّى انْتَهَى إِلَى قَوْلِهِ: { إِنِّي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي } وَاقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي { قَالَ: فَقَالَ عُمَرُ: دُلُّونِي عَلَى مُحَمَّدٍ. فَلَمَّا سَمِعَ حَبَابُ قَوْلِ عُمَرَ خَرَجَ مِنَ الْبَيْتِ فَقَالَ: أَبَشِّرْ يَا عُمَرُ! فَإِنِّي أَرْجُو أَنْ تَكُونَ دَعْوَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكَ لَيْلَةَ الْخَيْبِ: "اللَّهُمَّ أَعِزِّ الْإِسْلَامَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَوْ بِعُمَرَ وَبْنِ هِشَامٍ" قَالَ: وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الدَّارِ الَّتِي فِي أَصْلِ الصَّفَا، فَأَنْطَلَقَ عُمَرُ حَتَّى أَتَى الدَّارَ قَالَ: وَعَلَى بَابِ الدَّارِ حَمْرَةٌ، وَطَلْحَةُ، وَأُنَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا رَأَى حَمْرَةً وَجَلَ الْقَوْمُ مِنْ عُمَرَ قَالَ حَمْرَةٌ: نَعَمْ، فَهَذَا عُمَرُ، فَإِنْ يُرِدِ اللَّهُ بِعُمَرَ خَيْرًا يُسَلِّمُ، وَيَتَّبِعِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنْ يُرِدْ غَيْرَ ذَلِكَ يَكُنْ قَتْلُهُ عَلَيْنَا هَيْئًا قَالَ: وَالنَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ دَاخِلٌ يُوحَى إِلَيْهِ قَالَ: فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أَتَى عُمَرُ فَأَخَذَ بِجَامِعِ ثَوْبِهِ وَحَمَائِلِ السَّيْفِ فَقَالَ: "أَمَّا أَنْتَ مُنْتَهِيًا يَا عُمَرُ حَتَّى يُنْزَلَ اللَّهُ بِكَ مِنَ الْخِزْيِ وَالنَّكَالِ مَا أَنْزَلَ بِالْوَلِيدِ بْنِ الْغُبَيْرَةِ، اللَّهُمَّ هَذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، اللَّهُمَّ أَعِزِّ الدِّينَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ" قَالَ: فَقَالَ عُمَرُ: أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ، فَأَسْلَمَ وَقَالَ: اخْرُجْ يَا رَسُولَ اللَّهِ! [19]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن عمر بن خطاب تلوار لٹکائے گھر سے آرہے تھے۔ راستے میں قبیلہ بنو زہرہ کے ایک شخص ملے، پوچھا: عمر! خیریت تو ہے، کہاں کا ارادہ ہے؟ کہنے لگے کہ محمد کو قتل کرنے جا رہا ہوں۔ اس شخص نے کہا کہ اگر تم نے محمد کو قتل کر دیا تو بنو ہاشم اور بنو زہرہ سے کیسے محفوظ رہو گے (یعنی وہ تمہیں ان کے بدلے میں قتل کر دیں گے) بنو زہرہ کے اس شخص نے کہا کہ (مجھ سے) حضرت عمر نے کہا: مجھے لگتا ہے کہ تم بھی صابی (بے دین) بن گئے ہو اور پرانے دین کو چھوڑ کر نئے دین میں داخل ہو چکے ہو۔ اس شخص نے کہا کہ عمر! میں آپ کو ایک عجیب بات نہ بتاؤں؟ وہ یہ کہ آپ کی بہن اور بہنوئی بھی اس دین کو چھوڑ چکے ہیں جس (بت پرستی والے دین) پر آپ ابھی تک قائم ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ عمر سخت غصے میں وہاں سے چلے اور ان دونوں (بہن اور

بہنوی) کے ہاں پہنچے۔ ان کے پاس ایک مہاجر صحابی جن کا نام خباب (رضی اللہ عنہ) تھا؛ موجود تھے۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے جب عمر کی آہٹ سنی تو وہ گھر میں (ایک جگہ) چھپ گئے۔ عمر اپنی بہن اور بہنوی کے پاس پہنچے اور کہنے لگے کہ یہ آہستہ سی آواز کس چیز کی تھی جو میں نے (یہاں داخل ہونے سے پہلے) تمہارے گھر سے سنی ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ سورۃ طہ کی تلاوت کر رہے تھے۔ ان دونوں نے (بات کو ٹالنے کے لیے) کہا کہ ہم تو بس آپس میں باتیں کر رہے تھے، اس کے علاوہ کوئی آواز نہیں تھی۔ عمر نے کہا کہ مجھے یوں لگتا ہے کہ تم دونوں اپنا سابقہ دین (بت پرستی والا) چھوڑ چکے ہو۔ عمر کے بہنوی نے جواب دیا کہ عمر آپ کا کیا خیال ہے جس دین (بت پرستی) پر آپ ہو اس کے علاوہ سچا دین ہی وہی ہو؟ (جس کو ہم نے قبول کر لیا ہے)

راوی کہتے ہیں کہ یہ بات سننی تھی کہ عمر اپنے بہنوی کو مارنے کے لیے ٹوٹ پڑے۔ انہیں سختی سے زمین پر ٹنچ دیا۔ آپ کی بہن اپنے شوہر کو چھڑانے آئیں تو آپ نے انہیں زور سے دھکا دیا جس سے وہ گر پڑیں اور انہیں اتنے زور سے مارا کہ ان کے چہرے سے خون نکل آیا۔ اس پر آپ کی بہن بھی غصہ میں آئیں اور فرمانے لگیں: عمر! یاد رکھو کہ سچا دین (دین اسلام) وہی ہے جو تیرے دین (بت پرستی) کے علاوہ ہے۔ اس لیے میں (اب تمہارے سامنے بھی علی الاعلان) گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور میں اس بات کی بھی گواہی دیتی ہوں کہ محمد اللہ کے (برحق) رسول ہیں۔ جب عمر کو (بہن اور بہنوی کے واپس بت پرستی والے دین پر آنے سے) مایوسی ہوئی تو کہنے لگے کہ اچھا! وہ کتاب مجھے بھی دو جو تم پڑھ رہے تھے، میں بھی اس کو پڑھتا ہوں (تاکہ یہ فیصلہ کر سکوں کہ تمہارا یہ دین سچا ہے یا نہیں؟) راوی کہتے ہیں کہ عمر؛ ان لوگوں میں سے تھے جو پڑھے لکھے تھے۔ عمر کی بہن نے کہا کہ آپ (اس وقت اس کتاب کو ہاتھ نہیں لگا سکتے کیونکہ) آپ ابھی ناپاک ہیں، اور قرآن کا حکم ہے کہ ناپاک لوگ اس قرآن کو ہاتھ نہیں لگا سکتے۔ اس لیے آپ اٹھیں اور غسل کریں (یا وضو کرنے کا کہا)۔ عمر اٹھے اور اعضائے وضو کو دھو کر آئے، پھر آپ نے وہ صحیفہ لیا اور سورۃ طہ کی تلاوت شروع کی اور اس آیت مبارکہ پر پہنچے: ﴿إِنِّي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي﴾

راوی کہتے ہیں کہ عمر نے کہا کہ مجھے محمد کے پاس لے چلو! جب یہ بات خباب رضی اللہ عنہ نے سنی تو گھر سے باہر نکل آئے اور فرمانے لگے: عمر! مبارک ہو۔ مجھے یقین ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لیے

جمعات کی شب دعا مانگی تھی آپ اس کی مراد بن چکے ہو۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دعا مانگی تھی کہ اے اللہ! عمر بن خطاب یا عمرو بن ہشام کی بدولت اسلام کو عزت (قوت) عطا فرما۔ راوی کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم صفا پہاڑی پر مکان (دار ارقم) میں تشریف فرما تھے۔ عمر چل پڑے اور اس مکان تک تشریف لے آئے (جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے) مکان کے دروازے پر (بطور محافظ) حضرت حمزہ، حضرت طلحہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے عمر کے آنے سے لوگوں کو خوف زدہ ہوتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ہاں ٹھیک ہے کہ عمر آرہا ہے، اگر اللہ نے عمر کے لیے خیر کا ارادہ فرمایا ہے تو وہ اسلام قبول کر لے گا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کر لے گا، اور اگر اللہ کا ارادہ اس کے علاوہ ہے تو عمر کو موت کے گھاٹ اتارنا ہمارے لیے معمولی سی بات ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ جب عمر آئے تو اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ چند لمحوں بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس (نزول وحی والی) کیفیت سے باہر نکلے تو آپ علیہ السلام نے ان کے دامن کو پکڑا اور تلوار کی میان کو کھینچ کر فرمایا: عمر! کیا تم اس وقت تک (فساد سے) باز نہیں آؤ گے جب تک اللہ تم پر بھی وہی رسوائی اور ذلت و خواری مسلط نہ کر دے جو ولید بن مغیرہ پر نازل ہوئی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ الہی میں دعا مانگتے ہوئے عرض کی: اے اللہ! عمر آپ کے حضور حاضر ہے اس کی وجہ سے دین اسلام کو عزت (قوت) عطا فرما! راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی وقت کہا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے برحق رسول ہیں (اس لیے کہ آپ کی دعوت دین سچ پر مبنی ہے میں اسے قبول کرتا ہوں) اسلام قبول کیا۔ (جب نماز کا وقت ہوا تو) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: اے اللہ کے رسول! (دار ارقم سے باہر کعبہ میں) تشریف لائیں (نماز مسجد حرام میں پڑھیں گے۔)

فائدہ: اس روایت سے یہ بات بھی ثابت ہو رہی ہے کہ بغیر وضو کے قرآن مجید کو چھونا جائز نہیں ہے۔

[3]: قبول اسلام کے وقت دعائے نبوی

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الشامی الطبرانی رحمہ اللہ (ت 360ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَرَبَ صَدْرَ

عُمَرَ بِيَدِهِ حِينَ أَسْلَمَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، وَهُوَ يَقُولُ: "اللَّهُمَّ أَخْرِجْ مَا فِي صَدْرِي مِنْ غِلٍّ، وَأَبْدِلْهُ إِيْمَانًا" يَقُولُ ذَلِكَ ثَلَاثًا. [20]

ترجمہ: حضرت سالم بن عبد اللہ بن عمر اپنے والد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو اس وقت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے سینے پر تین مرتبہ ہاتھ مار کر یہ دعائی: اے اللہ! اس کے سینے میں جو کچھ میل کچیل ہو اسے دور فرما اور اس کے بدلے اس کے سینے کو ایمان سے بھر دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعائیں بار بار ارشاد فرمائی۔

[4]: امت کے چالیسویں مسلمان

امام ابو بکر محمد بن الحسین بن عبد اللہ الآجُرّی البغدادی رحمہ اللہ (ت 360ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَسْلَمَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعَةٌ وَثَلَاثُونَ رَجُلًا وَامْرَأَةً ثُمَّ إِنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَسْلَمَ؛ فَصَارُوا أَرْبَعِينَ فَنَزَلَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ [21]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر انتالیس مرد و خواتین ایمان لا چکے تو پھر عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ تب ان (اہل ایمان) کی تعداد چالیس مکمل ہو گئی۔ اس موقع پر حضرت جبریل علیہ السلام یہ وحی لے کر نازل ہوئے کہ اے نبی! آپ کے لیے اللہ (بطور کار ساز) اور وہ مؤمن (بطور معاون) کافی ہیں جنہوں نے آپ کی اتباع کی ہے۔

[5]: عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام سے آسمانوں میں خوشیاں

امام محمد بن حبان بن احمد التیمی رحمہ اللہ (ت 354ھ) نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا أَسْلَمَ عُمَرُ أَتَى جِبْرِيلُ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ النَّبِيَّ صَلَّى

[20] المعجم الاوسط للطبرانی: ج 1 ص 308 رقم الحديث 1096

[21] الشريعة للأجری: ص 501 رقم 1414

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! لَقَدْ اسْتَبَشَرَ أَهْلُ السَّمَاءِ بِإِسْلَامِ عُمَرَ. [22]

ترجمہ: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب عمر (رضی اللہ عنہ) ایمان لائے تو حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! عمر کے اسلام لانے پر اہل آسمان (فرشتوں) نے بھی خوشی منائی ہے۔ [6]: عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام تائید خداوندی

امام ابو بکر محمد بن الحسین بن عبد اللہ الآجری البغدادی رحمہ اللہ (ت 360ھ) روایت نقل کرتے ہیں: عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَسْلَمَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعَةٌ وَثَلَاثُونَ رَجُلًا وَامْرَأَةً ثُمَّ إِنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَسْلَمَ؛ فَصَارُوا أَرْبَعِينَ فَنَزَلَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ [23]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر انتالیس مرد و خواتین ایمان لا چکے تو پھر عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ تب ان (اہل ایمان) کی تعداد چالیس مکمل ہو گئی۔ اس موقع پر حضرت جبریل علیہ السلام یہ وحی لے کر نازل ہوئے کہ اے نبی! آپ کے لیے اللہ (بطور کار ساز) اور وہ مؤمن (بطور معاون) کافی ہیں جنہوں نے آپ کی اتباع کی ہے۔

[7]: مشرکین کی مایوسی

امام ابو بکر محمد بن الحسین بن عبد اللہ الآجری رحمہ اللہ (ت 360ھ) روایت نقل کرتے ہیں: عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا أَسْلَمَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ الْمُشْرِكُونَ: أَلَا أَنْتَ تَتَصَفَّ الْقَوْمَ مِنَّا. [24]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسلمان

[22] صحیح ابن حبان: رقم الحدیث 6883

[23] الشریعۃ للآجری: ص 501 رقم 1414

[24] الشریعۃ للآجری: ص 500 رقم 1409

ہوئے تو مشرکین نے کہا کہ اب ہماری قوم دو حصوں میں تقسیم ہو گئی ہے۔

[8]: قبول اسلام کی تشہیر

امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل البغدادی رحمہ اللہ (ت 241ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا أَسْلَمَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ: أَيُّ قُرَيْشٍ أُنْقَلُ لِلْحَدِيثِ؟ قِيلَ لَهُ: جَبِيلُ بْنُ مَعْمَرٍ الْجُمَحِيُّ، قَالَ: فَغَدَا عَلَيْهِ، قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: وَغَدَوْتُ أَتَّبِعُ أَثَرَهُ أَنْظُرُ مَا يَفْعَلُ، وَأَنَا غُلَامٌ. وَجَبِيلُ بْنُ مَعْمَرٍ هُوَ جَدُّ نَافِعِ بْنِ عُمَرَ بْنِ جَبِيلِ بْنِ مَعْمَرٍ الْجُمَحِيِّ أَعْقَلُ كُلِّمَا رَأَيْتُ، حَتَّى جَاءَهُ فَقَالَ: أَمَا عَلِمْتَ يَا جَبِيلُ! أَنِّي قَدْ أَسْلَمْتُ وَدَخَلْتُ فِي دِينِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: فَوَاللَّهِ، مَا رَاجَعَهُ حَتَّى قَامَ يَجُزُّ رَجُلِيهِ، وَاتَّبَعَهُ عُمَرُ، وَاتَّبَعْتُ أَبِي، حَتَّى إِذَا قَامَ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ صَرَخَ بِأَعْلَى صَوْتِهِ: يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ! وَهُمْ فِي أُنْدِيَّتِهِمْ حَوْلَ الْكَعْبَةِ أَلَا إِنَّ عُمَرَ قَدْ صَبَأَ، قَالَ: يَقُولُ عُمَرُ مِنْ خَلْفِهِ: كَذَبَ، وَلَكِنْ قَدْ أَسْلَمْتُ وَشَهِدْتُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ. [25]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرت عمر بن خطاب نے اسلام قبول کیا تو آپ نے پوچھا کہ کون سا قریشی ایسا ہے جو باتوں کو خوب پھیلانے کا ہنر جانتا ہو؟ آپ کو بتایا گیا کہ جمیل بن معمر الجمحی۔ آپ اس کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں آپ کے پیچھے چل رہا تھا تاکہ دیکھوں کہ آپ کیا کرتے ہیں؟ میں ان دنوں کم عمر تھا۔ جمیل بن معمر؛ یہ نافع بن عمر بن جمیل بن معمر الجمحی کے دادا ہیں۔ (کم عمر ہونے کے باوجود) جو باتیں میں دیکھتا تھا انہیں سمجھتا بھی تھا۔ (میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے چلتا رہا) یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے پاس پہنچے اور فرمایا: جمیل! کیا تمہیں یہ بات معلوم ہے کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں داخل ہو چکا ہوں؟ اللہ کی قسم! آپ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) نے ابھی کوئی دوسری بات نہیں کہی تھی کہ جمیل بن معمر کھڑا ہوا اور اپنے پاؤں

گھسیٹنے لگا (یعنی وہاں سے بھاگنے لگا۔) حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے پیچھے تھے اور میں اپنے والد (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کے پیچھے یہاں تک کہ جب جمیل بن معمر مسجد کے دروازے پر کھڑا ہوا تو اونچی آواز میں چیخا: اے قریش کے لوگو! اس وقت وہ لوگ کعبہ کے ارد گرد اپنی مجلسوں میں بیٹھے تھے۔ (اس نے کہا) سنو! عمر صابی (بے دین۔ معاذ اللہ) ہو گیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے پیچھے چلتے جا رہے تھے اور یہ فرما رہے تھے کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے بلکہ میں تو اسلام لایا ہوں اور میں نے اس بات کی گواہی دی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور بے شک محمد؛ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

[9]: عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام مسلمانوں کے لیے باعثِ عزت

امام ابو بکر محمد بن الحسین بن عبد اللہ الآجری البغدادی رحمہ اللہ (ت 360ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: مَا زِلْنَا أَعِزَّةً مُنْذُ أَسْلَمَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ. [26]

ترجمہ: حضرت قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب سے حضرت عمر بن خطاب اسلام لائے تب سے ہم مضبوط ہوئے۔

[10]: عمر رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام سے کعبہ میں نماز

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الشامی الطبرانی رحمہ اللہ (ت 360ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: وَاللَّهُ مَا اسْتَطَعْنَا أَنْ نُصَلِّيَ عِنْدَ الْكُعْبَةِ ظَاهِرِينَ حَتَّى أَسْلَمَ عُمَرُ. [27]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ.... خدا کی قسم! ہم بیت اللہ میں نماز پڑھنے کی ہمت نہیں رکھتے تھے، یہاں تک کہ عمر اسلام لائے۔ پھر ہم نے بیت اللہ میں نماز پڑھی۔

[26] الشریعۃ للآجری: ص 500 رقم 1410

[27] المعجم الکبیر للطبرانی: ج 1 ص 501 رقم الحدیث 8718

ہجرت مدینہ

(جرأت مندانه اقدام)

امام ابوالحسن علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) لکھتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْعَبَّاسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ لِي عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ: مَا عَلِمْتُ أَنَّ أَحَدًا مِنَ الْمُهَاجِرِينَ هَاجَرَ إِلَّا مُخْتَفِيًا إِلَّا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَإِنَّهُ لَمَّا هَمَّ بِالْهَجْرَةِ تَقَلَّدَ سَيْفَهُ وَتَنَكَّبَ قَوْسَهُ وَانْتَضَى فِي يَدِهِ أَسْهُمًا وَاخْتَصَرَ عُنْزَتَهُ وَمَضَى قِبَلَ الْكُعْبَةِ وَالْمَلَأُ مِنْ قُرَيْشٍ بِفَنَائِهَا فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا مُتَمَكِّنًا ثُمَّ أَتَى الْمَقَامَ، فَصَلَّى مُتَمَكِّنًا ثُمَّ وَقَفَ عَلَى الْحِلَقِ وَاحِدَةً وَاحِدَةً وَقَالَ لَهُمْ: شَهِتِ الْوُجُوهُ لَا يُرْغَمُ اللَّهُ إِلَّا هَذِهِ الْمَعَاطِسُ مَنْ أَرَادَ أَنْ تَشْكُلَهُ أُمُّهُ وَيُؤْتِمَ وَلَدَهُ وَيُزِمَلَ زَوْجَتَهُ فَلْيُكَلِّفْنِي وَرَاءَ هَذَا الْوَادِي. [28]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مجھے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بتایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی اور مہاجر میرے علم میں نہیں جس نے علانیہ ہجرت کی ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ جب آپ رضی اللہ عنہ ہجرت کے ارادے سے روانہ ہوئے تو ہاتھ میں تلوار، کندھے پر کمان، مٹھی میں تیر اور کمر سے نیزا باندھے کعبۃ اللہ کی طرف (بغرض طواف) تشریف لائے، قریش کی ایک جماعت صحن کعبہ میں موجود تھی، آپ نے بیت اللہ کے سات چکر اطمینان سے مکمل کیے، پھر مقام ابراہیم پر تشریف لائے، اطمینان سے نماز ادا کی، اس کے بعد قریش کے ایک ایک ٹولے کے قریب کھڑے ہو کر فرمایا: تمہاری شکلیں بد نما ہوں، اللہ ان چہروں کو رسوا کرے۔ تم میں سے اگر کوئی ماں کو روتا ہوا، بچوں کو یتیم اور بیویوں کو بیوہ دیکھنا چاہتا ہے تو (عمر کو ہجرت سے روکنے کے لیے) سامنے آئے اور پہاڑ کی پچھلی جانب آکر مجھے روک کر دکھائے۔

عمر رضی اللہ عنہ کی ہجرت؛ نصرتِ اسلام کا پیش خیمہ

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الشامی الطبرانی رحمہ اللہ (ت 360ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: إِنَّ هِجْرَتَهُ كَانَتْ نَصْرًا. [29]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا عمر (رضی اللہ عنہ) کی ہجرت (اسلام کے لیے) نصرت تھی۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى
اٰلِ مُحَمَّدٍ وَاَرْحَمْ مُحَمَّدًا وَاٰلَ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ وَبَارَكْتَ
وَرَحِمْتَ عَلَى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلَى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَيٌُّ مَّجِيْدٌ

[29] المعجم الكبير للطبرانی: ج 1 ص 501 رقم الحديث 8718

مدینہ منورہ میں

مدینہ آمد:

امام ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان بن معاذ التیمی الدارمی رحمہ اللہ (ت 354ھ) نقل کرتے ہیں:

قَالَ الْبَرَاءُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: وَكَانَ أَوَّلَ مَنْ قَدِمَ عَلَيْنَا مِنَ الْمُهَاجِرِينَ مُصْعَبُ بْنُ عَمِيرٍ، أَخُو بَنِي عَبْدِ الدَّارِ بْنِ قُصَيٍّ، فَقُلْنَا لَهُ: مَا فَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: هُوَ مَكَانَهُ وَأَصْحَابُهُ عَلَى أَثَرِي، ثُمَّ أَتَى بَعْدَهُ عَمْرُو بْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ الْأَعْلَى أَخُو بَنِي فِهْرٍ، فَقُلْنَا: مَا فَعَلَ مَنْ وَرَأَيْكَ؟ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ؟ قَالَ: هُمُ الْآنَ عَلَى أَثَرِي، ثُمَّ أَتَانَا بَعْدَهُ عَمَارُ بْنُ يَاسِرٍ، وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ، وَبِلَالٌ، ثُمَّ أَتَانَا عَمْرُو بْنُ الْخَطَّابِ فِي عَشِيرَيْنِ رُكَابًا، ثُمَّ أَتَانَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَهُمْ وَأَبُو بَكْرٍ مَعَهُ. [30]

ترجمہ: حضرت براء بن عازب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مہاجرین میں سے سب سے پہلے ہمارے پاس مدینہ تشریف لانے والے مصعب بن عمیر تھے جن کا تعلق بنو عبد الدار بن قصی سے تھا۔ ہم نے ان سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا بنا (وہ کب تشریف لائیں گے؟) وہ کہنے لگے کہ ابھی وہ اپنے علاقے میں ہی ہیں البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب (وقفے وقفے سے) میرے پیچھے آرہے ہیں۔ پھر ان کے بعد ہمارے پاس عمرو بن ام مکتوم اعمیٰ رضی اللہ عنہ جن کا تعلق قبیلہ بنو فہر سے تھا، تشریف لائے۔ ہم نے ان سے پوچھا کہ آپ کے بعد جن لوگوں نے آنا ہے ان کی صورتحال کیا ہے؟ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کب تک تشریف لائیں گے؟ انہوں نے فرمایا کہ وہ (وقفے وقفے سے) میرے پیچھے آرہے ہیں۔ پھر ان کے بعد ہمارے پاس عمار بن یاسر، سعد بن ابی وقاص، عبد اللہ بن مسعود اور بلال رضی اللہ عنہم تشریف لائے۔ اس کے بعد ہمارے ہاں عمر رضی اللہ عنہ بیس سو اوروں کے ہمراہ تشریف لائے۔ پھر ان کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کے ہمراہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

عقد موآخات:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقد موآخات قائم کیا اور فطری طور پر ہم مزاجی کا خیال فرماتے ہوئے ایک مہاجر کو ایک انصاری کا نام بنام بھائی قرار دیا۔ اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موآخات حضرت عتبہ بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے قائم فرمائی۔

چنانچہ علامہ ابو القاسم خلف بن عبد الملک بن مسعود بن موسیٰ بن بشکوال الاندلسی رحمہ اللہ (ت 578ھ)

لکھتے ہیں:

قَالَ أَبُو عُمَرَ الْحَافِظُ: الَّذِي أَخَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ هُوَ عَتَبَةُ بْنُ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيُّ.^[31]

ترجمہ: امام ابو عمر (یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر القرطبی المالکی رحمہ اللہ ت 463ھ) فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن صحابی اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے درمیان عقد موآخات قائم فرمایا تھا وہ حضرت عتبہ بن مالک الانصاری رضی اللہ عنہ ہیں۔

دختر عمر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں:

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يُحَدِّثُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ حِينَ تَأْكِيَتْ حَفْصَةُ بِنْتُ عُمَرَ مِنْ خُنَيْسِ بْنِ حِذَافَةَ السَّهْمِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا تَوَفَّى بِالْمَدِينَةِ قَالَ عُمَرُ: فَلَقِيْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَفْصَةَ فَقُلْتُ إِنَّ شِئْتَ أَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتُ عُمَرَ قَالَ سَأَنْظُرُ فِي أَمْرِي فَلَبِثْتُ لَيْلًا فَقَالَ: قَدْ بَدَأَ لِي أَنْ لَا أَتَزَوَّجَ يَوْمِي هَذَا. قَالَ عُمَرُ: فَلَقِيْتُ أَبَا بَكْرٍ فَقُلْتُ: إِنْ شِئْتَ أَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتُ عُمَرَ فَصَمَتَ أَبُو بَكْرٍ فَلَمْ يَزِجْ إِلَيَّ شَيْئًا فَكُنْتُ عَلَيْهِ أَوْجَدَ مِنِّي عَلَى عُثْمَانَ فَلَبِثْتُ لَيْلًا ثُمَّ خَطَبَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

[31] غوامض الاسماء المبهمة لابن بشکوال: ج 2 ص 603

وَسَلَّمَ فَأَتَتْكَ حَتُّهَا إِيَّاهُ فَلَقَيْنِي أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ: لَعَلَّكَ وَجَدْتَ عَلِيَّ حِينَ عَرَضْتَ عَلَيَّ حَفْصَةَ فَلَمْ أَزْجِعْ إِلَيْكَ، قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَإِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِي أَنْ أَزْجِعَ إِلَيْكَ فِيمَا عَرَضْتَ إِلَّا أَنِّي قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ ذَكَرَهَا فَلَمْ أَكُنْ لِأُفْشِيَ سِرَّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ تَرَكْتُهَا لَقَبِلْتُهَا. [32]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب (میری بیٹی) حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کے شوہر خُنَیس بن حذافہ السہمی رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں زخمی ہوئے اور انہی زخموں کی وجہ سے مدینہ منورہ میں آکر شہادت پائی جس کی وجہ سے میری بیٹی حفصہ بنت عمر بیوہ ہو گئیں۔ تو میں نے اپنی بیٹی سے رشتے کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بات کی کہ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کا نکاح اپنی بیٹی حفصہ سے کر دوں؟ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سوچنے کے لیے کچھ دن کا وقت لے لیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کچھ دن بعد دوبارہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اُن سے اس بارے دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے یہ سوچا ہے کہ ابھی میں نکاح نہ کروں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے اس سلسلے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بات کی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی بات کو بغور سن تو لیا لیکن کوئی جواب دیے بغیر خاموش ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کا یہ طرز عمل میرے لیے عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ باعث تکلیف ہوا۔ میں نے کچھ دن توقف کیا۔

اس کے بعد خود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کے لیے پیغام نکاح بھیجا اور میں نے اپنی بیٹی حفصہ کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر دیا۔ کچھ دن بعد میری ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھ سے فرمایا: عمر! شاید آپ کو میرے طرز عمل سے تکلیف ہوئی ہوگی کہ آپ نے اپنی بیٹی حفصہ سے نکاح کے لیے مجھ سے بات کی تھی اس پر میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے

ہیں کہ میں نے کہا: بالکل تکلیف تو ہوئی ہے۔ تب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اب سنو! اصل بات یہ تھی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ آپ کی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں خود نکاح فرمانے کی بات کی تھی، اور میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز فاش کروں۔ اس لیے میں نے آپ کو جواب نہیں دیا تھا۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نکاح نہ فرماتے تو میں آپ کی بیٹی سے ضرور نکاح کر لیتا۔

تمام غزوات میں شرکت:

امام تقی الدین ابو الفتح محمد بن علی بن وہب بن مطیع القشیری المعروف بابن دقیق العید رحمہ اللہ (ت 702ھ) نقل کرتے ہیں:

وَشَهِدَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدْرًا وَأُحُدًا وَالْخَنْدَقَ وَبَيْعَةَ الرِّضْوَانِ وَخَيْبَرَ وَالْفَتْحَ وَحَيْنًا [وَتَبُوكَ] وَسَائِرَ الْمَشَاهِدِ، وَكَانَ شَدِيدًا عَلَى الْكُفَّارِ وَالْمُنَافِقِينَ. [33]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (عہد نبوی میں) بدر، احد، خندق، بیعت رضوان، خیبر، فتح مکہ، حنین، تبوک تمام کے تمام غزوات میں شرکت کی۔ آپ رضی اللہ عنہ کفار و منافقین کے بارے میں بہت سخت تھے۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ وَصَلِّ عَلَى
الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ

موافقاتِ عمر رضی اللہ عنہ

عمر رضی اللہ عنہ... اس امت کے مُحدَّث:

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّهُ قَدْ كَانَ فِينَا مَطْطَى قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ مُحَدَّثُونَ وَإِنَّهُ إِنْ كَانَ فِي أُمَّتِي هَذِهِ مِنْهُمْ فَإِنَّهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ. [34]
ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں مُحدَّث (الہام کی بنیاد پر گفتگو کرنے والے) ہوا کرتے تھے۔ اگر میری امت میں بھی کوئی مُحدَّث ہے تو عمر ہے۔
فائدہ: مُحدَّث کا معنی ہوتا ہے: صاحبِ الہام، یعنی جس کے دل میں حق بات منجانب اللہ ڈالی جاتی ہو۔

حافظ بدر الدین محمود بن احمد بن موسیٰ العینی الحنفی رحمہ اللہ (ت 855ھ) لکھتے ہیں:
قَوْلُهُ "مُحَدَّثُونَ" يَفْتَحُ الدَّالِ الْمُهْمَلَةَ الْمُبَشَّرَةَ جَمْعُ مُحَدَّثٍ، قَالَ الْخَطَّابِيُّ: الْمُبَدَّثُ؛ الْمُلْهُمُ الَّذِي يُلْقَى الشَّيْءُ فِي رَوْعِهِ فَكَانَهُ قَدْ حَدَّثَ بِهِ. [35]
ترجمہ: "مُحَدَّثُونَ" دال مشدّدہ کے فتح کے ساتھ ہے، یہ لفظ "مُحَدَّث" کی جمع ہے۔ علامہ خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "مُحَدَّث" اس شخص کو کہتے ہیں جس کے دل میں کوئی بات ڈالی جائے گویا کہ اس شخص سے یہ بات بیان کی گئی ہے۔

عمر رضی اللہ عنہ... بولتے بھی حق، سوچتے بھی حق:

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:
عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ جَعَلَ الْحَقَّ

[34] صحیح البخاری: رقم الحدیث 3469

[35] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری: ج 11 ص 223

عَلَى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهِ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: مَا نَزَلَ بِالنَّاسِ أَمْرٌ قَطُّ فَقَالُوا فِيهِ وَقَالَ فِيهِ عُمَرُ أَوْ قَالَ ابْنُ الْخَطَّابِ فِيهِ شَكٌّ خَارِجُهُ إِلَّا نَزَلَ فِيهِ الْقُرْآنُ عَلَى نَحْوِ مَا قَالَ عُمَرُ. [36]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حق بات کا الہام عمر کے دل پر اور اس کا اظہار عمر کی زبان پر فرمایا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما یہ بھی فرماتے ہیں کہ لوگوں پر جب بھی کوئی معاملہ پیش آجاتا تو وہ اس میں اپنی آراء ذکر فرماتے، اور اسی معاملے میں عمر (راوی خارجہ بن عبد اللہ کو شک ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے لفظ عمر کہا یا ابن الخطاب کہا) بھی اپنی رائے ذکر فرماتے۔ جب قرآن نازل ہوتا تو وہ عمر کی رائے کے موافق ہوتا۔

موافقات کی تعداد مختلف منقول ہے۔ ان میں سے چند موافقات پیش کی جاتی ہیں۔

[1]: اللہ؛ کافروں کا دشمن ہے

امام محمد بن جریر بن یزید بن کثیر الآملی ابو جعفر الطبری رحمہ اللہ (ت 310ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى رَحِمَهُ اللَّهُ قَالَ: إِنَّ يَهُودِيًّا لَقِيَ عُمَرَ فَقَالَ لَهُ: إِنَّ جَبْرِيلَ الَّذِي يَذْكُرُكَ صَاحِبُكَ هُوَ عَدُوٌّ لَنَا فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: ﴿مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجَبْرِيلَ وَمِيكَالَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِينَ﴾ قَالَ: فَتَنَزَّلَتْ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ. [37]

ترجمہ: عبد الرحمن ابن ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہ ایک یہودی کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، وہ یہودی کہنے لگا کہ جس جبریل کا تذکرہ آپ کے ساتھی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کرتے ہیں وہ ہمارا دشمن ہے۔ اس یہودی کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا: {مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجَبْرِيلَ وَمِيكَالَ فَإِنَّ اللَّهَ عَدُوٌّ لِلْكَافِرِينَ} اگر کوئی شخص اللہ کا، اس کے فرشتوں کا، جبریل اور میکائیل کا دشمن ہے تو (اسے یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ) اللہ؛ کافروں کا دشمن ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موافقت میں

[36] سنن الترمذی: رقم الحدیث 3682

[37] تفسیر الطبری: ج 1 ص 563 تحت سورة البقرة، رقم الآية 98

یہ آیت نازل ہوئی۔ ﴿مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَالَ﴾ [38]

[2، 3، 4]: مقام ابراہیم کے قریب نماز، ازواجِ مطہرات کو حکمِ حجاب اور نصیحت:

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ عُمَرُ: وَافَقْتُ اللَّهَ فِي ثَلَاثٍ أَوْ وَافَقَنِي رَجُلٌ فِي ثَلَاثٍ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! لَوْ اتَّخَذْتَ مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى وَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! يَدْخُلُ عَلَيْكَ الْبُرُّ وَالْفَاجِرُ فَلَوْ أَمَرْتَ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ بِالْحِجَابِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ آيَةَ الْحِجَابِ قَالَ: وَبَلَّغَنِي مُعَاتِبَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْضَ نِسَائِهِ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِنَّ قُلْتُ: إِنْ انْتَهَيْتُنَّ أَوْ لِيُبَدِّلَنَّ اللَّهُ رَسُولَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرًا مِنْكُنَّ حَتَّى أَتَيْتُ إِحْدَى نِسَائِهِ قَالَتْ: يَا عُمَرُ! أَمَا فِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَعِظُ نِسَاءَهُ حَتَّى تَعْظُهُنَّ أَنْتَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ ﴿عَسَى رَبُّهُ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُبَدِّلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِنْكُنَّ مُسْلِمَاتٍ﴾ (الآيَةُ). [39]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا: میں نے تین چیزوں میں اپنے رب کی موافقت کی ہے، یا یوں فرمایا کہ میرے رب نے میری تائید فرمائی ہے۔ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کاش کہ آپ مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنا لیتے۔ (اس پر آیت مبارکہ ﴿وَ اتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى﴾ [40] نازل ہوئی۔ ترجمہ: تم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنا لو)

اسی طرح ایک بار میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ کے پاس نیک (صحابہ) اور برے (یہود و منافقین) آتے ہیں۔ اگر آپ امہات المؤمنین کو حجاب کا حکم دے دیں (تو بہتر ہوگا) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حجاب والی آیت نازل فرمائی (یعنی ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَ بَنَاتِكَ وَ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ

[38] سورة البقرة: 98

[39] صحيح البخاری: رقم الحدیث 4483

[40] سورة البقرة: 125

جَلَّابِيَهُنَّ ۚ ذَٰلِكَ أَذْنٰى اَنْ يُعْرِفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿41﴾ ترجمہ: اے نبی! آپ اپنی بیویوں، اپنی بیٹیوں اور مسلمانوں کی خواتین سے فرمادیں کہ وہ اپنی چادریں اپنے منہ پر جھکا لیا کریں، اس طریقے میں اس بات کی زیادہ توقع ہے کہ وہ پہچان لی جائیں تو ان کو ستایا نہیں جائے گا اور اللہ بہت بخشنے والا، بہت مہربان ہے۔)

ایک بار آپ رضی اللہ عنہ فرمایا کہ مجھ تک یہ بات پہنچی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعض ازواج سے کسی معاملہ پر ناراض ہیں۔ میں ازواجِ مطہرات کے پاس حاضر ہوا اور ان سے عرض کی: اگر آپ اپنے مطالبات سے باز نہ آئیں تو اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو تم سے بہتر بیویوں عطا کر دے گا۔ میں ایک زوجہ مطہرہ کے پاس آیا وہ فرمانے لگیں: اے عمر! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کو خود نصیحت نہیں فرما سکتے کہ آپ ان کو نصیحت کرنے پہنچ گئے ہیں؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے ﴿عَلٰی رَبِّہٖ اِنْ طَلَقْتُکُمْ اَنْ یُّبَدِلَہٗ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْکُمْ مُّسْلِمٰتٍ مَّا مَلَکَتْ اَیْمٰنُہُمْ ۚ کَذٰلَکَ یُخْرِجُکُمُ اللّٰہُ مِنَ الدِّیْنِ وَیُخْلِیْ لَہٗ اَیْمٰنُہُمْ ۚ وَیُخْلِیْ لَہٗ اَیْمٰنُہُمْ ۚ وَیُخْلِیْ لَہٗ اَیْمٰنُہُمْ ۚ﴾ [42] نازل فرمائی۔

فائدہ: اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ و نظریہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کا مقام عام امتی خواتین سے بہت بلند ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کی نص موجود ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لَسْتَ نَکِحٌ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ اِنْ اَتَقَّیْتُنَّ﴾ [43]

ترجمہ: اے نبی کی ازواج! اگر تم تقویٰ اختیار کرو تو تم عام خواتین کی طرح نہیں ہو۔

مذکورہ روایت میں جو یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو تم سے بہتر بیویاں عطا کر دے گا۔ یہ اس وقت ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی زوجہ کو طلاق دے کر ازواجِ مطہرات سے خارج کر دیں۔ جب تک کوئی زوجہ آپ کے نکاح میں رہے گی اس وقت تک وہ عام امتی خواتین سے افضل رہیں گی۔ ہاں اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو طلاق دے کر فارغ کر دیں تو وہ اب ازواجِ مطہرات میں شامل ہی نہ رہی اس لیے افضلیت بھی باقی نہ

[41] سورۃ الاحزاب: 59

[42] سورۃ التحریم: 5

[43] سورۃ الاحزاب: 32

رہی۔ اب وہ افضل بن جائے گی جس سے آپ نکاح فرمائیں گے یعنی جو آپ کی زوجہ بن جائے گی۔

[5]: نبی کا فیصلہ نہ ماننے والا مومن نہیں

حافظ عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) فرماتے ہیں:

عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ قَالَ: اخْتَصَمَ رَجُلَانِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَضَى بَيْنَهُمَا، فَقَالَ الَّذِي قُضِيَ عَلَيْهِ: رُدَّنَا إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "انْطَلِقَا إِلَيْهِ" فَلَمَّا أَتَيَا إِلَيْهِ قَالَ الرَّجُلُ: يَا ابْنَ الْخَطَّابِ! قَضَى لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى هَذَا، فَقَالَ: رُدَّنَا إِلَى عُمَرَ. فَرَدَّنَا إِلَيْكَ. فَقَالَ: أَكْذَابُ؟ فَقَالَ: نَعَمْ، فَقَالَ عُمَرُ: مَكَانُكُمَا حَتَّى أَخْرَجَ إِلَيْكُمَا فَأَقْضِيَ بَيْنَكُمَا. فَخَرَجَ إِلَيْهِمَا مُشْتَبِلًا عَلَى سَيْفِهِ، فَضَرَبَ الَّذِي قَالَ رُدَّنَا إِلَى عُمَرَ فَقَتَلَهُ، وَأَذْبَرَ الْأُخْرَى فَأَرَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَتَلَ عُمَرُ وَاللَّهِ صَاحِبِي، وَلَوْ لَا أَنِّي أَعَجَزْتُهُ لَقَتَلْتَنِي، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا كُنْتُ أَظُنُّ أَنْ يَجْتَرِئَ عُمَرُ عَلَى قَتْلِ مُؤْمِنٍ " فَأَنْزَلَ اللَّهُ: ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ﴾ الْآيَةَ، فَهَدَرَ دَمَ ذَلِكَ الرَّجُلِ، وَبَرِئَ عُمَرُ مِنْ قَتْلِهِ. [44]

ترجمہ: حضرت ابوالاسود سے (مرسلًا) مروی ہے کہ دو لوگ اپنا جھگڑا لے کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے درمیان (انصاف پر مبنی) فیصلہ فرمادیا۔ جس شخص کے خلاف فیصلہ ہوا وہ کہنے لگا کہ ہم اپنے مقدمہ کو عمر کے پاس لے جاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ہے، عمر کے پاس لے جاؤ۔ چنانچہ وہ دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ ان میں سے ایک شخص کہنے لگا کہ اے ابن خطاب! اس شخص کے خلاف میرے حق میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فیصلہ کر چکے تھے تو اس نے کہا کہ ہم عمر کے پاس اپنا مقدمہ لے جاتے ہیں، اس لیے ہم اپنا مقدمہ آپ کے پاس لے کر آئے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا معاملہ اسی طرح ہے؟ اس نے کہا کہ جی ہاں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (ذرا

[44] تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر: ج 1 ص 796 تفسیر سورة النساء، رقم الآية 65

ٹھہرو) میں ابھی تم دونوں کے پاس آتا ہوں اور آکر فیصلہ کرتا ہوں۔ (چنانچہ آپ گھر تشریف لے گئے، جب آپ رضی اللہ عنہ (گھر سے باہر) ان دونوں کے پاس تشریف لائے تو آپ نے تلوار لٹکائی ہوئی تھی اور آکر اس شخص کو قتل کر دیا جو کہتا تھا کہ ہم اپنا فیصلہ عمر کے پاس لے کر جاتے ہیں۔ دوسرا شخص بھاگتے ہوئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا اور کہا: اے اللہ کے رسول! بخدا عمر نے میرے فریق مخالف کو قتل کر دیا ہے اور اگر میں بھاگ کر اسے تھکانہ دیتا تو وہ مجھے بھی قتل کر دیتے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ عمر اس قدر جرأت کے ساتھ ایک مؤمن (جو درحقیقت منافق تھا) کو قتل کرے گا۔ چنانچہ ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾^[45] آیت نازل ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتول کے خون کا قصاص نہ لیا اور عمر رضی اللہ عنہ اس کے قتل (کے بدلے قتل ہونے سے) بری ہو گئے۔

[6]: شراب کی حرمت

امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب النسائی رحمہ اللہ (ت 303ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا نَزَلَ تَحْرِيمُ الْخَمْرِ قَالَ عُمَرُ: اللَّهُمَّ بَيْنَ لَنَا فِي الْخَمْرِ بَيِّنَاتًا شَافِيَةً فَنَزَلَتِ الْآيَةُ الَّتِي فِي الْبَقَرَةِ فَدُعِيَ عُمَرُ فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ عُمَرُ: اللَّهُمَّ بَيْنَ لَنَا فِي الْخَمْرِ بَيِّنَاتًا شَافِيَةً فَنَزَلَتِ الْآيَةُ الَّتِي فِي النَّسَاءِ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ﴾ فَكَانَ مُنَادِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَقَامَ الصَّلَاةَ نَادَى "لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى" فَدُعِيَ عُمَرُ فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ: اللَّهُمَّ بَيْنَ لَنَا فِي الْخَمْرِ بَيِّنَاتًا شَافِيَةً فَنَزَلَتِ الْآيَةُ الَّتِي فِي الْمَائِدَةِ فَدُعِيَ عُمَرُ فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ فَلَمَّا بَلَغَ ﴿فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ﴾ قَالَ عُمَرُ: انْتَهَيْنَا انْتَهَيْنَا.^[46]

ترجمہ: حرمت شراب کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے دعا مانگی: اے

[45] سورة النساء: 65

[46] سنن النسائی: رقم الحديث 5542

اللہ! شراب کے بارے میں ہمارے لیے واضح حکم نازل فرما۔ چنانچہ سورۃ البقرۃ کی آیت نازل ہوئی۔

﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۖ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنْفَعٌ لِلنَّاسِ وَإِنَّهُمَا آكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا﴾ [47]

ترجمہ: لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں دریافت کرتے ہیں، آپ ان سے فرمادیں کہ ان (کو کرنے) میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے نفع بھی ہے لیکن ان دونوں کا گناہ ان کے نفع سے زیادہ بڑا ہے۔

چنانچہ عمر (رضی اللہ عنہ) کو بلایا گیا اور اس کے سامنے اس آیت کی تلاوت کی گئی۔ (چونکہ اس آیت میں مطلقاً حرامت نہیں تھی، اس لیے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شراب کو چھوڑ دیا اور بعض نے نہیں چھوڑا)

عمر (رضی اللہ عنہ) نے پھر دعا مانگی: اے اللہ! شراب کے بارے میں ہمارے لیے واضح حکم نازل فرما۔ تو

سورۃ النساء کی آیت ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَرَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ﴾ [48]

نازل ہوئی۔ (ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم (شراب کے) نشے میں مدہوش ہو جاؤ اور تمہیں یہ معلوم نہ ہو کہ تم کیا کہہ رہے ہو تو ایسی حالت میں نماز کے قریب بھی نہ جاؤ۔)

جب نماز کا وقت ہوا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے اس آیت شریفہ کی بلند آواز سے

تلاوت کی۔ عمر (رضی اللہ عنہ) کو بلایا گیا اور اس کے سامنے اس آیت کی تلاوت کی گئی۔ (چونکہ اس آیت میں بھی مطلقاً حرامت نہیں تھی بلکہ نماز کی حالت کے ساتھ خاص تھی)

تو عمر (رضی اللہ عنہ) نے پھر دعا مانگی: اے اللہ! شراب کے بارے میں ہمارے لیے واضح حکم نازل فرما۔

چنانچہ سورۃ المائدہ کی یہ آیت ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ (۹۰) إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ

[47] سورۃ البقرۃ: 219

[48] سورۃ النساء: 43

الْبُغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيُصَدِّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ ۖ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ ﴿٩١﴾ [49]

نازل ہوئی۔ (ترجمہ: اے ایمان والو! شراب، جوا، بت اور جوئے کے تیر یہ سب ناپاک شیطانی کام ہیں، لہذا ان سے اپنے آپ کو بچاؤ تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے مابین دشمنی اور بغض پیدا کر دے اور تمہیں اللہ کے ذکر اور نماز سے روک دے، تم بتاؤ کیا تم ان چیزوں سے باز آؤ گے؟)

عمر (رضی اللہ عنہ) کو بلایا گیا اور ان کے سامنے اس آیت کی تلاوت کی گئی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ﴿فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ﴾ کی تلاوت فرمائی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ ہم رک گئے، ہم رک گئے۔

[7]: بدر کے قیدیوں کا معاملہ

امام ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل البغدادی رحمہ اللہ (ت 241ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ حُبَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَذَكَرَ رَجُلًا عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: اسْتَشَارَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ فِي الْأَسَارَى يَوْمَ بَدْرٍ، فَقَالَ: "إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَمَكَّنَكُمْ مِنْهُمْ"، قَالَ: فَقَامَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! اضْرِبْ أَعْنَاقَهُمْ، قَالَ: فَأَعْرَضَ عَنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: ثُمَّ عَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَمَكَّنَكُمْ مِنْهُمْ، وَإِنَّمَا هُمْ إِخْوَانُكُمْ بِالْأَمْسِ" قَالَ: فَقَامَ عُمَرُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! اضْرِبْ أَعْنَاقَهُمْ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: ثُمَّ عَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِلنَّاسِ مِثْلَ ذَلِكَ، فَقَامَ أَبُو بَكْرٍ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنْ تَرَى أَنْ تَعْفُو عَنْهُمْ، وَتَقْبَلَ مِنْهُمْ الْفِدَاءَ، قَالَ: فَذَهَبَ عَنْ وَجْهِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَ فِيهِ مِنَ الْعَمِّ، قَالَ: فَعَفَا عَنْهُمْ، وَقَبِلَ مِنْهُمْ الْفِدَاءَ، قَالَ: وَأَنْزَلَ اللَّهُ: ﴿لَوْ لَا كِتَابٌ مِّنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِئَآءٌ مِّمَّا آخَذْتُمْ﴾ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ. [50]

[49] سورة المائدة: 90، 91

[50] مسند احمد: ج 21 ص 180 رقم الحديث 13555

ترجمہ: مجید؛ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور ایک طریق میں کسی شخص کا ذکر کر کے حضرت حسن (بصری رحمہ اللہ) سے نقل کرتے ہیں [حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہوں تو روایت موصول ہوگی اور اگر حسن بصری رحمہ اللہ راوی ہوں تو روایت مرسل ہوگی] کہ انہوں نے فرمایا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بدر کے دن قید ہونے والے کافروں کے بارے میں مشورہ کیا اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ اللہ نے ان قیدیوں کو تمہارے قبضے میں دے دیا ہے۔ (مشورہ دو کہ ان سے کیا سلوک کیا جائے؟) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کی: اے اللہ کے رسول! ان کی گردنیں اڑادی جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مصلحت کے پیش نظر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کو قبول نہ فرمایا۔ راوی کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات کو دہرایا کہ اللہ نے ان قیدیوں کو تمہارے قبضے میں دے دیا ہے، کل تک یہ تمہارے بھائی تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کی: اے اللہ کے رسول! ان کی گردنیں اڑادی جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بار بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کو قبول نہ فرمایا۔ راوی کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات کو دہرایا، ادھر سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی قیدی لوگوں کے بارے میں اپنی رائے کو مکرر عرض کیا۔ اب کی بار حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہماری رائے یہ ہے کہ آپ ان کی غلطیوں کو معاف فرمادیں اور ان کو فدیہ لے کر آزاد کر دیں۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے غم کے آثار جاتے رہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فدیہ کا حکم دے کر قتل سے معافی کا اعلان فرمادیا۔ راوی کہتے ہیں کہ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت ﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ ۚ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۗ وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ (۶۷) کو لا کِتَابٍ مِّنَ اللَّهِ سَبَقَ لِمَسْئَلِكُمْ فِيهَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ (۶۸) [51] نازل فرمائی۔ (ترجمہ: یہ بات کسی نبی کے شایانِ شان نہیں کہ اپنے قبضے میں قیدی لے، پھر وہ زمین میں (کافروں کا) صفایانہ کر لے۔ تم لوگ دنیاوی مال و اسباب چاہتے ہو اور اللہ تمہارے لیے آخرت (کا سامان) چاہتا ہے اور اللہ غالب ہے، حکمت والا ہے۔ اگر اللہ کی

طرف سے ایک لکھا ہوا حکم پہلے نہ نازل ہو چکا ہو تا تو جو راستہ تم نے اختیار کیا ہے اس کی وجہ سے تم پر کوئی بڑی سزا نازل ہو جاتی۔)

[8]: منافع کی نماز جنازہ

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَنَّهُ قَالَ: لَمَّا مَاتَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي سَلُولٍ دُعِيَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَلَمَّا قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَبَّتْ إِلَيْهِ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَتُصَلِّيَ عَلَى ابْنِ أَبِي وَقَدْ قَالَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا أُعِدُّ عَلَيْهِ قَوْلُهُ فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ: أَخْزَعْ عَيْنِي يَا عُمَرُ! فَلَمَّا أَتَيْتُهُ عَلَيْهِ قَالَ: إِنِّي خَيْرْتُ فَاخْتَرْتُ لَوْ أَعْلَمُ أَنِّي إِنْ لَوْ زِدْتُ عَلَى السَّبْعِينَ يُغْفَرُ لَهُ لَزِدْتُ عَلَيْهَا قَالَ: فَصَلِّ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَلَمْ يَمُكُّ إِلَّا يَسِيرًا حَتَّى نَزَلَتْ الْاِئْتَانِ مِنْ بَرَاءَةَ ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا﴾ إِلَى قَوْلِهِ ﴿وَهُمْ فَسِقُونَ﴾. [52]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ جب (رئیس المنافقین) عبد اللہ بن ابی ابن سلول کی وفات ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز جنازہ پڑھانے کے لیے بلایا گیا۔ جب آپ تشریف لائے اور نماز جنازہ کی ادائیگی کا ارادہ فرمایا تو میں جلدی سے کود کر سامنے آیا۔ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا آپ ابن ابی (منافق کا) جنازہ پڑھائیں گے جبکہ اس نے فلاں فلاں دن فلاں باتیں کی تھیں۔ میں نے اس کے تمام برے افعال گنوائے۔ (اور قرآن کریم کی اس آیت کا حوالہ دیا کہ آپ ان کے لیے استغفار کریں یا نہ کریں، اگر آپ ستر بار بھی استغفار کریں تو تب بھی اللہ انہیں معاف نہیں فرمائے گا) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ عمر پیچھے (صف میں) چلے جاؤ۔ میں نے بار بار اصرار کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے (منافع کا جنازہ پڑھنے یا نہ پڑھنے کا اختیار دیا گیا ہے یعنی ابھی تک ان کے جنازہ پڑھنے سے متعلق حکم نازل نہیں ہوا)۔

اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ میرے ستر سے زائد بار استغفار کرنے سے اس کی مغفرت ہو سکتی ہے تو میں ستر سے زائد بار استغفار کروں گا۔

راوی کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جنازہ پڑھا دیا۔ جب آپ جنازہ پڑھا کر فارغ ہوئے تو تھوڑی دیر گزری تھی کہ سورۃ براءۃ کی آیات ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّا تَأْتِيكَ بِهِ وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ ۚ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَآ تُوَاوَوْا هُمْ فَسِقُونَ﴾ (۸۴) [53] نازل ہوئیں۔ (ترجمہ: (اے نبی) ان منافقین میں سے اگر کوئی مر جائے تو آپ اس پر کبھی نماز (جنازہ) مت پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔ ان کی موت اس حالت میں آئی ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا تھا اور یہی لوگ فاسق ہیں) جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کی نماز جنازہ ادا کرنے اور ان کے لیے استغفار کرنے سے روک دیا گیا۔

[9]: اللہ برکت والا اور سب سے بہتر پیدا کرنے والا ہے:

امام یحییٰ بن سلام بن ابی ثعلبہ التیمی رحمہ اللہ (ت 200ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: "وَأَفْقَيْتُ رَبِّي، أَوْ وافَقْتُ رَبِّي فِي أَرْبَعٍ، قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ طِينٍ﴾ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ قُلْتُ: تَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عُمَرُ! لَقَدْ خَتَمَهَا اللَّهُ بِمَا قُلْتُ. [54]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنے رب کی چار مقامات پر موافقت کی ہے یا یوں فرمایا کہ میرے رب نے میری تائید فرمائی ہے (ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب) یہ آیات کریمہ ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ طِينٍ﴾ (۱۲) ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ (۱۳) ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظًا فَكَسَوْنَا الْعِظَ

[53] سورۃ التوبہ: 84

[54] تفسیر یحییٰ بن سلام: تفسیر سورۃ المؤمنون، رقم الآيات: 12 تا 14

لَحْمًا ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ ﴿٥٥﴾ تک نازل ہوئی (ترجمہ: ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا، پھر اس کو ایک مضبوط (اور محفوظ) جگہ پر نطفہ بنا کر رکھا، پھر نطفے کا لو تھڑا بنایا، پھر لو تھڑے سے بوٹی بنائی، پھر بوٹی سے ہڈیاں بنائیں اور پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا، پھر نئی صورت میں بنایا۔) تو میں کہا: ﴿فَتَدْبِرُكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخُلُقَيْنِ﴾ بڑی شان ہے اللہ کی جو تمام کاریگروں سے بڑھ کر کاریگری فرمانے والا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! اللہ نے ان آیات کو انہی الفاظ پر ختم فرمایا ہے جیسے آپ نے ذکر کیا ہے۔

فائدہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ان الفاظ کو ادا کرنے سے پہلے یہ الفاظ نازل نہیں ہوئے تھے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نے ادا فرماليے تو اللہ تعالیٰ نے وہ الفاظ بھی نازل فرمادیے۔

اشکال:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دو ارشادات میں تعارض ہے۔ تفصیل یہ ہے کہ پہلے صحیح البخاری کی روایت گزری ہے جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

وَأَفَقْتُ اللَّهَ فِي ثَلَاثٍ أَوْ أَفَقَنِي رَبِّي فِي ثَلَاثٍ. [56]

میں نے تین چیزوں میں اپنے رب کی موافقت کی ہے، یا یوں فرمایا کہ میرے رب نے تین چیزوں میں میری تائید فرمائی ہے۔

اور یہاں یہ فرما رہے ہیں:

"وَأَفَقَنِي رَبِّي، أَوْ وَأَفَقْتُ رَبِّي فِي أَرْبَعٍ."

کہ میں نے اپنے رب کی چار چیزوں میں موافقت کی ہے یا یوں فرمایا کہ میرے رب نے چار چیزوں میں میری تائید فرمائی ہے۔

[55] سورة المؤمنون، رقم الآيات: 12 تا 14

[56] صحیح البخاری: رقم الحدیث 4483

جواب:

ان میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ کیونکہ جہاں تین آیات کا ذکر ہے تو اس کا معنی یہ ہے کہ اس موقع پر تین بیان کی تھیں اس لیے روایت میں تین آیات کا ذکر آگیا ہے اور جہاں چار آیات کا ذکر ہے تو اس کا معنی یہ ہے کہ اس موقع پر چار بیان کی تھیں، اس لیے اس روایت میں چار آیات کا ذکر ہے۔

[10]: گھروں میں داخل ہوتے وقت اجازت مانگنا

امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابی بکر الانصاری القرطبی رحمہ اللہ (ت 671ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

يُرْوَى أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ غُلَامًا مِنَ الْأَنْصَارِ يُقَالُ لَهُ مَذْلُجٌ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ظَهِيرَةً لِيَدْعُوهُ، فَوَجَدَهُ نَائِمًا قَدْ أَغْلَقَ عَلَيْهِ الْبَابَ، فَدَقَّ عَلَيْهِ الْغُلَامُ الْبَابَ فَتَنَادَاهُ، وَدَخَلَ، فَاسْتَيْقِظَ عُمَرُ وَجَلَسَ فَانْكَشَفَ مِنْهُ شَيْئٌ، فَقَالَ عُمَرُ: وَدِدْتُ أَنَّ اللَّهَ نَهَى أَبْنَاءَنَا وَنِسَاءَنَا وَخَدَمَنَا عَنِ الدُّخُولِ عَلَيْنَا فِي هَذِهِ السَّاعَاتِ إِلَّا بِإِذْنٍ، ثُمَّ انْطَلَقَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَهُ هَذِهِ الْآيَةَ قَدْ أُتْرِكَتْ، فَخَرَّ سَاجِدًا شَاكِرًا لِلَّهِ. [57]

ترجمہ: مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری لڑکے مدلج (بن عمرو) رضی اللہ عنہ کو دوپہر کے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بلانے کے لیے بھیجا۔ مدلج نے دیکھا کہ دروازہ بند ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سوئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا، آواز دی اور گھر چلے آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے، بیٹھ گئے اور آپ کے جسم کا کچھ حصہ ظاہر ہو رہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے بیٹوں، ہماری خواتین اور ہمارے خدام کو ان اوقات میں بغیر اجازت کے داخل ہونے سے منع فرمادے۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ کی رائے کے موافق درج ذیل آیت نازل ہو چکی تھی۔ آپ اس پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے سجدہ ریز ہو گئے۔

آیت یہ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنَكُمْ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ۖ مِنْ قَبْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَحِينَ تَضَعُونَ ثِيَابَكُمْ مِنَ الظَّهِيرَةِ وَمِنْ بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ ۚ ثَلَاثُ عَوَرَاتٍ لَكُمْ ۖ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَ هُنَّ ۖ طَوْفُونَ عَلَيْكُمْ بِعُصَىٰ ۖ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ الْآيَاتِ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٥٨﴾﴾ [58]

ترجمہ: اے ایمان والو! جو غلام، لونڈیاں تمہاری ملکیت میں ہیں اور تم میں سے جو بچے ابھی بلوغ تک نہیں پہنچے تو ان کو چاہیے کہ وہ تین اوقات میں (تمہارے پاس آنے کے لیے) تم سے اجازت مانگیں۔ نماز فجر سے پہلے، جب دوپہر کے وقت تم (زائد) کپڑے اتار کر رکھا کرتے ہو، اور نماز عشاء کے بعد۔ یہ تین اوقات تمہارے پردے کے اوقات ہیں۔ ان اوقات کے علاوہ تم پر کوئی تنگی ہے اور نہ ہی ان پر۔ تمہارا ایک دوسرے کے پاس آنا جانا لگا رہتا ہے۔ اللہ اس طرح آیتوں کو تمہارے سامنے کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔ اللہ علم اور حکمت والا ہے۔

[11]: منافقین کے لیے عدم استغفار

امام احمد بن محمد بن ابی بکر بن عبد الملک القسطلانی رحمہ اللہ (ت 923ھ) نقل کرتے ہیں:

وَلَمَّا نَزَلَ ﴿إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ﴾ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: فَلَا زَيْدَنَّ عَلَى السَّبْعِينَ فَأَخَذَ فِي الْإِسْتِغْفَارِ لَهُمْ فَقَالَ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَاللَّهِ لَا يَغْفِرُ اللَّهُ لَهُمْ أَبَدًا أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ فَانْزَلَتْ: ﴿سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ﴾ [59]

ترجمہ: جب قرآن کریم کی آیت ﴿إِسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۖ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ﴾ [60] (ترجمہ: اگر آپ ان کے لیے ستر مرتبہ بھی استغفار کریں تب بھی اللہ انہیں کسی

[58] سورة النور: 58

[59] ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری: ج 7 ص 300 کتاب التفسیر تفسیر سورة الاحزاب

[60] سورة التوبة: 80

صورت نہیں بخشے گا) نازل ہوئی تو اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ستر سے زائد بار ان کے لیے مغفرت طلب کروں گا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے بخشش مانگنا شروع ہوئے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ ان کی کبھی بھی مغفرت نہیں فرمائیں گے چاہے آپ ان کے لیے مغفرت کی دعا مانگیں یا نہ مانگیں۔ چنانچہ اس پر سورۃ المنافقون کی یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۚ لَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ﴾ (۶) [61]

ترجمہ: (اے نبی!) ان کے حق میں دونوں باتیں برابر ہیں، چاہے آپ ان کے لیے مغفرت کی دعا مانگیں یا نہ مانگیں، اللہ ان کی ہر گز مغفرت نہیں فرمائے گا۔ یقیناً اللہ ایسے نافرمانوں کو ہدایت تک نہیں دیتے۔
اشکال: موافقات کی مجموعی تعداد میں تعارض ہے۔ ایک رائے میں پندرہ اور ایک رائے میں بیس ہیں۔

امام احمد بن محمد بن ابی بکر بن عبد الملک القطلانی المصری رحمہ اللہ (ت 923ھ) لکھتے ہیں:

وَقَدْ تَحَصَّلَ مِنْ جُمْلَةِ الْأَخْبَارِ لِعُمَرَ مِنَ الْمَوَافَقَاتِ خَمْسَةَ عَشَرَ. [62]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے موافقات کی مجموعی تعداد پندرہ تک جا پہنچتی ہے۔

اور علامہ جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر السیوطی الشافعی رحمہ اللہ (ت 911ھ) لکھتے ہیں:

مَوَافَقَاتُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: قَدْ أُوصِلَهَا بَعْضُهُمْ إِلَى أَكْثَرِ مِنْ عِشْرِينَ. [63]

ترجمہ: قرآن کریم کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق نازل ہونا۔ بعض حضرات نے ان موافقات کی تعداد بیس تک بھی پہنچائی ہے۔

جواب: چونکہ بعض آیات کے متعلق اتفاق ہے کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق نازل ہوئی ہیں اور بعض میں اختلاف ہے۔ اس لیے شارحین اور محققین کی آراء میں اختلاف پایا ہے۔

[61] سورۃ المنافقون: 6

[62] ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری: ج 7 ص 300 کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ الاحزاب

[63] تاریخ الخلفاء للسیوطی: ص 96

فضائل و اوصاف عمر رضی اللہ عنہ

[1]: ایمان عمر رضی اللہ عنہ کی نبوی شہادت

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الصُّبْحِ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ: بَيْنَنَا رَجُلٌ يَسُوقُ بَقْرَةً إِذْ رَكِبَهَا فَضَرَبَهَا فَقَالَتْ: إِنَّا لَمْ نُخْلَقْ لِهَذَا إِنَّمَا خُلِقْنَا لِلْحَرْثِ فَقَالَ النَّاسُ: سُبْحَانَ اللَّهِ، بَقْرَةٌ تَكَلَّمُ، فَقَالَ: فَإِنِّي أَوْ مِنْ يَهَذَا أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَمَا هُمَا ثُمَّ وَبَيْنَمَا رَجُلٌ فِي عَنَبِهِ إِذْ عَدَا الذِّئْبُ فَذَهَبَ مِنْهَا بِشَاةٍ فَطَلَبَ حَتَّى كَانَهُ اسْتَنْقَذَهَا مِنْهُ فَقَالَ لَهُ الذِّئْبُ: هَذَا اسْتَنْقَذَتْهَا مِنِّي فَمَنْ لَهَا يَوْمَ السَّبْعِ؟ يَوْمَ لَا رَاعِيَ لَهَا غَيْرِي؟ فَقَالَ النَّاسُ: سُبْحَانَ اللَّهِ، ذِئْبٌ يَتَكَلَّمُ، قَالَ: فَإِنِّي أَوْ مِنْ يَهَذَا أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَمَا هُمَا ثُمَّ.

[64]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فجر کی نماز ادا کی، پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ایک شخص بیل کو بانک کر لے جا رہا تھا، پھر وہ اس پر سوار ہو گیا اور اسے مارا۔ اس بیل نے کہا: ہم بیل سواری کے لیے پیدا نہیں کیے گئے بلکہ ہم تو کھیتی باڑی کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔ لوگوں نے کہا: سبحان اللہ! بھلا بیل بھی باتیں کرتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں، ابو بکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) اس پر یقین رکھتے ہیں، حالانکہ اس وقت وہ دونوں وہاں موجود نہ تھے۔

اسی طرح ایک دفعہ ایک شخص اپنی بکریاں چرا رہا تھا کہ اچانک بھیڑیے نے حملہ کیا اور ان میں سے ایک بکری اٹھا کر لے بھاگا۔ چرواہے نے اس کا پیچھا کیا اور اس سے وہ بکری چھڑا لی۔ اس پر بھیڑیے نے اس سے کہا: آج یہ بکری تو نے مجھ سے بچالی ہے لیکن درندوں والے دن اسے کون بچائے گا جس دن میرے علاوہ ان کا اور کوئی چرواہا نہیں ہو گا؟ (مراد قرب قیامت ہے۔ یعنی قرب قیامت میں لوگ اپنے جانوروں کی دیکھ بھال نہ کر پائیں گے اور انہیں بغیر چرواہے کے چھوڑ دیں گے۔ اس وقت بھیڑیوں کو کھلی آزادی مل جائے گی کہ وہ جس جانور پر چاہیں حملہ

کردیں۔ گویا اس وقت ان جانوروں کے چرواہے یہی بھیڑیے ہی ہوں گے (لوگوں نے کہا: سبحان اللہ! بھلا بھیڑیا بھی باتیں کرتا ہے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں، ابو بکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) اس پر یقین رکھتے ہیں، حالانکہ وہ دونوں وہاں موجود نہیں تھے۔

[2]: علم عمر رضی اللہ عنہ کے بارے ایک نبوی خواب

امام ابو بکر محمد بن الحسین بن عبد اللہ الأجرسی رحمہ اللہ (ت 360ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُتِيتُ بِقَدَحٍ مِنْ لَبَنٍ فَشَرِبْتُ مِنْهُ ثُمَّ أُعْطِيتُ فَضْلِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ" قَالُوا: فَمَا أَوْثَقَهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: "الْعِلْمُ".^[65]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے دودھ کا ایک پیالہ دیا گیا، میں نے اس کو پیا اور جو بیچ گیا وہ میں نے عمر بن خطاب کو دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! آپ اس خواب کی تعبیر کیا فرماتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے مراد علم ہے۔

[3]: دانائی عمر رضی اللہ عنہ کے بارے ایک خواب

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ العباسی الکوفی رحمہ اللہ (ت 235ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ مَالِكِ الدَّارِ قَالَ: وَكَانَ خَازِنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى الطَّعَامِ قَالَ: أَصَابَ النَّاسَ قَحْطٌ فِي زَمَنِ عُمَرَ فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! اسْتَسْقِ لِأُمَّتِكَ فَإِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوا فَأَتَى الرَّجُلُ فِي الْمَنَامِ فَقِيلَ لَهُ: اأْتِ عُمَرَ، فَأَقْرِئْهُ السَّلَامَ وَأَخْبِرْهُ أَنَّكُمْ مَسْقِيُونَ، وَقُلْ لَهُ: عَلَيْكَ الْكَيْسُ عَلَيْكَ الْكَيْسُ. فَأَتَى عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَأَخْبَرَهُ فَبَكَى عُمَرُ رَضِيَ

اللَّهُ عَنْهُ ثُمَّ قَالَ: يَا رَبِّ! لَا أَلُو إِلَّا مَا عَجَزْتُ عَنْهُ. [66]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور کے وزیر خوراک حضرت مالک دار فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں لوگ قحط سالی میں مبتلا ہوئے۔ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور پر حاضر ہوا اور عرض کی: یا رسول اللہ! اپنی امت کے لئے دعا فرمائیے کہ اللہ بارش عطا فرمائیں، آپ کی امت قحط سالی کی وجہ سے پریشان ہے۔ اس شخص کو خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: حضرت عمر کے پاس جانا، ان کو میرا سلام کہنا اور انہیں بتانا کہ تمہاری قحط سالی ختم کی جائے گی، ان سے کہنا داناتی اختیار کریں۔ یہ شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور آکر آپ کو ساری صورتحال سے آگاہ کیا جسے سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ پھر فرمانے لگے: اے میرے پروردگار! میں نے کوئی سستی نہیں کی، ہاں جو چیز میرے بس میں نہیں ہوتی تو اس میں میں مجبور ہو جاتا ہوں۔

البدایۃ والنہایۃ کی روایت میں اس واقعہ کے ساتھ مزید وضاحت یہ بھی ہے کہ یہ خواب دیکھنے والے شخص صحابی رسول حضرت بلال بن الحارث المزنی رضی اللہ عنہ تھے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے تھے۔

چنانچہ حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

أَقْبَلَ بِلَالُ بْنُ الْحَارِثِ الْمُزَنِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَاسْتَأْذَنَ عَلَى عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ: أَنَا رَسُولُ رَسُولِ اللَّهِ إِلَيْكَ، يَقُولُ لَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَقَدْ عَهِدْتُكَ كَيْسًا، وَمَا زِلْتُ عَلَى ذِيكَ، فَمَا شَأْنُكَ؟" قَالَ: مَتَى رَأَيْتَ هَذَا؟ قَالَ: الْبَارِحَةَ فَخَرَجَ فَنَادَى فِي النَّاسِ "الْصَّلَاةُ جَامِعَةٌ"، فَصَلَّى بِهِمْ رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ قَامَ فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ! أُنْشِدُكُمْ اللَّهَ هَلْ تَعْلَمُونَ مِنِّي أَمْرًا غَيْرُهُ خَيْرٌ مِنْهُ؟ فَقَالُوا: أَلَلَّهُمَّ لَا، فَقَالَ: إِنَّ بِلَالَ بْنَ الْحَارِثِ يَزْعُمُ ذِيَةً وَذِيَّةً. قَالُوا: صَدَقَ بِلَالُ

فَاسْتَعِثْ بِاللَّهِ. [67]

ترجمہ: حضرت بلال بن حارث المزنی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے اور ملاقات کی اجازت چاہی۔ عرض کیا کہ میں آپ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام لایا ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا ہے کہ میں نے تمہیں عاقل و دانا ہی پایا ہے اور تم دانشمندی پر ہی رہے ہو لیکن (اب) تمہارا کیا حال ہو گیا ہے؟ (یعنی دانشمندی پر قائم رہنے کے باوجود یہ حال کیوں ہے؟ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے احوال کا جائزہ لینے کی طرف متوجہ فرمایا ہے۔) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یہ خواب آپ نے کب دیکھا؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے کہ گزشتہ رات۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے اور ”الصَّلَاةَ جَامِعَةً“ فرمایا (یعنی آواز دے کر لوگوں کو نماز کے لیے جمع فرمایا)۔ پھر انہیں دو رکعت نماز پڑھائی، پھر کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے لوگو! میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ مجھے بتاؤ کہ کیا تم میرے طرزِ عمل کے علاوہ کسی اور طرزِ عمل کو جو اس سے بہتر ہو؛ جانتے ہو؟ لوگوں نے کہا: اللہ کی قسم! نہیں۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بلال بن حارث تو ایسا ایسا کہتا ہے (یعنی حضرت بلال کا کہنا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے احوال کا جائزہ لینے کا فرمایا ہے)۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: بلال سچ کہتے ہیں (یعنی آپ غور و فکر کریں، اور اس قحط کو دور کرنے کے اسباب کی طرف متوجہ ہوں جن میں سے ایک سبب خدا کی طرف متوجہ ہونا ہے)۔ اس لیے آپ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کریں۔

[4]: رسول اللہ ﷺ کے سمع و بصر

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَنْطَلٍ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ

فَقَالَ: هَذَا السَّمْعُ وَالْبَصَرُ. [68]

[67] البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج 7 ص 104

[68] سنن الترمذی: رقم الحدیث 3671

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن خطاب رحمہ اللہ سے (مرسلاً) مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ یہ دونوں (میرے لیے) کان اور آنکھیں ہیں (یعنی معتمد خاص ہیں)۔
[5]: عمر رضی اللہ عنہ... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا وَلَهُ وَزِيرَانِ مِنَ أَهْلِ السَّمَاءِ وَوَزِيرَانِ مِنَ أَهْلِ الْأَرْضِ فَأَمَّا وَزِيرَايَ مِنَ أَهْلِ السَّمَاءِ فَجِبْرِيلُ وَمِيكَائِيلُ وَأَمَّا وَزِيرَايَ مِنَ أَهْلِ الْأَرْضِ فَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ. [69]

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے لئے دو وزیر آسمان والوں میں سے اور دو وزیر زمین والوں میں سے ہوتے ہیں۔ آسمان والوں میں سے میرے دو وزیر جبریل و میکائیل جبکہ زمین والوں میں سے میرے دو وزیر ابو بکر و عمر ہیں۔

[6]: مزاج شناس نبوت

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَشْيَاءَ كَرِهَهَا فَلَمَّا أُكْثِرَ عَلَيْهِ غَضَبٌ ثُمَّ قَالَ لِلنَّاسِ: سَلُونِي عَمَّا شِئْتُمْ! قَالَ رَجُلٌ: مَنْ أَنِي؟ قَالَ: أَبُوكَ حَذَافَةٌ، فَقَامَ آخَرُ فَقَالَ: مَنْ أَنِي يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ فَقَالَ: أَبُوكَ سَالِمٌ مَوْلَى شَيْبَةَ، فَلَمَّا رَأَى عُمَرُ مَا فِي وَجْهِهِ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّا نَتُوبُ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ. [70]

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ (اشعری) رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی باتیں دریافت کی گئی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بُری لگیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ سوالات کیے گئے تو

[69] سنن الترمذی: رقم الحدیث 3680

[70] صحیح البخاری: رقم الحدیث 92

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سخت ناراض ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھا، تو پھر جو پوچھنا ہے پوچھ لو۔ ایک شخص نے دریافت کیا: میرا باپ کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا باپ حذافہ ہے۔ دوسرا شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا: میرا باپ کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا باپ سالم ہے جو شبہ کا غلام ہے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کے غصہ کے آثار دیکھے تو عرض کی: یا رسول اللہ! ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرتے ہیں۔

[7]: عمر رضی اللہ عنہ کا رعب و دبدبہ

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: اسْتَأْذَنَ عُمَرُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ نِسْوَةٌ مِنْ قُرَيْشٍ يُكَلِّمْنَهُ وَيَسْتَكْثِرْنَ عَالِيَةً أَصَوَاتُهُنَّ عَلَى صَوْتِهِ فَلَمَّا اسْتَأْذَنَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قُمْنَ فَبَادَرْنَ الْحِجَابَ فَأَذِنَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ عُمَرُ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضْحَكُ فَقَالَ عُمَرُ: أَضْحَكَ اللَّهُ سِتْنَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَجِبْتُ مِنْ هَؤُلَاءِ اللَّاتِي كُنَّ عِنْدِي فَلَمَّا سَمِعْنَ صَوْتَكَ ابْتَدَرْنَ الْحِجَابَ، قَالَ عُمَرُ: فَأَنْتَ أَحَقُّ أَنْ يَهْبَنَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! ثُمَّ قَالَ عُمَرُ: يَا عَدَوَاتِ الْفُسْهِنِ! أَتَهْبِنَنِي وَلَا تَهْبَنَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقُلْنَ: نَعَمْ أَنْتَ أَفْظُ وَأَغْلَطُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِيهَآ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ! وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا لَقَيْكَ الشَّيْطَانُ سَالِكًا فَجًّا قَطُّ إِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ. [71]

ترجمہ: محمد بن سعد بن ابی وقاص اپنے والد (حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے) روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کی کئی بیویاں جو قریش سے تعلق رکھتی تھیں؛ آپ

سے نان و نفقہ میں اضافے کا تقاضا کر رہی تھیں اور اونچی آواز میں باتیں کر رہی تھیں۔ جب عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت چاہی تو وہ جلدی سے بھاگ کر پردے کے پیچھے چلی گئیں۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دی اور وہ داخل ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مسکرا رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے ان پر حیرت ہوئی، جو ابھی میرے پاس تقاضا کر رہی تھیں، جب انہوں نے تمہاری آواز سنی تو فوراً بھاگ کر پردے کے پیچھے چلی گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ اس کے زیادہ مستحق ہیں کہ آپ سے ڈرا جائے۔ پھر ان عورتوں کو مخاطب کر کے فرمایا: اپنی جانوں کی دشمن! مجھ سے تو تم ڈرتی ہو لیکن اللہ کے رسول سے نہیں ڈرتیں۔ انہوں نے عرض کیا: آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ سخت ہیں۔

اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں اے ابن خطاب! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اگر شیطان بھی تمہیں راستے پر آتا ہوا دیکھے گا تو تمہارا راستہ چھوڑ کر کسی دوسرے راستے پر چلا جائے گا۔

[8]: غضب باعث عزت، خوشی باعث عدل

امام ابو بکر محمد بن الحسین بن عبد اللہ الآجری البغدادی رحمہ اللہ (ت 360ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ جَبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَقْرِئْ عُمَرَ السَّلَامَ وَأَخْبِرْهُ أَنَّ غَضَبَهُ عِزٌّ وَرِضَاكَ عَذْلٌ. [72]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبریل امین علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کی کہ آپ عمر کو سلام کہیں اور انہیں اس بات کی خبر بھی دیں کہ ان کا غیظ و غضب (دین کے لیے باعث) عزت ہے اور ان کا خوش ہونا عدل ہے۔

[9]: اوصافِ فاروقی بزبانِ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل البغدادی رحمہ اللہ (ت 241ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ: خَطَبَنَا عَلِيٌّ يَوْمًا فَقَالَ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا؟ أَبُو بَكْرٍ، ثُمَّ قَالَ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا، وَبَعْدَ أَبِي بَكْرٍ؟ عُمَرُ.^[73]

ترجمہ: حضرت ابو جحیفہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: کیا میں آپ کو یہ نہ بتاؤں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت کا بہترین انسان کون ہے؟ (سنو) وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ کیا میں آپ کو یہ نہ بتاؤں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد اس امت کا بہترین انسان کون ہے؟ (سنو) وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔

[10]: اوصافِ فاروقی بزبانِ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

امام ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل البغدادی رحمہ اللہ (ت 241ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: قَالَ أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ذَاتَ يَوْمٍ أَوْ لَيْلَةٍ: إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ إِسْلَامُهُ عِزًّا، وَكَانَتْ إِمَارَتُهُ فَتْحًا، وَكَانَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ مَلَكٌ يُسَدِّدُهُ، وَكَانَ الْفَارُوقُ فَرَّقَ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ، وَنَزَلَ الْقُرْآنُ بِتَصْدِيقِ رَأْيِهِ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي سُكَيْمٍ، يُقَالُ لَهُ حَرَمِيٌّ: كَانَ أَبُو بَكْرٍ خَيْرًا مِنْهُ، فَأَعَادَ أَبُو مُوسَى الْقَوْلَ، فَقَالَ السُّكَيْمِيُّ مِثْلَ مَقَالَتِهِ ثَلَاثًا، فَلَمَّا قَفَلُوا صَارَ إِلَى عُمَرَ فَقَصَّ عَلَيْهِ الْقِصَّةَ، فَقَالَ عُمَرُ: لَيْلَةٌ مِنْ أَبِي بَكْرٍ خَيْرٌ مِنْ عُمَرَ الدَّهْرَ كُلَّهُ، وَلَيَوْمٌ مِنْ أَبِي بَكْرٍ خَيْرٌ مِنْ عُمَرَ الدَّهْرَ كُلَّهُ، أَمَّا يَوْمُهُ فَيَوْمُ ازْدَادَتِ الْعَرَبُ، وَأَمَّا لَيْلَتُهُ فَلَيْلَةُ الْغَارِ، حِينَ وَفَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَفْسِهِ.^[74]

ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ (دن یا رات کے وقت) حضرت ابو موسیٰ

[73] فضائل الصحابة للاحمد بن حنبل: ص 369 باب خير هذه الامة بعد نبيها، رقم الحديث 399

[74] فضائل الصحابة للاحمد بن حنبل: ص 355 اسلام عمر بن الخطاب، رقم الحديث 381

اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا باعثِ عزت ہے، ان کا امیر (خلیفہ) ہونا فتح کی نشانی ہے، آپ رضی اللہ عنہ کی دونوں آنکھوں کے درمیان (پیشانی میں) ایک فرشتہ ہوتا تھا جو آپ کی رہنمائی کرتا تھا (آپ کو فاروق اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ) آپ رضی اللہ عنہ نے حق اور باطل کے درمیان فرق کو واضح کیا، قرآن کریم نے آپ کی رائے کی تائید کی، بنی سلیم کے حرمی نامی ایک شخص نے کہا: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بہتر ہیں۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے اس بات کو دہرایا۔ اس سلمیٰ شخص نے اپنی بات (حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ؛ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بہتر ہیں) کو تین بار کہا۔ جب لوگ واپس لوٹے تو حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور سارا واقعہ انہیں بتایا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ایک رات؛ عمر کی ساری زندگی سے بہتر ہے اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ایک دن؛ عمر کی ساری زندگی سے بہتر ہے۔ دن وہ ہے کہ جب (وفاتِ نبوی کے وقت اسلام کا اظہار کرنے والے بعض) عرب لوگ مرتد ہوئے، اور رات (ہجرت والی) غار کی رات ہے جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت فرمائی۔

[11]: عمر رضی اللہ عنہ اسلام کا تالا

امام ابو بکر محمد بن الحسین بن عبد اللہ الآجری رحمہ اللہ (ت 360ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: بَيْنَمَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ اخِذَا يَبِيدَ أَبِي ذَرٍّ رَحِمَهُ اللَّهُ إِذْ غَمَزَهَا فَقَالَ لَهُ أَبُو ذَرٍّ: مَهْ يَا قُفْلَ الْإِسْلَامِ! أَوْجَعْتَنِي فَقَالَ: مَا هَذَا يَا أَبَا ذَرٍّ؟ فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! تَذْكُرُ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا؟ يُذَكِّرُكَ إِذْ أَقْبَلْتَ فَأَشْرَفْتَ عَلَى الْوَادِي، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَنْ تُصِيبَكُمْ فِتْنَةٌ مَا كَانَ هَذَا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ فَأَنْتُمْ قُفْلُ الْإِسْلَامِ يَا عُمَرُ!" [75]

ترجمہ: حضرت حسن رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے (کسی بات پر) حضرت ابوذر کا ہاتھ پکڑا اور اسے جھٹکا سادیا۔ تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: رک جائیے اے اسلام

کے تالے (یعنی محافظ)! آپ کے جھکادینے سے مجھے درد محسوس ہو رہا ہے۔ (یعنی آپ اسلام کے محافظ ہیں تو مجھے آپ سے تکلیف نہیں پہنچنی چاہیے)۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابوذر! آپ نے مجھے اسلام کا تالا کیسے کہا؟ ابوذر نے عرض کی: اے امیر المؤمنین! کیا آپ کو فلاں دن یاد ہے؟ چنانچہ حضرت ابوذر نے اس دن کا ذکر کیا (اور حضرت عمر سے کہا) کہ جب آپ آگے بڑھے اور اس وادی پر نظر ڈالنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک یہ (عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ) تمہارے درمیان موجود ہے تو تم فتنہ میں مبتلا نہیں ہو سکتے۔ اے عمر! آپ اسلام کا تالا ہیں۔

[12]: عمر رضی اللہ عنہ... جنتی ہیں

امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل البغدادی رحمہ اللہ (ت 241ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْحَابَهُ: مَنْ أَصْبَحَ صَائِمًا الْيَوْمَ؟ قَالَ عُمَرُ: أَنَا. قَالَ: فَمَنْ تَصَدَّقَ الْيَوْمَ؟ قَالَ عُمَرُ: أَنَا. قَالَ: فَمَنْ عَادَ مَرِيضًا؟ قَالَ عُمَرُ: أَنَا. قَالَ: فَمَنْ شَبَّعَ جَنَازَةً؟ قَالَ عُمَرُ: أَنَا. قَالَ: "وَجَبَتْ لَكَ" يَعْنِي الْجَنَّةَ. [76]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا: آج کس نے جنازہ پڑھا ہے؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: آج کس نے کسی مریض کی تیمارداری کی ہے؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: آج کس نے صدقہ کیا ہے؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج کون روزے سے رہا؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واجب ہوگئی، واجب ہوگئی۔ (یعنی عمر رضی اللہ عنہ کے لئے جنت واجب

ہوگئی)

[13]: اہل جنت کا چراغ

امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل البغدادی رحمہ اللہ (ت 241ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ سِرَاجُ أَهْلِ الْجَنَّةِ. [77]

ترجمہ: ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمر بن الخطاب؛ اہل جنت کا چراغ ہے۔

[14]: فضائل عمر رضی اللہ عنہ کو بیان کرنے کے لیے عمر نوح چاہیے

امام ابو بکر محمد بن الحسین بن عبد اللہ الآجری رحمہ اللہ (ت 360ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَمَارِ بْنِ يَاسِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَمَارُ! أَتَانِي جَبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنْفَا فَقُلْتُ: يَا جَبْرِيلُ! حَدِّثْنِي بِفَضَائِلِ عُمَرَ فِي السَّاءِ فَقَالَ لِي: لَوْ كَبِثْتُ مَا كَبِثَ نُوْحٌ فِي قَوْمِهِ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا مَا نَفَدْتُ فَضَائِلَ عُمَرَ. [78]

ترجمہ: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمار!

ابھی میرے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے تھے۔ میں نے پوچھا: اے جبریل! مجھے یہ بتائیے کہ آسمانوں میں

حضرت عمر کے فضائل کون سے بیان ہوتے ہیں؟ حضرت جبریل مجھ سے کہنے لگے: (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے

فضائل اتنے زیادہ ہیں کہ) اگر میں آپ کے پاس عمر نوح کے برابر بھی ٹھہرا ہوں تو بھی حضرت عمر کے فضائل ختم

نہیں ہوں گے۔

[77] فضائل الصحابة للاحمد بن حنبل: ص 523 من فضائل عمر بن الخطاب رقم الحديث 677

[78] الشريعة للآجری: ص 512 الرقم 1451

استخلافِ ابی بکر رضی اللہ عنہ میں نمایاں کردار

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

وَاجْتَمَعَتِ الْأَنْصَارُ إِلَى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ فَقَالُوا: مِنَّا أَمِيرٌ وَمِنْكُمْ أَمِيرٌ فَذَهَبَ إِلَيْهِمْ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَأَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ فَذَهَبَ عُمَرُ يَتَكَلَّمُ فَأَسْكَنَهُ أَبُو بَكْرٍ وَكَانَ عُمَرُ يَقُولُ: وَاللَّهِ مَا أَرَدْتُ بِذَلِكَ إِلَّا أَنِّي قَدْ هَيَّأْتُ كَلَامًا قَدْ أَعْجَبَنِي خَشِيتُ أَنْ لَا يَبْلُغَهُ أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ تَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ فَتَكَلَّمَ أَبْلَغَ النَّاسِ فَقَالَ فِي كَلَامِهِ: نَحْنُ الْأَمْرَاءُ وَأَنْتُمْ الْوُزَرَاءُ فَقَالَ حُبَابُ بْنُ الْمُنْذِرِ: لَا وَاللَّهِ لَا نَفْعَ لَنَا مِنْكُمْ أَمِيرٌ وَمِنْكُمْ أَمِيرٌ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: لَا وَلَكِنَّا الْأَمْرَاءُ وَأَنْتُمْ الْوُزَرَاءُ هُمْ أَوْسَطُ الْعَرَبِ دَارًا وَأَعْرَبُهُمْ أَحْسَابًا فَبَايَعُوا عُمَرَ أَوْ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ فَقَالَ عُمَرُ: بَلْ نُبَايِعُكَ أَنْتَ فَأَنْتَ سَيِّدُنَا وَخَيْرُنَا وَأَحَبُّنَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذَ عُمَرُ بِيَدِهِ فَبَايَعَهُ وَبَايَعَهُ النَّاسُ. [79]

ترجمہ: سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاں جمع ہوئے اور کہنے لگے کہ ایک امیر ہم (انصار) میں سے ہو جائے اور دوسرا تم (مہاجرین) میں سے ہو جائے (تاکہ دونوں باہمی معاونت سے امر خلافت کو بہتر سے بہتر چلا سکیں)۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر، عمر بن خطاب اور ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم بھی اس مجلس میں پہنچ گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گفتگو کرنی چاہی لیکن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انہیں خاموش رہنے کے لیے کہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کی قسم! میں نے ایسا صرف اس لیے کیا تھا کیونکہ میں نے پہلے سے ایک تقریر کا مضمون سوچا ہوا تھا جو مجھے بہت پسند تھی۔ مجھے ڈر تھا کہ ابو بکر اس کو نہیں پہنچ سکیں گے لیکن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انتہائی بلاغت کے ساتھ بات شروع کی۔ انہوں نے اپنی تقریر میں کہا کہ ہم قریش امراء ہیں اور تم انصار و وزراء ہو۔

اس پر حباب بن منذر انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم ایسا کیسے ہونے دیں گے، ایک امیر ہم میں سے ہو گا اور ایک امیر آپ میں سے ہو گا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، ہم امراء ہیں اور آپ انصار وزراء ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ قریش کے لوگ سارے عرب میں معزز اور شریف خاندان کے طور پر معروف و مشہور ہیں اور ان کا علاقہ (مکہ مکرمہ) عرب کے درمیان میں ہے۔ اب تمہیں اس کا مکمل اختیار ہے کہ چاہو تو عمر بن خطاب کی بیعت کر لو یا ابو عبیدہ بن جراح کی بیعت کر لو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے) کہا: نہیں، آپ ہمارے سردار ہیں، ہم سب سے بہتر انسان آپ ہیں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی آپ ہی ہم سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ پھر باقی لوگوں نے بھی بیعت کی۔

انصار کی آمادگی:

حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن خطیب ابی حفص عمر بن کثیر الدمشقی الشافعی رحمہ اللہ (ت 774ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قُبِضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاجْتَمَعَ النَّاسُ فِي دَارِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ وَفِيهِمْ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ قَالَ: فَقَامَ خَطِيبُ الْأَنْصَارِ فَقَالَ: أَتَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ، وَخَلِيفَتُهُ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ، وَنَحْنُ كُنَّا أَنْصَارَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَنَحْنُ أَنْصَارُ خَلِيفَتِهِ كَمَا كُنَّا أَنْصَارَهُ قَالَ: فَقَامَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ: صَدَقَ قَائِلُكُمْ أَمَّا لَوْ قُلْتُمْ عَلَى غَيْرِ هَذَا لَمْ نَتَابِعْكُمْ. [80]

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر میں جمع ہوئے۔ ان میں ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے۔ انصار کے خطیب (حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ) کھڑے ہوئے اور

[80] البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج 3 ص 261 اعتراف سعد بن عبادۃ بصحة ما قاله الصديق

فرمایا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی مہاجر تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ بھی مہاجرین میں سے ہوں گے۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار و مددگار رہے ہیں اور ان کے خلیفہ کے بھی مددگار رہیں گے۔ راوی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر فرمایا: تمہارے خطیب نے سچ فرمایا ہے۔ اگر تم اس حقیقت کے علاوہ کسی اور نظریے کے قائل ہوتے تو ہم تمہاری بات نہ مانتے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان:

حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا قُبِضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ الْأَنْصَارُ: مِمَّنَّا أَمِيرٌ وَمِنْكُمْ أَمِيرٌ، فَأَتَاهُمْ عُمَرُ فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ! أَلَسْتُمْ تَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَمَرَ أَبَا بَكْرٍ أَنْ يُؤَمَّرَ النَّاسَ فَأَيُّكُمْ تَطِيبُ نَفْسُهُ أَنْ يَتَقَدَّمَ أَبَا بَكْرٍ فَقَالَتْ الْأَنْصَارُ: نَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ نَتَقَدَّمَ أَبَا بَكْرٍ. [81]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو انصار نے اپنا موقف یہ پیش کیا کہ ایک امیر ہم انصار میں سے ہو جائے اور ایک امیر تم مہاجرین میں سے ہو جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا کہ اے انصار! آپ کو معلوم ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ ابو بکر لوگوں کی امامت کریں۔ تم میں سے کون ہے جو ابو بکر رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھنا چاہتا ہے؟ انصار نے کہا کہ اللہ کی پناہ! ہم ابو بکر (رضی اللہ عنہ) سے آگے کیسے بڑھ سکتے ہیں؟

فائدہ: مذکورہ گفتگو سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ انصار؛ امر خلافت میں رضا کارانہ تعاون کی پیش کش کر رہے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تجویز:

امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب النسائی رحمہ اللہ (ت 303ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: سَيُفَانِ فِي غَمْدٍ وَاحِدٍ إِذَا لَا يَصْلُحَانِ، ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِ أَبِي بَكْرٍ، فَقَالَ: مَنْ لَهُ هَذِهِ الثَّلَاثُ؟ «إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ "مَنْ صَاحِبُهُ؟" إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ "مَنْ هُمَا؟" لَا تَحْزَنُ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا" مَعَ مَنْ؟ ثُمَّ بَايَعَهُ، ثُمَّ قَالَ: بَايَعُوا فَبَايَعَ النَّاسُ أَحْسَنَ بَيْعَةٍ وَأَجْمَلَهَا.» [82]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک نیام میں دو تلواریں نہیں سما سکتیں (یعنی ایک وقت میں دو خلیفہ نہیں ہو سکتے)۔ پھر انہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا:

کون ہے جس میں یہ تین فضیلتیں جمع ہیں؟

1: (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) ﴿إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ﴾ کہ جب رسول اللہ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے۔ تو بتاؤ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھی کون تھا؟

2: (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) ﴿إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ﴾ کہ جس وقت وہ دونوں غار میں تھے۔ تو بتاؤ! یہ دونوں کون تھے؟

3: (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) ﴿لَا تَحْزَنُ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا﴾ کہ آپ غم نہ کریں، اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ تو بتاؤ! اللہ تعالیٰ کن افراد کے ساتھ تھا؟

بیعت خاصہ میں انصار کی سبقت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ آپ اپنا ہاتھ آگے بڑھائیں تاکہ ہم آپ کی بیعت کر سکیں۔ حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہما بھی اس مقصد کے لیے تیاری کر رہے تھے کہ حضرت بشیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر سب سے پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ ان کے بعد بالترتیب حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہما نے بیعت کی۔

پھر ہر طرف سے مہاجرین و انصار بیعت کے لیے اٹھنے چلے آئے۔ یہ بیعت خاصہ تھی۔
بیعت عامہ:

دوسرے دن مسجد نبوی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا جس میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کے بارے میں دلائل سے لوگوں کو قائل فرمایا۔

حافظ عماد الدین اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) روایت نقل کرتے ہیں:
عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَمِعْتُ عُمَرَ يَقُولُ يَوْمَئِذٍ لَأَيُّ بَكْرٍ: إِصْعَدِ الْمُنْبَرِ فَكَلِّمْ
يَزُلْ بِهِ حَتَّى صَعِدَ الْمُنْبَرِ فَبَايَعَهُ عَامَّةُ النَّاسِ. [83]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت والے دن میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اے ابو بکر منبر پر تشریف لائیں (تاکہ لوگ آپ کے ہاتھ پر بیعت کر سکیں)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اصرار فرماتے رہے یہاں تک کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ پھر عوام الناس نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔

حافظ عماد الدین اسماعیل بن خطیب ابی حفص عمر بن کثیر الدمشقی الشافعی رحمہ اللہ (ت 774ھ) نقل کرتے ہیں:

وَأَخَذَ بِيَدِ أَبِي بَكْرٍ وَقَالَ: هَذَا صَاحِبُكُمْ فَبَايَعُوهُ فَبَايَعَهُ عُمَرُ، وَبَايَعَهُ الْمُهَاجِرُونَ
وَالْأَنْصَارُ. [84]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ یہ تمہارے امیر ہیں، ان کی بیعت کرو۔ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیعت کی۔ اس کے بعد مہاجرین و انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی بیعت کی۔

[83] البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج 3 ص 260 اعتراف سعد بن عبادۃ بصحة ما قاله الصديق

[84] البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج 3 ص 261 اعتراف سعد بن عبادۃ بصحة ما قاله الصديق

عہد صدیقی میں

جمع قرآن کی تحریک:

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أُرْسِلَ إِلَيَّ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَقْتَلِ أَهْلِ الْيَمَامَةِ فَإِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عِنْدَهُ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: إِنَّ عُمَرَ أَتَانِي فَقَالَ إِنَّ الْقَتْلَ قَدْ اسْتَحَرَّ يَوْمَ الْيَمَامَةِ بِقُرْآنِ الْقُرْآنِ وَإِنِّي أَخْشَى أَنْ يَسْتَحِرَّ الْقَتْلُ بِالْقُرْآنِ بِالْمَوَاطِنِ فَيَذْهَبَ كَثِيرٌ مِنَ الْقُرْآنِ وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَأْمُرَ بِجَمْعِ الْقُرْآنِ. قُلْتُ لِعُمَرَ: كَيْفَ تَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ عُمَرُ: هَذَا وَاللَّهِ خَيْرٌ. فَلَمْ يَزَلْ عُمَرُ يُرَاجِعُنِي حَتَّى شَرَحَ اللَّهُ صَدْرِي لِذَلِكَ وَرَأَيْتُ فِي ذَلِكَ الَّذِي رَأَى عُمَرُ. قَالَ زَيْدٌ: قَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: إِنَّكَ رَجُلٌ شَابٌّ عَاقِلٌ لَا نَتَهَمُكَ وَقَدْ كُنْتَ تَكْتُبُ الْوَحْيَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَتَّبِعِ الْقُرْآنَ فَاجْمَعْهُ. فَوَاللَّهِ لَوْ كَلَّفُونِي نَقْلَ جَبَلٍ مِنَ الْجِبَالِ مَا كَانَ أَثْقَلَ عَلَيَّ مِمَّا أَمَرَنِي بِهِ مِنْ جَمْعِ الْقُرْآنِ قُلْتُ: كَيْفَ تَفْعَلُونَ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: هُوَ وَاللَّهِ خَيْرٌ فَلَمْ يَزَلْ أَبُو بَكْرٍ يُرَاجِعُنِي حَتَّى شَرَحَ اللَّهُ صَدْرِي لِلَّذِي شَرَحَ لَهُ صَدْرُ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَتَتَّبَعْتُ الْقُرْآنَ أَجْمَعَهُ مِنَ الْعُسْبِ وَاللِّخَافِ وَصُدُورِ الرِّجَالِ الْخ. [85]

ترجمہ: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ یمامہ کے بعد مجھے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بلایا۔ جب میں ان کے پاس پہنچا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ: عمر میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا کہ یمامہ کی جنگ میں بہت سارے حفاظ شہید ہو گئے ہیں، مجھے ڈر ہے کہ اگر ایسے ہی جنگوں میں حفاظ شہید ہوتے رہے تو قرآن مجید کا بہت سارا حصہ ان کے سینوں ہی

میں چلا جائے گا؛ اس لئے میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآن کریم کو ایک جگہ جمع کرنے کا حکم دے دیں۔ میں نے عمر سے کہا کہ جو کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا وہ ہم کیسے کریں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: خدا کی قسم! اس میں خیر ہی خیر ہے۔ یہ مجھ سے اصرار کرتے رہے۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ بھی اس کام کے لیے کھول دیا اور اب میری رائے بھی یہی ہے جو عمر رضی اللہ عنہ کی ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: تم نوجوان بھی ہو، سمجھدار بھی ہو، عادل بھی ہو، ہمیں تم سے کوئی بدگمانی نہیں ہے اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبِ وحی بھی رہے ہو۔ لہذا تم قرآن کریم کی آیات کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تلاش کرو اور ان کو جمع کرو۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! اگر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مجھے کسی پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم فرماتے تو یہ میرے لیے قرآن کریم جمع کرنے سے زیادہ آسان تھا۔

حضرت زید: آپ حضرات ایسا کام کیوں کرتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا؟

حضرت ابو بکر: قسم بخدا! یہ تو اچھا ہی کام ہے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اس بارے میں مسلسل مجھ سے اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی طرح اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ بھی اس کام کے لیے کھول دیا۔ چنانچہ میں نے قرآن کریم کے اجزاء کو تلاش کرنا شروع کیا اور اسے کھجور کی شاخوں، باریک سفید پتھروں اور لوگوں کے سینوں سے اکٹھا کر کے ایک جگہ جمع کر دیا۔

مال غنیمت کی تملیک و تقسیم کا مسئلہ:

امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل البغدادی رحمہ اللہ (ت 241ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ نَافِعٍ قَالَ: أَنَّ الزُّبَيْرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَرْجَسٍ طَلَبَا إِلَى أَبِي بَكْرٍ أَنْ يَقْطَعَهُمَا، فَأَقْطَعَهُمَا وَكَتَبَ لَهُمَا كِتَابًا، فَقَالَ لَهُمَا عُثْمَانُ: أَشْهَدَا عُمَرَ فَإِنَّهُ الْخَلِيفَةُ بَعْدَهُ، وَهُوَ أَجْوَزُ لَأَمْرِكُمَا، فَأَتَيَا عُمَرَ بِالْكِتَابِ، فَلَمَّا نَظَرَ فِيهِ بَزَقَ فِيهِ ثُمَّ ضَرَبَ بِهِ وَجُوهَهُمَا ثُمَّ قَالَ: لَا، وَلَا نَعْمَةَ عَيْنٍ، اللَّهُ لَتَفْلُقَنَّ وَجُوهَ الْمُسْلِمِينَ بِالسُّيُوفِ وَالْحِجَارَةِ ثُمَّ لَنَكْتُبَنَّ لَكُمْ لِفَيْئِهِمْ، فَجَعَا إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَقَالَا:

وَاللّٰهُ مَا تَدْرِيْ اَنْتَ الْخَلِيْفَةُ اَمْ عُمَرُ؟ قَالَ: وَمَا ذَاكَ؟ فَاحْبَرَاهُ بِالَّذِيْ صَنَعَ، فَقَالَ: وَاِنَّا لَا نُجِيزُ اِلَّا مَا اَجَازَهُ عُمَرُ. [86]

ترجمہ: حضرت نافع سے مروی ہے کہ حضرت زبرقان بن بدر اور حضرت اقرع بن حابس دونوں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور زمین کی جاگیر کا مطالبہ کیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان کو جاگیر دے دی اور ساتھ تحریر بھی لکھ دی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ آپ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو گواہ بنا لو کیونکہ (میرا وجد ان یہی کہتا ہے کہ) ان کے بعد وہی خلیفہ ہوں گے اور وہ تمہارے کام کے جواز کے زیادہ حقدار ہیں، دونوں حضرات تحریر لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے آپ رضی اللہ عنہ نے جب تحریر کو دیکھا تو اس پر غصے سے تھوک (کر اسے مٹا) دیا اور ان کے چہرے پر مارا، پھر فرمایا: تمہیں یہ زمین نہیں ملے گی، اور نہ ہی تم (اس مطالبے میں) عزت کے حقدار ہو۔ خدا کی قسم! تم مسلمانوں کے چہروں کو تلواروں اور پتھروں سے کاٹ دو اور پھر ہم ان کے مال غنیمت کو تمہارے لیے لکھ دیں؟ (ایسا نہیں ہو گا) وہ دونوں؛ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے: بخدا، ہمیں معلوم نہیں کہ خلیفہ آپ ہیں یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا ہوا؟ انہوں نے سارا واقعہ بتا دیا جو ان کے ساتھ ہوا۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم بھی اسی چیز کی اجازت دیں گے جس کی حضرت عمر اجازت دیں گے۔

فائدہ:

حضرت زبرقان بن بدر اور حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہما؛ دونوں کا تعلق بنو تمیم سے تھا۔ دونوں سن 9 ہجری میں بارگاہ نبوت میں ایک وفد میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہوئے۔ قبول اسلام کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبرقان بن بدر رضی اللہ عنہ کو بنو تمیم کا سردار بنایا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں یہ اس عہدہ پر فائز رہے۔ حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ بنو تمیم کے شرفاء میں شمار کیے جاتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں انہیں غزوات میں شرکت کا موقع نہ ملا لیکن اس کی

تلافی انہوں نے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے دور میں کی۔ چنانچہ عہد صدیقی کی مشہور جنگ یمامہ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے بعض معرکوں میں بھی آپ بطور امیر شریک رہے۔

حدیث مذکور میں ان دونوں حضرات کی طرف سے جن زمینوں کا مطالبہ کیا گیا تھا اس سے مراد وہ زمینیں ہیں جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں فتوحات کے نتیجے میں مسلمانوں کو حاصل ہوئیں۔

استخلافِ عمر رضی اللہ عنہ:

امام ابوالحسن عز الدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) روایت نقل کرتے ہیں۔

إِنَّ أَبَا بَكْرٍ أَحْضَرَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ خَالِيًا لِيَكْتُبَ عَهْدَ عُمَرَ، فَقَالَ لَهُ: اكْتُبْ: "بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، هَذَا مَا عَهْدَ أَبِي بَكْرٍ بِنِ أَبِي قُحَافَةَ إِلَى الْمُسْلِمِينَ، أَمَّا بَعْدُ!" ثُمَّ أُغْبِيَ عَلَيْهِ فَكَتَبَ عُثْمَانُ: "أَمَّا بَعْدُ، فَإِنِّي قَدْ اسْتَخْلَفْتُ عَلَيْكُمْ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَلَكُمْ أَلْكُمُ خَيْرًا ثُمَّ أَفَاقَ أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ: اقْرَأْ عَلَيَّ. فَقَرَأَ عَلَيْهِ، فَكَتَبَ أَبُو بَكْرٍ وَقَالَ: أَرَأَيْكَ خِفْتُ أَنْ يَخْتَلِفَ النَّاسُ إِنْ مِتُّ فِي غَشِيَّتِي. قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: جَزَاكَ اللَّهُ خَيْرًا عَنِ الْإِسْلَامِ وَأَهْلِهِ." [87]

ترجمہ: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ (کی بیماری شدت اختیار کر گئی تو اپنے بعد خلیفہ مقرر کرنے کے لیے آپ) نے علیحدگی میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بلایا تاکہ استخلافِ عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ لکھوائیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اس بارے میں میرا فیصلہ لکھو!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”یہ فیصلہ ابو بکر بن ابی قحافہ کی طرف سے تمام مسلمانوں کے نام ہے۔ ابابعد!“

(اتنی بات لکھو پائے کہ) آپ رضی اللہ عنہ پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی

طرف سے اما بعد کے بعد یہ عبارت لکھی: ”میں آپ لوگوں پر اپنا جانشین عمر بن خطاب کو مقرر کرتا ہوں اور میں نے آپ لوگوں کے لیے بھلائی و خیر خواہی کے معاملے میں کوتاہی نہیں کرتا۔“

پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بے ہوشی سے کچھ افاقہ ہوا تو فرمایا کہ ہاں! (جو لکھا ہے وہ) مجھے سناؤ! حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو وہ عبارت سنائی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سن کر فرمایا: اللہ اکبر۔ میرا خیال ہے کہ آپ اس بات سے ڈر رہے تھے کہ اگر میں بے ہوشی میں ہی وفات پا جاتا تو لوگ اختلاف و افتراق کا شکار ہو جاتے (تجھی آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام لکھ دیا) آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی ہاں ایسا ہی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ کو اسلام اور اہل اسلام کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اَزْوَاجِهِ وَ ذُرِّيَّتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ
عَلٰی اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ وَ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اَزْوَاجِهِ وَ ذُرِّيَّتِهِ
كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَبِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اپنے عہدِ خلافت میں

خلافت کے بعد پہلا خطبہ:

امام ابو بکر احمد بن مروان الدینوری المالکی رحمہ اللہ (ت 333ھ) نقل کرتے ہیں:

عَنِ الشَّعْبِيِّ؛ قَالَ: لَمَّا وَلِيَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ صَعِدَ الْمِنْبَرَ، فَقَالَ: مَا كَانَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لِيَرَانِي أَنْ أَرَى نَفْسِي أَهْلًا لِمَجْلِسِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ. فَنَزَلَ مِرْقَاةً، فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: اقْرَءُوا الْقُرْآنَ تَعْرِفُوا بِهِ، وَاعْمَلُوا بِهِ تَكُونُوا مِنْ أَهْلِهِ، وَزِنُوا أَنْفُسَكُمْ قَبْلَ أَنْ تُوزَنُوا، وَتَزَيِّنُوا لِلْعَرَضِ الْأَكْبَرِ يَوْمَ تُعْرَضُونَ عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ { لَا تَخْفَى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ } إِنَّهُ لَمْ يَبْلُغْ حَقِّي ذِي حَقٍّ أَنْ يُطَاعَ فِي مَعْصِيَةِ اللَّهِ، أَلَا وَإِنِّي أَنْزَلْتُ نَفْسِي مِنْ مَالِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ بِمَنْزِلَةِ وَلِيِّ الْيَتِيمِ، إِنْ اسْتَغْنَيْتُ عَفِيفْتُ، وَإِنْ افْتَقَرْتُ أَكَلْتُ بِالْمَعْرُوفِ. [88]

ترجمہ: امام شعبی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلافت کی ذمہ داری سنبھالی تو آپ منبر پر تشریف لائے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی جگہ (منبر کی سیڑھی) پر بیٹھنا چاہا جہاں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے (لیکن یہ فرماتے ہوئے ایک زینہ نیچے بیٹھے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہیں کہ میں ابو بکر کی جگہ پر بیٹھوں۔ پھر اللہ رب العزت کی حمد و ثناء کی اور فرمایا: قرآن کریم کو (دالجمعی کے ساتھ) پڑھو تو اس کے ذریعے تمہاری پہچان ہوگی، اور اس پر عمل کرو تو تم اہل قرآن میں شامل ہو جاؤ گے (یعنی تمہارا شمار ان لوگوں میں ہو گا جو قرآن کو سمجھ کر پڑھتے اور اس پر عمل کرتے ہیں)۔ اپنے آپ کا محاسبہ کرو اس سے پہلے کہ تمہارے اعمال کو تولا جائے۔ قیامت کی تیاری کرو جس دن تم اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیے جاؤ گے اور اس دن کوئی چیز بھی (اللہ سے) پوشیدہ نہیں ہوگی۔ کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ اللہ کی نافرمانی میں اس کی اطاعت کی جائے۔ اچھی طرح سن لو! میں نے خود کو اللہ کے مال میں یتیم کے مال کی طرح دلی (نگران) بنایا ہے۔ اگر میں اس سے بے نیاز ہو گیا تو لینا چھوڑ دوں گا اور اگر ضرورت مند ہو تو بقدر ضرورت لیا کروں گا۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع الہاشمی البصری رحمہ اللہ (ت 230ھ) نقل کرتے ہیں:

قَالَ: "إِنَّ اللَّهَ ابْتَلَاكُمْ بِئِي، وَابْتَلَانِي بِكُمْ، وَأَبْقَانِي فِيكُمْ بَعْدَ صَاحِبِي، فَوَاللَّهِ لَا يَحْضُرُنِي شَيْءٌ مِنْ أَمْرِكُمْ فَيَلِيهِ أَحَدٌ دُونِي، وَلَا يَتَغَيَّبُ عَنِّي فَالَوْ فِيهِ عَنِ الْجَزَاءِ وَالْأَمَانَةِ، وَلَكِنْ أَحْسَنُوا لِأَحْسَنَنْ إِلَيْهِمْ، وَلَكِنْ أَسَاؤُوا لَا تُكَلِّنَ بِهِمْ". قَالَ الرَّجُلُ: فَوَاللَّهِ مَا زَادَ عَلَى ذَلِكَ حَتَّى فَارَقَ الدُّنْيَا. [89]

ترجمہ: (منصب خلافت کے بعد) آپ رضی اللہ عنہ نے پہلا خطبہ ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے آپ لوگوں کو آزمایا ہے اور آپ لوگوں کے ذریعے مجھے آزمایا ہے اور میرے دونوں ساتھیوں کے بعد مجھے آپ لوگوں میں باقی رکھا ہے۔ قسم بخدا! آپ کے معاملات جو میرے بس میں ہوئے حل کروں گا اور جو معاملات میری طاقت سے باہر ہوئے میں اس پر طاقتور اور امانت دار لوگوں کو مقرر کروں گا (جو آپ کے معاملات حل کریں گے)۔ قسم بخدا! اگر لوگ میرے ساتھ اچھا معاملہ کریں گے تو میں بھی ان کے ساتھ اچھا معاملہ کروں گا اور اگر لوگ میرے ساتھ برا معاملہ کریں گے تو میں ان کو سزا دوں گا۔ حاضرین مجلس بیان کرتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ اسی پر عمل کرتے رہے یہاں تک کہ اس دارِ فانی سے رخصت ہو گئے۔

امیر المؤمنین کا لقب:

امام ابو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع الہاشمی البصری رحمہ اللہ (ت 230ھ) نقل کرتے ہیں:

قَالُوا: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا تُوِفِّيَ وَاسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ كَانَ يُقَالُ لَهُ "خَلِيفَةُ رَسُولِ اللَّهِ" فَلَمَّا تُوِفِّيَ أَبُو بَكْرٍ رَحِمَهُ اللَّهُ وَاسْتُخْلِفَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قِيلَ لِعُمَرَ "خَلِيفَةُ خَلِيفَةِ رَسُولِ اللَّهِ" فَقَالَ الْمُسْلِمُونَ: فَمَنْ جَاءَ بَعْدَ عُمَرَ قِيلَ لَهُ "خَلِيفَةُ خَلِيفَةِ خَلِيفَةِ رَسُولِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ" فَيُطَوَّلُ هَذَا وَلَكِنْ أَجْمَعُوا عَلَى اسْمٍ تَدْعُونَ بِهِ الْخَلِيفَةَ يُدْعَى بِهِ مَنْ بَعْدَهُ مِنَ الْخُلَفَاءِ، فَقَالَ بَعْضُ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ الْمُؤْمِنُونَ وَعُمَرُ أَمِيرُنَا، فَدَعِيَ

عُمَرُ "أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ" فَهُوَ أَوَّلُ مَنْ سَيَّ بِذَلِكَ. [90]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو آپ کو "خلیفۃ رسول اللہ" کے لقب سے پکارا جاتا۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی (اللہ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو آپ رضی اللہ عنہ کو "خلیفۃ خلیفۃ رسول اللہ" کہا گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہنے لگے کہ اگر یہی سلسلہ جاری رہا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد آنے والے خلیفہ کو "خلیفۃ خلیفۃ خلیفۃ رسول اللہ" کہہ کر پکارا جائے گا، اس طرح تو یہ سلسلہ طویل ہو جائے گا۔ اس لیے خلیفہ کے لیے بہتر نام تجویز کرو جو بعد میں آنے والے خلفاء کے لیے بھی طے پا جائے۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مشورہ دیا کہ ہم مؤمنین ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمارے امیر ہیں۔ اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو "امیر المؤمنین" کہا جانے لگا، اور یہ لقب سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہی ملا۔

عدل و انصاف کی اساس پر مبنی خطبہ:

امام قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب الانصاری رحمہ اللہ (ت 182ھ) نقل کرتے ہیں:

قَالَ: وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنِي مَنْ سَمِعَ طَلْحَةَ بْنَ مَعْدَانَ الْعُمَرِيَّ قَالَ: خَطَبَنَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ صَلَّى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَذَكَرَ أَبَا بَكْرٍ فَاسْتَغْفَرَ لَهُ، ثُمَّ قَالَ: "أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ لَمْ يَبْلُغْ ذُو حَقٍّ فِي حَقِّهِ أَنْ يُطَاعَ فِي مَعْصِيَةِ اللَّهِ، وَإِنِّي لَا أَجِدُ هَذَا الْمَالَ يُضِلُّهُ إِلَّا خِلَالُ ثَلَاثٍ: أَنْ يُؤْخَذَ بِالْحَقِّ، وَيُعْطَى فِي الْحَقِّ، وَيَمْنَعَ الْبَاطِلَ؛ وَإِنَّمَا أَنَا وَمَالُكُمْ كَوَلِيَّ الْيَتِيمِ إِنْ اسْتَغْنَيْتُمْ اسْتَعْفَفْتُ، وَإِنْ افْتَقَرْتُ أَكَلْتُ بِالْمَعْرُوفِ، وَلَسْتُ أَدْعُ أَحَدًا يَظْلِمُ أَحَدًا وَلَا يَعْتَدِي عَلَيْهِ حَتَّى أَضَعَ خَدَّهُ عَلَى الْأَرْضِ، وَأَضَعُ قَدَمِي عَلَى الْخَدِّ الْأَخْرِ حَتَّى يُدْعَنَ لِلْحَقِّ، وَلَكُمْ عَلَى أَيُّهَا النَّاسُ! خِصَالٌ أَذْكَرُهَا لَكُمْ فَخُذُوا فِيهَا: لَكُمْ عَلَيَّ أَنْ لَا أَجْتَبِيَ شَيْئًا مِنْ خِرَاجِكُمْ وَلَا مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ إِلَّا مِنْ وَجْهِهِ، وَلَكُمْ عَلَيَّ إِذَا وَقَعَ فِي

يَدِي أَنْ لَا يَخْرُجَ مِنِّي إِلَّا فِي حَقِّهِ، وَلَكُمْ عَلَيَّ أَنْ أَزِيدَ أُعْطِيَاتِكُمْ وَأَرْزَاقَكُمْ إِنْ شَاءَ اللَّهُ وَأَسَدٌ تُغَوَّرُكُمْ، وَلَكُمْ عَلَيَّ أَنْ لَا أُلْقِيَكُمْ فِي الْمَهَالِكِ وَلَا أَجْبِرَكُمْ فِي تُغَوَّرِكُمْ وَقَدْ اقْتَرَبَ مِنْكُمْ زَمَانٌ قَلِيلٌ الْأَمَنَاءُ كَثِيرُ الْقُرَاءِ، قَلِيلُ الْفُقَهَاءِ كَثِيرُ الْأَكْلِ، يَعْمَلُ فِيهِ أَقْوَامٌ لِلْآخِرَةِ يَطْلُبُونَ بِهِ دُنْيَا عَرِيضَةً تَأْكُلُ دِينَ صَاحِبِهَا كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ؛ أَلَا كُلُّ مَنْ أَدْرَكَ ذَلِكَ مِنْكُمْ فَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ وَلْيَصْبِرْ، يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ اللَّهَ عَظَّمَ حَقَّهُ فَوْقَ حَقِّ خَلْقِهِ فَقَالَ فِيمَا عَظَّمَ مِنْ حَقِّهِ ﴿وَلَا يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَالِيَّةَ وَالنَّبِينَ أَرْبَابًا أَيَاْمُرُكُمْ بِالْكَفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾ (٨٠) أَلَا وَإِنِّي لَمْ أَبْعَثْكُمْ أُمَرَاءَ وَلَا جَبَّارِينَ؛ وَلَكِنْ بَعَثْتُكُمْ أَيْمَةً الْهُدَى يُهْتَدَى بِكُمْ؛ فَأَدِرُّوا عَلَى الْمُسْلِمِينَ حُقُوقَهُمْ، وَلَا تَضْرِبُوهُمْ فَتُذَلُّوهُمْ، وَلَا تَحْمَدُوهُمْ فَتَفْتِنُوهُمْ، وَلَا تَغْلِقُوا الْأَبْوَابَ دُونَهُمْ فَيَأْكُلَ قُوَّتُهُمْ ضَعِيفُهُمْ، وَلَا تَسْتَأْثِرُوا عَلَيْهِمْ فَتَظْلِمُوهُمْ، وَلَا تَجْهَلُوا عَلَيْهِمْ، وَقَاتِلُوا بِهِمُ الْكُفَّارَ طَاقَتَهُمْ؛ فَإِذَا رَأَيْتَهُ بِهِمْ كَلَالَةً فَكُفُّوا عَنْ ذَلِكَ فَإِنَّ ذَلِكَ أَبْلَغُ فِي جِهَادِ عَدُوِّكُمْ، أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي أُشْهِدُكُمْ عَلَى أُمَرَاءِ الْأُمُصَارِ أَنِّي لَمْ أَبْعَثْهُمْ إِلَّا لِيَفْقَهُوا النَّاسَ فِي دِينِهِمْ وَيَقْسِسُوا عَلَيْهِمْ فَيَأْهُمُوا وَيَحْكُمُوا بَيْنَهُمْ؛ فَإِنْ أَشْكَلَ عَلَيْهِمْ شَيْءٌ رَفَعُوهُ إِلَيَّ قَالَ: وَكَانَ عَمْرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: لَا يَصْلَحُ هَذَا الْأَمْرُ إِلَّا بِشِدَّةٍ فِي غَيْرِ تَجَبُّرٍ، وَلِينٍ فِي غَيْرِ وَهْنٍ. [91]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ دیا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اللہ رب العزت کی حمد و ثنا کی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ذکر فرمایا اور ان کے لیے دعائے مغفرت کی، پھر فرمایا:

کسی حقدار کو یہ حق حاصل نہیں کہ اللہ کی نافرمانی میں اس کی اطاعت کی جائے۔ میں اس مال کو تین شرائط

کے مطابق استعمال کرنا درست سمجھتا ہوں:

1: اسے صحیح طریقے سے لیا جائے۔

2: صحیح طریقے پر خرچ کیا جائے۔

3: باطل طریقوں سے بچا جائے۔

میں نے خود کو اللہ کے مال میں یتیم کے ولی کی طرح نگران بنایا ہے۔ اگر میں اس سے بے نیاز ہو گیا تو لینا چھوڑ دوں گا اور اگر ضرورت مند ہوا تو بقدر ضرورت اس میں سے لوں گا۔

اگر کوئی کسی پر ظلم یا زیادتی کرے گا تو میں اسے نہیں چھوڑوں گا (یعنی بدلہ لوں گا) یہاں تک کہ میں اس کی ایک گال زمین پر اور دوسرے گال پر اپنا پاؤں رکھ کر کچل نہ دوں تاکہ وہ حق کے آگے سر تسلیم خم کر دے۔

لوگو! آپ کے مجھ پر کچھ حقوق ہیں۔ یہ حقوق آپ وصول کر لو، آپ کا مجھ پر حق ہے کہ میں آپ کے ٹیکس یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ تمہیں ملا اس میں سے جو کچھ بھی ہو اسے حق کے مطابق وصول کروں۔ آپ لوگوں کا مجھ پر یہ بھی حق ہے کہ جو خرچ میرے پاس آئے وہ حق کی جگہ پر خرچ ہو، میں آپ کے عطیات اور تنخواہوں میں مناسب اضافہ کروں اور آپ کی سرحدوں کی حفاظت کروں۔ میں آپ لوگوں کو خطرات میں نہ ڈالوں۔ سرحدوں پر روکے نہ رکھوں۔ آپ لوگوں میں ایک ایسا زمانہ آ گیا ہے جس میں (صحیح معنوں میں) امین لوگ کم ہیں، ہاں قرآن پڑھنے والے زیادہ ہیں جبکہ سمجھنے والے کم ہیں۔ لوگوں کی خواہشات بڑھ گئی ہیں۔ ایسے لوگ ہیں جو کام آخرت والے کرتے ہیں لیکن اس کے ذریعے عظیم دنیا کے طلبگار ہیں۔ یہ ایسا معاملہ ہے جو دین کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جیسے آگ لکڑی کو۔

سنو! آپ میں سے جس پر بھی ایسی صورت حال آئے اسے چاہیے کہ وہ اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور صبر سے کام لے۔ لوگو! اللہ نے اپنے حق کو مخلوق کے حقوق پر فضیلت دی ہے اور اس نے اپنے حق میں سے جس چیز کو زیادہ قابل تعظیم بنایا ہے اس کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَلَا يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّنَ أَرْبَابًا أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾ (۸۰)

کہ نہ وہ (نبی) تمہیں یہ حکم دے سکتا ہے کہ تم فرشتوں اور انبیاء کو خدا بناؤ، جب کہ تم مسلمان ہو چکے ہو۔ کیا وہ (نبی) تمہیں (ایمان) کے بعد کفر اختیار کرنے کا حکم دے گا؟ (ایسا نہیں ہو سکتا)

در حقیقت میں نے تمہیں (لوگوں پر) حکمران یا ظالم بنا کر نہیں بھیجا بلکہ میں نے آپ کو ہدایت کا امام بنا کر

بھیجا ہے تاکہ آپ کے ذریعے لوگ ہدایت پر آجائیں۔ لہذا مسلمانوں کو ان کے حقوق دو، ان کو مار کر ذلیل نہ کرو اور ان کی تعریف بھی نہ کرو، ایسا نہ ہو کہ تم انہیں فتنہ میں ڈال دو۔

اور ان کے لیے اپنے دروازے بند نہ کرو، ایسا نہ ہو کہ ان کے طاقتور لوگ ان کے کمزور لوگوں کو کھاجائیں (غالب آجائیں)۔ خود کو ان پر ترجیح نہ دو۔ ایسا نہ ہو کہ ان پر ظلم کر بیٹھو، ان کے (حقوق) بارے میں غافل نہ رہو اور اپنی طاقت کے ذریعے کفار سے لڑو۔ اس لیے اگر تم دیکھو کہ لشکرِ اکتاہٹ کا شکار ہے تو قتال کرنے سے رک جاؤ۔ یہ تمہارے دشمن کے خلاف جہاد کا سب سے مؤثر طریقہ ہے۔

لوگو! میں تمہیں (ملکوں) کے امراء پر گواہ بناتا ہوں، میں نے انہیں اس لیے بھیجا ہے تاکہ لوگوں کو دین سمجھائیں اور ان کے درمیان مالِ غنیمت تقسیم کریں، ان کے (جھگڑوں کا) فیصلہ کریں۔ اگر ان کے لیے کوئی فیصلہ کرنا مشکل ہو رہا ہو تو میرے پاس لائیں۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: (خلافت کا) یہ معاملہ شدت و سختی کے بغیر نہیں چل سکتا لیکن اس شدت و سختی میں غرور تکبر نہ پایا جائے، اسی طرح یہ معاملہ نرمی کے بغیر بھی نہیں چل سکتا لیکن اس نرمی میں بھی بزدلی کا پہلو نہ ہو۔

سربراہ کا سادہ معیارِ زندگی:

سربراہ کے طرزِ زندگی کے اثرات رعایا پر پڑتے ہیں۔ اگر حکمران انصاف پسند، قناعت پسند اور سادگی پسند ہو تو عوام میں ظلم و تشدد، خواہش پرستی اور فیشن پرستی جنم نہیں لیتی جس کی وجہ سے معاشرہ سکون و راحت کی زندگی بسر کرتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ باوجودیکہ بہت بڑی سلطنت کے فرمانروا تھے لیکن مزاجِ سادگی اور قناعت پسندی کے خوگر تھے۔ ایسے واقعات کی مثالیں تاریخ میں بارہا دیکھی گئی ہیں۔

امام ابوالحسن عزالدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) لکھتے

ہیں:

وَأَرْسَلَ أَبُو سَبْرَةَ وَفَدًّا إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فِيهِمْ أُنْسُ بْنُ مَالِكٍ وَالْأَحْنَفُ بْنُ قَيْسٍ وَمَعَهُمُ الْهُزْمَانُ، فَقَدِمُوا بِهِ الْمَدِينَةَ وَالْبَسُوهُ كِسْوَتَهُ مِنَ الدِّيْبَاجِ الَّذِي فِيهِ الذَّهَبُ وَتَأَجَّهُ،

وَكَانَ مُكَلَّلًا بِأَلْيَاقُوتٍ، وَحُلِيَّتُهُ لِيَرَاهُ عُمَرُ وَالْمُسْلِمُونَ، فَطَلَبُوا عُمَرَ فَلَمْ يَجِدُوهُ، فَسَأَلُوا عَنْهُ فَقِيلَ: جَلَسَ فِي الْمَسْجِدِ لَوْفٍ مِنَ الْكُوفَةِ، فَوَجَدُوهُ فِي الْمَسْجِدِ مُتَوَسِّدًا بُرْنُسَهُ، وَكَانَ قَدْ لَبِسَهُ لَلْوَفِ، فَلَمَّا قَامُوا عَنْهُ تَوَسَّدَهُ وَنَامَ، فَجَلَسُوا دُونَهُ وَهُوَ نَائِمٌ وَالِدِرَّةُ فِي يَدِهِ، فَقَالَ الْهُزْمُرَانُ: أَيُّنَ عُمَرُ؟ قَالُوا: هُوَ ذَا. فَقَالَ: أَيُّنَ حَرَسُهُ وَحُجَّابُهُ؟ قَالُوا: لَيْسَ لَهُ حَارِسٌ وَلَا حَاجِبٌ وَلَا كَاتِبٌ، قَالَ: فَيَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ نَبِيًّا. قَالُوا: بَلْ يَعْمَلُ بِعَمَلِ الْأَنْبِيَاءِ.

فَاسْتَيْقَظَ عُمَرُ بِجَلْبَةِ النَّاسِ فَاسْتَوَى جَالِسًا ثُمَّ نَظَرَ إِلَى الْهُزْمُرَانِ، فَقَالَ: الْهُزْمُرَانُ؟ قَالُوا: نَعَمْ. فَقَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذَلَّ بِالْإِسْلَامِ هَذَا وَغَيْرَهُ أَشْبَاهَهُ! فَأَمَرَ بِنَزْعِ مَا عَلَيْهِ، فَنَزَعُوهُ وَالْبَسُوهُ ثَوْبًا صَفِيْقًا، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: يَا هُزْمُرَانُ! كَيْفَ رَأَيْتَ عَاقِبَةَ الْغَدْرِ وَعَاقِبَةَ أَمْرِ اللَّهِ؟ فَقَالَ: يَا عُمَرُ! إِنَّا وَإِيَّاكُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ كَانَ اللَّهُ قَدْ خَلَى بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ فَغَلَبْنَاكُمْ، فَلَمَّا كَانَ الْآنَ مَعَكُمْ غَلَبْتُمُونَا. ثُمَّ قَالَ لَهُ: مَا حُجَّتُكَ وَمَا عُذْرُكَ فِي انْتِقَاضِكَ مَرَّةً بَعْدَ أُخْرَى؟ فَقَالَ: أَخَافُ أَنْ تَقْتُلَنِي قَبْلَ أَنْ أُخْبِرَكَ، قَالَ: لَا تَخَفْ ذَلِكَ، وَاسْتَسْقَى مَاءً فَأُتِيَ بِهِ فِي قَدَحٍ غَلِيظٍ، فَقَالَ: لَوْ مِتُّ عَطَشًا لَمْ أَسْتَطِعْ أَنْ أَشْرَبَ فِي مِثْلِ هَذَا، فَأُتِيَ بِهِ فِي إِنَاءٍ يَرْضَاهُ، قَالَ: إِنِّي أَخَافُ أَنْ أُقْتَلَ وَأَنَا أَشْرَبُ، فَقَالَ عُمَرُ: لَا بَأْسَ عَلَيْكَ حَتَّى تَشْرَبَهُ، فَأَكْفَاهُ، فَقَالَ عُمَرُ: أَعِيدُوا عَلَيَّهِ وَلَا تَجْمَعُوا عَلَيْهِ بَيْنَ الْقَتْلِ وَالْعَطَشِ، فَقَالَ: لَا حَاجَةَ لِي فِي الْمَاءِ، إِنَّمَا أَرَدْتُ أَنْ أَسْتَأْمِنَ بِهِ، فَقَالَ عُمَرُ لَهُ: إِنِّي قَاتِلُكَ، فَقَالَ: قَدْ أَمَنَتْنِي فَقَالَ: كَذَبْتَ. قَالَ أَنَسُ: صَدَقَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! قَدْ أَمَنَتُهُ، قَالَ عُمَرُ: يَا أَنَسُ! أَنَا أَوْ مِنْ قَاتِلِ مَجْرَآةَ بْنِ ثَوْرٍ وَالْبَرَاءِ بْنِ مَالِكٍ! وَاللَّهِ لَتَأْتِيَنَّ بِمُخْرَجٍ أَوْ لَأُعَاقِبَنَّكَ، قَالَ: قُلْتَ لَهُ: لَا بَأْسَ عَلَيْكَ حَتَّى تُخْبِرَنِي وَلَا بَأْسَ عَلَيْكَ حَتَّى تَشْرَبَهُ، وَقَالَ لَهُ مَنْ حَوْلَهُ مِثْلَ ذَلِكَ فَأَقْبَلَ عَلَى الْهُزْمُرَانِ وَقَالَ: خَدَعْتَنِي، وَاللَّهِ لَا أَنْخِيعُ إِلَّا أَنْ تُسَلِّمَ، فَأَسْلَمَ، فَفَرَضَ لَهُ فِي الْفَيْنِ وَأَنْزَلَهُ الْبَدِينَةَ، وَكَانَ الْمُنَزَّجُ بَيْنَهُمَا الْمَغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ، وَكَانَ يَفْقَهُ شَيْئًا مِنَ الْفَارِسِيَّةِ، إِلَى أَنْ جَاءَ الْمُنَزَّجُ.^[92]

ترجمہ: ابوسبرہ نے ایک وفد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا جس میں انس بن مالک اور اخف بن قیس شامل

تھے۔ ان کے ساتھ ہر مزان کو بھی بھیجا۔ یہ وفد ہر مزان کو اپنے ساتھ مدینہ لایا۔ انہوں نے اسے دیباچہ کا لباس پہنایا جس میں سونے کی کاریگری کی گئی تھی، اور یا قوت جڑا ہوا تاج اس کے سر پر رکھا۔ یہ سب کچھ اس لیے کیا گیا تاکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر مسلمان اسے دیکھ سکیں۔

جب مدینہ پہنچے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تلاش کی گئی، مگر وہ نہیں ملے۔ لوگوں سے دریافت کیا گیا، تو کسی نے بتایا کہ وہ مسجد میں بیٹھے کوفہ سے آئے وفد سے ملاقات کر رہے ہیں۔ لوگ جب مسجد پہنچے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو وہاں پایا کہ وہ اپنی چادر کو تکیہ بنا کر لیٹے ہوئے تھے جو آپ ایسے مواقع پر زیب تن فرمایا کرتے تھے۔ جب وفد اٹھ کر چلا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُسی چادر کو تکیہ بنایا اور سو گئے۔ لوگ ان کے پاس آکر بیٹھ گئے جبکہ وہ سوئے ہوئے تھے اور ان کے ہاتھ میں درہ (چابک) تھا۔ یہ منظر دیکھ کر یہ لوگ کچھ فاصلے پر بیٹھ گئے۔

ہر مزان نے دریافت کیا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ جواب ملا: یہی عمر ہیں۔ اس نے حیرت سے پوچھا: ان کے دربان اور محافظ کہاں ہیں؟ بتایا گیا کہ نہ ان کا کوئی دربان ہے، نہ کوئی چوکیدار اور نہ ہی کوئی کاتب۔ ہر مزان نے کہا: ایسے شخص کو تو نبی ہونا چاہیے تھا۔ لوگوں نے وضاحت کی کہ آپ رضی اللہ عنہ نبی تو نہیں لیکن انبیاء علیہم السلام کے طریقے پر چلنے والے ہیں۔

کچھ دیر بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے اور سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ ہر مزان کی طرف نظر کر کے دریافت فرمایا: یہ ہر مزان ہے؟ حاضرین نے تصدیق کی تو فرمایا: "تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ایسے لوگوں کو اسلام کے ذریعے ذلیل و رسوا کیا۔" پھر حکم دیا کہ اس کا لباس اتار کر سادہ اور موٹے کپڑے پہنائے جائیں۔

پھر اس سے مخاطب ہو کر فرمایا: "اللہ کے حکم سے انکار اور غداری کا انجام کیا سمجھتے ہو؟" ہر مزان بولا: "اے عمر! تم اور ہم دونوں نے زمانہ جاہلیت دیکھا ہے۔ اُس وقت اللہ نے ہمیں مہلت دے رکھی تھی، اسی لیے ہم تم پر غالب تھے، اب اللہ تمہارے ساتھ ہے، اس لیے تم ہمیں زیر کر رہے ہو۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اس وقت تم اس لیے غالب تھے کہ تم متحد تھے، اور ہم منتشر تھے۔" پھر پوچھا: "ایک بار معاہدہ توڑنے کے بعد دوبارہ ایسا کرنے کا تمہارے پاس کیا عذر ہے؟" ہر مزان نے اندیشہ ظاہر کیا کہ شاید بیان کرنے سے پہلے ہی قتل کر دیا جاؤں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تسلی دی کہ اسے کوئی خطرہ نہیں۔

پھر اس نے پانی مانگا، تو ایک موٹے (عام) پیالے میں پانی لایا گیا۔ ہر مزان نے کہا: "اگر میں پیاس سے مر بھی جاؤں، تب بھی اس جیسے برتن سے نہیں پی سکتا۔" پھر اسے ایسے برتن میں پانی دیا گیا جو اسے پسند تھا۔ اس نے خدشہ ظاہر کیا کہ کہیں پینے کے دوران قتل نہ کر دیا جاؤں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یقین دہانی کرائی کہ جب تک پانی نہ پیئے، کچھ نہیں کہا جائے گا۔ ہر مزان نے پیالہ الٹا کر پانی گرادیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسے دوبارہ پانی دو، اسے پیاس کی حالت میں قتل نہ کیا جائے۔ ہر مزان بولا: "مجھے پانی کی حاجت نہیں تھی، میرا مقصد امان حاصل کرنا تھا۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہیں ضرور قتل کروں گا۔ ہر مزان نے کہا: آپ نے تو مجھے امان دے دی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم جھوٹ بول رہے ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر المؤمنین! یہ سچ کہہ رہا ہے، آپ نے واقعی اُسے امان دے دی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے انس! میں مجزاة بن ثور اور براء بن مالک کے قاتل کو امان دے دوں؟! خدا کی قسم! تمہیں ضرور کوئی دلیل (جواز) پیش کرنی ہوگی، ورنہ میں تمہیں سزا دوں گا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ نے خود فرمایا تھا کہ "تمہیں کچھ نہیں ہو گا جب تک تم مجھے بتانہ دو" اور "تمہیں کچھ نہیں ہو گا جب تک تم پانی نہ پی لو"۔ آپ کے ارد گرد موجود دوسرے لوگوں نے بھی یہی بات کہی۔

تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہر مزان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: تم نے مجھے دھوکہ دیا! خدا کی قسم! اب میں دوبارہ دھوکہ نہ کھاؤں گا، الّا یہ کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔

تو ہر مزان مسلمان ہو گیا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے بیت المال سے دو ہزار (درہم) مقرر کیے، اور اسے مدینہ میں ٹھہرایا۔ اس موقع پر ان دونوں کے درمیان ترجمان حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ تھے، جو کچھ فارسی جانتے تھے، یہاں تک کہ باقاعدہ ترجمان آگیا۔

امورِ خلافت میں اصحابِ رسول سے معاونت:

قاضی ابویوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب الانصاری رحمہ اللہ (ت 182ھ) نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ دَعَا أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِذَا لَمْ تُعِينُونِي فَمَنْ يُعِينُنِي؟ قَالُوا: نَحْنُ نُعِينُكَ. [93]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کر کے فرمایا: اگر آپ لوگ (امورِ خلافت میں) میری معاونت نہیں کرو گے تو پھر کون میری معاونت کرے گا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا: ہم ہی آپ کی معاونت کریں گے۔
احساسِ ذمہ داری اور جفاکشی:

امام ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الطبری رحمہ اللہ (ت 310ھ) روایت نقل کرتے ہیں:
عَنْ أَبِي بَكْرٍ الْعَبَسِيِّ، قَالَ: دَخَلْتُ حَيْرَ الصَّدَقَةِ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَعَلِيَّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ: فَجَلَسَ عُثْمَانُ فِي الظِّلِّ يَكْتُبُ، وَقَامَ عَلِيٌّ رَأْسَهُ يُبَلِّغُ عَلَيْهِ مَا يَقُولُ عُمَرُ، وَعُمَرُ فِي الشَّمْسِ قَائِمٌ فِي يَوْمٍ حَارٍّ شَدِيدِ الْحَرِّ، عَلَيْهِ بُرْدَانِ أَسْوَدَانِ، مُتَزَرِّأَ بِوَاحِدٍ، وَقَدْ لَفَّ عَلَى رَأْسِهِ آخَرَ، يَعْدُو إِبِلَ الصَّدَقَةِ، يَكْتُبُ أَلْوَانَهَا وَأَسْنَانَهَا، فَقَالَ عَلِيٌّ لِعُثْمَانَ وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: نَعَتْ بِنْتَ شُعَيْبٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ: يَا أَبَتِ اسْتَأْجِرْهُ إِنَّ خَيْرَ مَنْ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ، ثُمَّ أَشَارَ عَلِيٌّ بِيَدِهِ إِلَى عُمَرَ، فَقَالَ: "هَذَا الْقَوِيُّ الْأَمِينُ". [94]

ترجمہ: حضرت ابو بکر العباسی سے مروی ہے کہ میں حضرت عمر اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کے ساتھ صدقہ کے باغ میں داخل ہوا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سائے میں بیٹھ کر لکھ رہے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے سر کے جانب وہ چیزیں لکھوا رہے تھے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ شدید گرمی کے موسم میں دھوپ میں کھڑے تھے۔ آپ پر دو سیاہ رنگ کی چادریں تھیں۔ ایک چادر آپ نے جسم پر تہبند کی طرح اور دوسری سر پر لپیٹی ہوئی تھی اور صدقہ کے اونٹ شمار کر رہے تھے، ان کے رنگ اور ان کی عمریں لکھ رہے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا، اور میں نے خود ان کے منہ سے یہ

[93] کتاب الخراج لابن یوسف: ص 114 فصل فی تقبیل السواد

[94] تاریخ الطبری: ج 4 ص 201 ذکر بعض سیرہ [عمر رضی اللہ عنہ]

بات سنی: کتاب اللہ میں حضرت شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیٹی کا بیان ہے: ابو جان! آپ ان کو اجرت پر کوئی کام دے دیجئے، آپ کسی سے اجرت پر کام لیں تو اس کے لیے بہترین شخص وہ ہے جو طاقور بھی ہو، امانت دار بھی ہو۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: یہی قوی اور امین آدمی ہیں۔

قضائے صالحین کو علمی ماخذ قرار دینا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قانون کے علمی ماخذ کے طور پر قرآن و سنت کے بعد قضائے صالحین کو درجہ دیا۔

امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب النسائی رحمہ اللہ (ت 303ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ شُرَيْحٍ أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى عُمَرَ يَسْأَلُهُ فَكَتَبَ إِلَيْهِ أَنْ أَقْضِيَ بِنَا فِي كِتَابِ اللَّهِ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَبِسُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي كِتَابِ اللَّهِ وَلَا فِي سُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَقْضِيَ بِمَا قَضَى بِهِ الصَّالِحُونَ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي كِتَابِ اللَّهِ وَلَا فِي سُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَقْضِ بِهِ الصَّالِحُونَ فَإِنْ شِئْتَ فَتَقَدَّمْ وَإِنْ شِئْتَ فَتَأَخَّرْ وَلَا أَرَى التَّأَخُّرَ إِلَّا خَيْرًا لَكَ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ. [95]

ترجمہ: حضرت شریح رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک مسئلہ دریافت کرنے کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس خط کے جواب میں لکھا: اللہ کی کتاب (قرآن کریم) کے مطابق فیصلہ کرو۔ اگر وہ مسئلہ کتاب اللہ میں نہ ہو تو اس کا فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق کرو۔ اگر وہ مسئلہ (تمہاری تحقیق کے مطابق) کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مذکور نہ ہو تو پھر سلف صالحین کے فیصلے کے مطابق اس کا فیصلہ کرو، اور اگر وہ مسئلہ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قضائے صالحین سے (صراحتاً) منقول نہ ہو تو اب تمہیں اختیار ہے کہ چاہو تو آگے بڑھتے ہوئے (اجتہاد کر کے) فیصلہ کرو اور اگر چاہو

تو پیچھے ہٹ جاؤ (یعنی اس میں خاموشی مناسب سمجھو تو خاموشی اختیار کر لو) اور میرے خیال میں (بعض ایسے معاملات میں کہ جہاں کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قضائے صالحین صراحتاً منقول نہ ہوں وہاں) آپ کے لیے خاموشی ہی بہتر ہے۔ والسلام علیکم۔

فائدہ: اس سے ہمیں قرآن و سنت کے بعد صالحین یعنی دین کے ماہرین کے فیصلوں پر عمل کرنے کا درس ملتا ہے۔
افتاء و قضاء میں مشاورت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بلند پایہ علمی مقام کے مالک تھے لیکن اس کے باوجود آپ رضی اللہ عنہ افتاء اور قضاء کے معاملات میں اپنے چھوٹوں سے مشورہ لیا کرتے تھے۔

چنانچہ امام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی رحمہ اللہ (ت 458ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي سَفْيَانَ، حَدَّثَنِي أَشْيَاخُ مِنَّا قَالُوا: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! إِنِّي غُبْتُ عَنْ أَمْرٍ أَتَى سَنَتَيْنِ فَجِئْتُ وَهِيَ حُبْلَى فَشَاوَرْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ نَاسًا فِي رَجْمِهَا فَقَالَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! إِنْ كَانَ لَكَ عَلَيْهَا سَبِيلٌ فَلَيْسَ لَكَ عَلَى مَا فِي بَطْنِهَا سَبِيلٌ، فَأَثَرُهَا حَتَّى تَضَعَ فَتَرَكَهَا فَوَلَدَتْ غُلَامًا قَدْ خَرَجَتْ ثَنَائِيَا فَعَرَفَ الرَّجُلُ الشَّبَةَ فِيهِ فَقَالَ: ابْنِي وَرَبِّ الْكَعْبَةِ، فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: عَجَزَتِ النِّسَاءُ أَنْ يَلِدْنَ مِثْلَ مُعَاذٍ لَوْ لَا مُعَاذٌ لَهْلَكَ عُمَرُ. [96]

ترجمہ: حضرت ابوسفیان کہتے ہیں کہ مجھے میرے مشائخ نے بیان کیا ہے کہ ایک شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا: اے امیر المؤمنین! میں اپنی اہلیہ سے دو سال غائب رہا ہوں اور جب واپس آیا ہوں تو وہ حاملہ ہے (اس وجہ سے میری اہلیہ شرعی سزا کی مستحق قرار پاتی ہے)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس کے رجم کے بارے میں مشورہ کیا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: امیر المؤمنین! آپ کو عورت کے رجم کرنے کا تو حق ہے لیکن اس کے پیٹ میں جو بچہ ہے اس پر آپ کو اختیار حاصل

نہیں، وہ بے گناہ ہے۔ لہذا اس حکم کو بچے کی ولادت تک مؤخر کر دیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو بچے کی ولادت تک مؤخر کر دیا۔ پھر اس خاتون نے ایک بچے کو جنم دیا جس کے سامنے کے دانت نکل چکے تھے (یعنی وہ بچہ کچھ بڑا ہو چکا تھا)۔ اس شخص نے اس بچے میں اپنی مشابہت پائی اور کہنے لگا: رب کعبہ کی قسم! یہ بچہ میرا ہی ہے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عورتیں اب معاذ بن جبل جیسا شخص پیدا کرنے سے عاجز ہو چکی ہیں، اگر معاذ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔

صلاح الدین خلیل بن ایبک بن عبد اللہ الصنفی رحمہ اللہ (ت 764ھ) نقل کرتے ہیں:

وَعَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ رَحِمَهُ اللَّهُ قَالَ: كَانَ عُمَرُ يَتَعَوَّذُ مِنْ قَضِيَّةٍ مُعْضَلَةٍ لَيْسَ لَهَا أَبُو حَسَنٍ وَقَالَ فِي الْمَجْنُونَةِ الَّتِي أَمَرَ بِرَجُلِهَا وَفِي الَّتِي وَضَعَتْ لِسِنَّةٍ أَشْهُرٍ فَأَرَادَ عُمَرُ رَجْمَهَا فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ: إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ ﴿وَحَمَلُهُ وَفَصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا﴾..... وَقَالَ لَهُ: إِنَّ اللَّهَ رَفَعَ الْقَلَمَ عَنِ الْمَجْنُونِ الْحَدِيثِ وَكَانَ عُمَرُ يَقُولُ: لَوْلَا عَلِيٌّ هَلَكَ عُمَرُ.^[97]

ترجمہ: حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمیشہ اس بات سے اللہ کی پناہ مانگا کرتے تھے کہ کوئی ایسی پیچیدہ (فقیہی) مقدمہ میرے سامنے آجائے جس کا (حل بتانے والا) ابو الحسن (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) موجود نہ ہو، اور یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُس مجنون عورت کے بارے میں کہی تھی جس کے بارے میں انہوں نے سنگسار کرنے کا حکم دے دیا تھا اور اُس عورت کے بارے میں بھی کہ جو چھ ماہ بعد بچہ لے آئی تھی۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے بھی رجم کرنے کا ارادہ کیا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "اور اس کا حمل اور دودھ چھڑانا ملا کر تیس مہینے ہے"۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بھی کہا: "اللہ نے مجنون سے قلم اٹھا لیا ہے" (یعنی وہ شریعت کے مکلف نہیں، یہ سن کر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ اکثر فرمایا کرتے تھے: "اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔"

فائدہ: یہ الفاظ آپ رضی اللہ عنہ کے کمالِ دیانت، انصاف پسندی، بلندِ اخلاق کی علامت ہیں۔ باوجودیکہ آپ

رضی اللہ عنہ بڑے تھے لیکن چھوٹوں کی جو بات درست نظر آئی اسے قبول فرمایا۔ اس میں ہمارے لیے یہ سبق ہے کہ ہم بھی چھوٹوں کی آراء کو اہمیت دیں، اگر وہ زیادہ بہتر ہوں تو انہیں قبول کریں۔ اس سے ہمیں دیانت و انصاف پسندی کا درس ملتا ہے۔

خواتین کی علمی رائے کا احترام:

اسلام میں خواتین کو بہت بلند مقام حاصل ہے اور خواتین میں سب سے اہم عنصر حیا اور تقدس کا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی عزت اور حقوق کو محفوظ کرنے کے لیے حجاب کو لازمی سمجھا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی رائے کی موافقت میں قرآن کریم نازل فرما کر حجاب کو ضروری قرار دیا۔ خواتین کے لیے رائے کی آزادی بھی حقوق نسواں کے ذیل میں آتی ہے۔

امام ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامۃ بن عبد الملک بن سلمۃ الازدی الطحاوی رحمہ اللہ (ت 321ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ الشَّعْبِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ قَالَ: خَطَبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي النَّاسِ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: لَا تُغَالُوا فِي صُدُقِ النِّسَاءِ فَإِنَّهُ لَا يَبْلُغُنِي عَنْ أَحَدٍ سَاقٍ أَكْثَرَ مِنْ شَيْءٍ سَأَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ سِيقَ إِلَيْهِ إِلَّا جَعَلْتُ فَضْلَ ذَلِكَ فِي بَيْتِ الْمَالِ ثُمَّ نَزَلَ فَعَرَضْتُ لَهُ امْرَأَةً مِنْ قُرَيْشٍ فَقَالَتْ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! كِتَابُ اللَّهِ أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ أَوْ قَوْلُكَ؟ قَالَ: بَلْ كِتَابُ اللَّهِ بِمِ ذَاكَ؟ فَقَالَتْ: إِنَّكَ نَهَيْتَ النَّاسَ أَنْ يُغَالُوا فِي صُدُقِ النِّسَاءِ وَاللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ فِي كِتَابِهِ: ﴿وَأَتَيْنَهُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا﴾ فَقَالَ عُمَرُ: كُلُّ أَحَدٍ أَفْقَهُ مِنْ عُمَرَ، مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، ثُمَّ رَجَعَ إِلَى الْمُنْبَرِ فَقَالَ لِلنَّاسِ: إِنِّي كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ أَنْ تُغَالُوا فِي صُدُقِ النِّسَاءِ فَلْيَفْعَلْ رَجُلٌ فِي مَالِهِ مَا شَاءَ. [98]

ترجمہ: امام شعبی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو شرعی احکام

سمجھانے کے لیے خطبہ دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا: عورتوں کے مہنگے مہنگے حق مہر مقرر نہ کرو۔ کیونکہ اگر مجھے معلوم ہوا کہ کسی نے اپنی بیوی کو اس سے زیادہ مہر دیا ہے جتنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنی بیویوں کو) دیا، یا جتنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کے نکاح میں مقرر کیا گیا تھا، تو میں اس اضافے کو لے کر بیت المال میں جمع کر دوں گا۔ آپ رضی اللہ عنہ منبر سے اترے، باہر تشریف لائے تو ایک قریشی خاتون نے آپ سے کہا: امیر المؤمنین! اللہ کی کتاب قرآن مجید زیادہ لائق اتباع ہے یا آپ کی بات؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی کتاب زیادہ لائق اتباع ہے۔ (لیکن آپ یہ سوال کیوں پوچھ رہی ہیں؟) اس قریشی خاتون نے جواب دیا: آپ نے ابھی لوگوں کو مہنگے حق مہر دینے سے منع کیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ تو اپنی کتاب قرآن میں فرماتے ہیں: "اگر تم نے اپنی بیویوں میں سے کسی ایک کو ڈھیر سارا مہر دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو"۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس خاتون کی بات سن کر دو یا تین بار یہ جملہ ارشاد فرمایا کہ ہر شخص عمر سے زیادہ سمجھدار ہے۔ اس کے بعد دوبارہ منبر پر تشریف لے گئے اور لوگوں سے فرمایا: میں نے تمہیں مہنگے حق مہر مقرر کرنے سے روکا تھا۔ اب میں کہتا ہوں کہ مرد کو اپنے مال کو (حق مہر کے طور پر) خرچ کرنے کا مکمل اختیار ہے۔

فائدہ: اس سے ہمیں حجاب، آزادی اظہار رائے اور خواتین کی سماجی عزت و احترام کا درس ملتا ہے۔

فائدہ: ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے بارہ اوقیہ چاندی کے پانچ سو درہم بنتے ہیں۔ آج کل کے اعشاری نظام کے مطابق پانچ سو درہم کی مقدار ایک کلو گرام، پانچ سو تیس گرام اور نو ملی گرام چاندی بنتی ہے۔

اشکال:

قرآن کریم کا بیان کردہ مسئلہ تو بالکل واضح تھا کہ عورت کو ایک بھاری رقم بھی مہر میں دی جاسکتی ہے تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بڑی رقم بطور مہر مقرر کرنے سے کیوں روکا؟ نیز آخر میں اس عورت کی بات ماننے سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس عورت کو قرآن فہمی کا حصہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ عطا ہوا تھا اور یہ کہ بھاری بھر کم مہر مقرر کرنا اب بلا کر اہت درست ہے۔

جواب:

[1]: حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر بھی یہ قرآنی حکم واضح تھا لیکن آپ رضی اللہ عنہ کا روکنا عمل رسول کی وجہ سے تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنا مہر اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو دیا ہے اس سے زیادہ مقدار نہ دی جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مہر زیادہ مقرر کر لینے کے بعد جب ادائیگی کا وقت آتا ہے تو دشواریاں پیش آتی ہیں اور خاوند بیوی میں دشمنی کی فضا قائم ہو جاتی ہے۔

چنانچہ امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ رحمہ اللہ (ت 273ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي الْعَجْفَاءِ السُّلَمِيِّ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: لَا تُغَالُوا صَدَاقَ النِّسَاءِ، فَإِنَّهَا لَوْ كَانَتْ مَكْرُمَةً فِي الدُّنْيَا، أَوْ تَقْوَىٰ عِنْدَ اللَّهِ، كَانَ أَوْلَاكُمْ وَأَحَقُّكُمْ بِهَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَا أَصْدَقَ امْرَأَةً مِنْ نِسَائِهِ، وَلَا أَصْدَقَتْ امْرَأَةً مِنْ بَنَاتِهِ أَكْثَرَ مِنْ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ أُوقِيَةً، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَنْقِلُ صَدَقَةَ امْرَأَتِهِ حَتَّىٰ يَكُونَ لَهَا عَدَاوَةٌ فِي نَفْسِهِ. [99]

ترجمہ: حضرت ابو الجفاء سلمیٰ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عورتوں کے مہر بھاری مقرر نہ کرو۔ اس لیے کہ بھاری مہر مقرر کرنا اگر دنیا میں باعث عزت ہو تا یا اللہ تعالیٰ کے ہاں تقویٰ کی چیز ہوتی تو اس کے زیادہ حقدار اور عمل کے لائق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بیوی اور کسی بیٹی کا مہر بارہ اوقیہ سے زیادہ مقرر نہیں فرمایا۔ نیز آدمی اپنی بیوی کے بھاری مہر کی وجہ بوجھل رہتا ہے یہاں تک کہ یہی مہر اس کے دل میں بیوی سے دشمنی کا سبب بن جاتا ہے۔

[2]: مہر کم مقرر کرنا باعث برکت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کم مہر کے تقرر کی رائے دینا بھی اسی برکت کے حصول کے لیے تھا۔ کم مہر کے باعث برکت ہونے پر اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث مبارک مروی ہے۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم رحمہ اللہ (ت 405ھ) روایت نقل کرتے ہیں:
عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَعْظَمُ النِّسَاءِ بَرَكَهً
أَيُّسَرُهُنَّ صَدَاقًا. [100]

ترجمہ: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے زیادہ
بابرکت عورت وہ ہے جس کا مہر آسانی والا ہو (یعنی جس کی مقدار کم ہونے کی وجہ سے ادائیگی آسان ہو)۔

[3]: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عورت کی بات کو مان لینا اس لیے نہیں تھا کہ اس عورت کو آپ رضی اللہ عنہ
سے زیادہ قرآن کا فہم حاصل تھا بلکہ اصل بات یہ تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ چاہتے تھے کہ اگر زیادہ مہر نہ کرنے کی
رائے پر عمل کر لیا گیا تو آگے چل کر کہیں زیادہ مہر کے تقرر کو لوگ حرام ہی نہ سمجھنے لگ جائیں۔ اس سے یہ لازم
نہیں آتا کہ بھاری بھر کم مہر مقرر کر دیئے میں دشواریوں اور عداوت والے اندیشوں کی کراہت بھی باقی نہ رہے بلکہ
یہ کراہت بہر حال اب بھی قائم رہتی ہے۔

بیت المال کے منظم نظام کی بنیاد:

امام احمد بن یحییٰ بن جابر بن داؤد البلاذری رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:
عَنْ جُبَيْرِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ بْنِ نَقِيدٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ اسْتَشَارَ الْمُسْلِمِينَ فِي
تَدْوِينِ الدِّيَّانِ ... وَقَالَ عُثْمَانُ: أَرَأَيْ مَا لَا كَثِيرًا يَسْعُ النَّاسُ وَإِنْ لَمْ يُحْصَوْا حَتَّى يُعْرِفَ مَنْ أَخَذَ
مِمَّنْ لَمْ يَأْخُذْ حَسِبْتُ أَنْ يَنْتَشِرَ الْأَمْرُ. [101]

ترجمہ: حضرت جبیر بن الحویرث بن نقید رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں سے
بیت المال کی ریکارڈ بندی کے متعلق مشورہ لیا۔ (اس موقع پر) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے یہ پیش کی
کہ مجھے (آنے والے وقت میں یوں) نظر آرہا ہے کہ مال بہت آئے گا جو لوگوں کے لیے کافی وافی ہو گا۔ (ابھی سے یہ

[100] المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ج 2 ص 532 رقم الحدیث 2786

[101] فتوح البلدان للبلاذری: ص 267 العطاء فی خلافة عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

ترتیب بنانا ضروری ہے کہ ریکارڈ جمع کیا جائے اور اگر لوگوں کا ریکارڈ نہ رکھا گیا کہ کس نے لیا ہے اور کس نے نہیں لیا تو مجھے اندیشہ ہے کہ آنے والے وقت میں یہ معاملہ انتشار کا شکار ہوگا (یعنی مشکل پیش آئے گی)۔

بیت المال سے اپنی ضرورت کے لیے وظیفہ کا اجراء:

امام ابو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع الہاشمی البغدادی رحمہ اللہ (ت 230ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَيُّوبَ بْنِ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ بْنِ حُنَيْفٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: مَكَثَ عُمَرُ زَمَانًا لَا يَأْكُلُ مِنَ الْمَالِ شَيْئًا حَتَّى دَخَلَتْ عَلَيْهِ فِي ذَلِكَ خَصَاصَةٌ. وَأُرْسِلَ إِلَى أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَشَارَهُمْ فَقَالَ: قَدْ شَغَلْتُ نَفْسِي فِي هَذَا الْأَمْرِ فَمَا يَصْلُحُ لِي مِنْهُ؟ فَقَالَ عُمَرَانُ بْنُ عَفَّانَ: كُلْ وَأَطْعَمْ. [102]

ترجمہ: حضرت ایوب بن ابی امامہ بن سہل بن حنیف رحمہ اللہ اپنے والد حضرت ابو امامہ بن سہل بن حنیف رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ (منصب خلافت سنبھالنے کے بعد) کافی عرصہ تک بیت المال سے کچھ نہیں لیتے تھے۔ (ریاستی امور میں مشغولیت کے باعث کاروبار وغیرہ کر کے کمانا مشکل تھا) اس لیے نوبت تنگ دستی تک آپہنچی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پیغام بھیجا (کہ ایک اہم معاملے میں مشورہ کرنا ہے۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمع ہو گئے تو) آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے مشورہ لیا کہ میں امور ریاست میں مشغول ہوں، کیا بیت المال سے میرے لیے بقدر ضرورت مال لینے کی گنجائش ہے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کھائیے اور کھلائیے!

فائدہ: معلوم ہوا کہ دینی امور میں اپنی خدمات کو جاری رکھنے کے لیے اجرت بوقت ضرورت اور بقدر ضرورت بوجہ جس الوقت بصورت حق الخدمت لی جاسکتی ہے۔

معلمین قرآن کی باقاعدہ تنخواہ کا اجراء:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم پڑھانے والے معلمین اور قاری صاحبان کی باقاعدہ تنخواہیں

جاری فرمائیں۔

چنانچہ امام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی البیهقی رحمہ اللہ (ت 458ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ الْوَضِيِّ بْنِ عَطَاءٍ قَالَ: ثَلَاثَةٌ مُعَلَّمُونَ كَانُوا بِالْمَدِينَةِ يُعَلِّمُونَ الصَّبِيَّانَ وَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَزُرُّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ خُمْسَةَ عَشَرَ دَرْهَمًا كُلَّ شَهْرٍ. [103]

ترجمہ: وضین بن عطاء رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ مدینہ منورہ میں تین معلم تھے جو بچوں کو پڑھاتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان میں سے ہر ایک کو پندرہ درہم ماہانہ وظیفہ دیا کرتے تھے۔

اسلامی تقویم کی بنیاد:

حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) فرماتے ہیں:

اتَّفَقَ الصَّحَابَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ فِي سَنَةِ سِتِّ عَشْرَةَ وَقِيلَ: سَنَةُ سَبْعِ عَشْرَةَ أَوْ ثَمَانِي عَشْرَةَ فِي الدَّوْلَةِ الْعُمَيْرِيَّةِ عَلَى جَعْلِ ابْتِدَاءِ التَّارِيخِ الْإِسْلَامِيِّ مِنْ سَنَةِ الْهِجْرَةِ، وَذَلِكَ أَنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، رَفَعَ إِلَيْهِ صَاحِبُ أَبِي حُجَّةٍ، لِرَجُلٍ عَلَى آخَرٍ وَفِيهِ أَنَّهُ يَحِلُّ عَلَيْهِ فِي شَعْبَانَ، فَقَالَ عُمَرُ: أَيُّ شَعْبَانَ؟ أَشَعْبَانُ هَذِهِ السَّنَةِ الَّتِي نَحْنُ فِيهَا أَوْ السَّنَةِ الْمَاضِيَةِ أَوْ الْآتِيَةِ؟ ثُمَّ جَمَعَ الصَّحَابَةُ فَاسْتَشَارَهُمْ فِي وَضْعِ تَارِيخٍ. [104]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں سن 16، سن 17 یا سن 18 ہجری (علی اختلاف الاقوال) میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ اسلامی تاریخ کی ابتداء سن ہجرت سے کی جائے۔ اس کی وجہ یہ بنی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک دستاویز پیش کی گئی جو ایک شخص کی دوسرے شخص؛ مقروض کے خلاف تھی جس میں مذکور تھا کہ (قرض کی) یہ رقم شعبان میں واجب الاداء ہوگی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کہ کون سا شعبان؟ موجودہ سال کا؟ سال گزشتہ یا آئندہ سال کا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

[103] السنن الکبریٰ للبیہقی: ج 6 ص 124 رقم الحدیث 12013

[104] البدایہ والنہایہ لابن کثیر: ج 2 ص 220 وقائع السنة الاولى من الهجرة

کو جمع کر کے تاریخ مقرر کرنے کے بارے میں مشاورت فرمائی۔

اس موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی چند آراء درج ذیل تھیں:

1. سن ولادت نبوی 2. سن بعثت نبوی 3. سن ہجرت نبوی 4. سن وفات نبوی

حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) فرماتے ہیں:

وَأَشَارَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَأَخْرَوْنَ أَنْ يُؤَخَّخَ مِنْ هِجْرَتِهِ مِنْ مَكَّةَ إِلَى الْمَدِينَةِ لِظُهُورِهِ لِكُلِّ أَحَدٍ فَإِنَّهُ أَظْهَرَ مِنَ الْمَوْلِدِ وَالْمَبْعَثِ. فَاسْتَحْسَنَ ذَلِكَ عُمَرُ وَالصَّحَابَةُ. فَأَمَرَ عُمَرُ أَنْ يُؤَخَّخَ مِنْ هِجْرَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [105]

ترجمہ: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور چند دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مشورہ دیا کہ تاریخ کی ابتداء ہجرت والے سال سے شروع کی جائے۔ کیونکہ ہجرت کا واقعہ سب کے سامنے ظاہر ہے۔ مزید یہ کہ ولادت، بعثت اور وفات کی بہ نسبت ہجرت زیادہ مشہور ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس رائے کو سراہا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم جاری کیا کہ تاریخ اسلامی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ ہجرت سے شروع کیا جائے۔

اس کے بعد سال کا آغاز کس مہینے سے کیا جائے؟ اس میں بھی درج ذیل آراء سامنے آئیں:

1. محرم 2. ربیع الاول 3. رجب 4. رمضان

حافظ ابو الفضل شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی الشافعی رحمہ اللہ (ت 852ھ) فرماتے ہیں:

فَقَالَ عُثْمَانُ: أَرِخُوا الْمُحَرَّمَ فَإِنَّهُ شَهْرٌ حَرَامٌ وَهُوَ أَوَّلُ السَّنَةِ وَمُنْصَرَفُ النَّاسِ مِنَ الْحَجِّ. قَالَ: وَكَانَ ذَلِكَ سَنَةً سَبْعَ عَشْرَةَ وَقِيلَ: سَنَةٌ سِتَّ عَشْرَةَ فِي رَبِيعِ الْأَوَّلِ. [106]

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: محرم سے تاریخ کی ابتداء کی جائے کیونکہ محرم ان مہینوں میں سے

[105] البدایہ والنہایہ لابن کثیر: ج 4 ص 80 فتح قرطبیاء وھیئت فی هذه السنة

[106] فتح الباری شرح صحیح البخاری: ج 7 ص 169 باب التأریخ من این أرخوا التأریخ؟

ایک ہے جو قابل احترام ہیں، اور (عرب دستور کے مطابق) سال کا ابتدائی مہینہ ہے۔ اس مہینے میں لوگ حج سے (واپس اپنے گھروں کو) لوٹ چکے ہوتے ہیں۔ یہ 17 یا 16 ہجری کی بات ہے (جب یہ مشورہ ہو رہا تھا تو اس وقت) مہینہ ربیع الاول کا تھا۔

فائدہ: یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ اصحاب سیر نے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگرچہ ہجرت ربیع الاول میں فرمائی لیکن اس کا ارادہ محرم سے فرمالیا تھا۔ گویا ہجرت کا منصوبہ محرم میں تشکیل پایا گیا۔
عُمّال کی تربیت اور سرزنش:

امام قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب الانصاری رحمہ اللہ (ت 182ھ) نقل کرتے ہیں:
عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ: كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ إِذَا بَلَغَهُ أَنَّ عَامِلَهُ لَا يَعُوذُ الْمَرِيضَ وَلَا يَدْخُلُ عَلَيْهِ الضَّعِيفُ نَزَعَهُ. [107]

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک جب یہ بات پہنچتی کہ ان کے مقرر کردہ عامل مریض کی عیادت نہیں کرتے اور کوئی کمزور آدمی (کسی وجہ سے) اس تک نہیں پہنچ سکتا تو آپ رضی اللہ عنہ اس کو (کبھی حالات کے پیش نظر) منصب سے ہٹا بھی دیتے۔

عامل مصر عیاض بن غنم کا واقعہ:

امام قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب الانصاری رحمہ اللہ (ت 182ھ) نقل کرتے ہیں:
عَنْ عِمَارَةَ بْنِ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ: كَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِذَا اسْتَعْمَلَ رَجُلًا أَشْهَدَ عَلَيْهِ رَهْطًا مِنَ الْأَنْصَارِ وَغَيْرِهِمْ وَاشْتَرَطَ عَلَيْهِ أَنْ لَا يَرْكَبَ بِرْذَوْنًا، وَلَا يَلْبَسَ ثَوْبًا رَقِيقًا، وَلَا يَأْكُلَ نَقِيعًا، وَلَا يُغْلِقَ بَابًا دُونَ حَوَائِجِ النَّاسِ، وَلَا يَتَّخِذَ حَاجِبًا، قَالَ: فَبَيْنَمَا هُوَ يَنْشِي فِي بَعْضِ طُرُقِ الْمَدِينَةِ إِذَا هَتَفَ بِهِ رَجُلٌ: يَا عُمَرُ! أَتَرَى هَذِهِ الشُّرُوطَ تُنْجِيكَ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى وَعَامِلُكَ عِيَاضُ بْنُ غَنَمٍ عَلَى مِصْرَ فَدَعَا مُحَمَّدَ بْنَ مَسْلَمَةَ، وَكَانَ رَسُولُهُ إِلَى الْعُمَّالِ فَبَعَثَهُ وَقَالَ: اتَّبِنِي بِهِ عَلَى الْحَالِ

الَّتِي تَجِدُهُ عَلَيْهِا. قَالَ فَأَتَاهُ فَوَجَدَ عَلَى بَابِهِ حَاجِبًا فَدَخَلَ فَإِذَا عَلَيْهِ قَمِيصٌ رَقِيقٌ. قَالَ: أَجِبْ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ؛ فَقَالَ: دَعْنِي أَطْرَحْ عَلَيَّ قَبَائِي. فَقَالَ: لَا، إِلَّا عَلَى حَالِكَ هَذِهِ قَالَ: فَقَدِمَ بِهِ عَلَيْهِ؛ فَلَمَّا رَأَاهُ عُمَرُ قَالَ: انْزِعْ قَمِيصَكَ. وَدَعَا بِدِرْعَةٍ صُوفٍ وَبَرِيضَةٍ مِنْ غَنَمٍ وَعَصَا فَقَالَ: الْبَسْ هَذِهِ الدِّرْعَةَ وَخُذْ هَذَا الْعَصَا وَانْعَ هَذِهِ الْغَنَمَ وَاشْرَبْ وَاسْقِ مَنْ مَرَّ بِكَ وَاحْفَظِ الْفَضْلَ عَلَيْنَا، أَسَمِعْتَ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَالْمَوْتُ خَيْرٌ مِنْ هَذَا؛ فَجَعَلَ يُرَدِّدُهَا عَلَيْهِ وَيُرَدِّدُ الْمَوْتَ خَيْرٌ مِنْ هَذَا؛ فَقَالَ عُمَرُ: وَلِمَ تَكْذِبُ هَذَا؛ وَإِنَّمَا سَيِّئَ أَبُوكَ غَنَمًا لِأَنَّهُ كَانَ يَزْعَى الْغَنَمَ أَتُرَى يَكُونُ عِنْدَكَ خَيْرٌ؟ قَالَ: نَعَمْ يَا أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ! قَالَ: انْزِعْ وَرَدِّهِ إِلَى عَمَلِهِ. قَالَ: فَلَمْ يَكُنْ لَهُ عَامِلٌ يُشْبِهُهُ. [108]

ترجمہ: حضرت عمارہ بن خزمہ بن ثابت سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کسی آدمی کو عامل بناتے تو اس پر انصار اور دیگر لوگوں کی ایک جماعت کو گواہ بنالیتے اور اس پر چار شرطیں لگاتے:

❖ وہ شخص کسی خنجر پر سواری نہ کرے

❖ وہ شخص باریک لباس پہنے

❖ وہ شخص قیمتی غذائیں نہ کھائے

❖ وہ شخص لوگوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے حوالے سے اپنا دروازہ بند نہ کرے اور نہ ہی اپنے دروازے

پر دربان بٹھائے۔

راوی کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ کی گلیوں میں چکر لگا رہے تھے کہ ایک آواز دینے والے نے آواز دی: اے عمر! کیا تم سمجھتے ہو کہ (عثمال کے لیے محض یہ) شرائط لگانا تمہیں خدا تعالیٰ کی پکڑ سے بچالے گا؟ حالانکہ مصر میں تمہاری طرف سے عیاض بن غنم (جیسا شخص جو ان شرائط کی پاسداری نہیں کرتا اسے بطور) عامل مقرر کیا گیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محمد بن مسلمہ کو بلایا جنہیں آپ قاصد کے طور پر عثمال کی طرف بھیجتے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں بھیجا اور فرمایا: عیاض بن غنم کو میرے پاس لاؤ اور اسی حالت میں لانا جس حالت میں تم اسے دیکھو۔ راوی کہتے ہیں کہ قاصد ان کے پاس پہنچا تو ان کے دروازے پر دربان کو دیکھا۔ جب قاصد اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ اس (عیاض بن غنم) نے ایک باریک قمیص پہنی ہوئی تھی۔ محمد بن مسلمہ نے کہا: امیر المؤمنین کو جواب دہی کے لیے تیار ہو جاؤ (یعنی میرے ساتھ چلو)۔ انہوں نے کہا: ٹھہریے! میں اپنا جبہ اتار لوں۔ قاصد نے کہا: نہیں، بلکہ اسی حالت میں چلو۔

راوی کہتے ہیں محمد بن مسلمہ ان کو اسی حالت میں لے آئے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھا تو فرمایا: اپنی قمیص اتار دو۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اون کا لباس، بھیڑوں کا ایک ریوڑ اور ایک ڈنڈا منگوایا۔ پھر فرمایا: یہ لباس پہنو، یہ ڈنڈا پکڑو اور ان بھیڑوں کو چراؤ، ان کو پانی پلاؤ اور جو بھی تمہارے قریب سے گزرے اس کو بھی پانی پلاؤ اور ہمارے اوپر جو احسان کیا گیا ہے، اسے یاد رکھنا۔ کیا تم نے ہماری بات کو سن لیا؟ عیاض نے کہا: جی ہاں (آپ کی بات کو سن لیا) لیکن (میرے لیے) موت ان (بھیڑوں کے چرانے سے) بہتر ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنی بات کو دہراتے رہے اور عیاض بن غنم اس بات کو دہراتا رہا کہ اس حالت میں بھیڑوں کو چرانے سے موت بہتر ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تمہیں یہ ناپسند کیوں ہے؟ تمہارے والد کا نام غنم (بھیڑ، بکری) رکھا گیا کیونکہ وہ بھیڑوں بکریوں کی دیکھ بھال کرتے تھے۔ تمہیں نہیں لگتا کہ یہ تمہارے لیے بہتر رہے گا؟ اس نے کہا: جی ہاں، امیر المؤمنین! آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کے یہ کپڑے اتار دو اور انہیں واپس اپنے کام پر بھیج دو۔ راوی کہتے ہیں: میں نے اس کے بعد ان جیسا (اپنی ذمہ داریوں کو نبھانے والا) عامل کبھی نہیں دیکھا۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ رہنما قوم کو چاہیے کہ وہ مخلص باصلاحیت متعلقین کی اصلاح ضرور کریں لیکن انہیں نظام سے الگ نہ کریں ورنہ وہ ضائع ہو جائیں گے۔

عمال کی نگرانی اور رعایا کی خوشحالی:

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ قَالَ: رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَبْلَ أَنْ يُصَابَ بِأَيَّامٍ بِالْمَدِينَةِ وَقَفَ عَلَى حَذِيفَةَ بْنِ الْيَمَانِ وَعُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ: كَيْفَ فَعَلْتُمَا؟ أَتَخَافَانِ أَنْ تَكُونَا قَدْ

حَمَلْتُمَا الْأَرْضَ مَا لَا تُطِيقُ؟ قَالَا: حَمَلْنَاهَا أَمْرًا هِيَ لَهُ مُطِيقَةٌ مَا فِيهَا كَبِيرٌ فَضَلَّ قَالَ: انْظُرَا أَنْ تَكُونَا حَمَلْتُمَا الْأَرْضَ مَا لَا تُطِيقُ قَالَ: قَالَا: لَا، فَقَالَ عُمَرُ: لَيْسَ سَلَّمَنِي اللَّهُ لَا دَعَنَّ أَرَامِلَ أَهْلِ الْعِرَاقِ لَا يَحْتَجْنَ إِلَى رَجُلٍ بَعْدِي أَبَدًا. [109]

ترجمہ: حضرت عمرو بن میمون رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو شہادت سے چند دن پہلے مدینہ منورہ میں دیکھا کہ آپ حضرت حذیفہ بن یمان اور حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہما کے ساتھ کھڑے تھے اور انہیں یہ فرما رہے تھے کہ آپ لوگوں نے (محصول کی ادائیگی میں) کیا کیا ہے؟ کیا آپ لوگوں کو یہ اندیشہ ہے کہ (عراق کی) زمین کا اتنا طے کر دیا ہے جس کی گنجائش نہ ہوگی؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے ان پر محصول کا اتنا ہی بوجھ ڈالا جسے ادا کرنے کی زمین میں گنجائش موجود تھی۔ اس سلسلے میں ہم نے کوئی زیادتی نہیں کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دیکھ لو، پھر اچھی طرح سوچ لو، کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ نے اتنا ٹیکس لگایا ہو جو زمین کی پیداوار کے اعتبار سے زیادہ ہو۔ ان دونوں نے جواب دیا کہ ایسا نہیں ہے (بلکہ حسب استطاعت اور انصاف کے تقاضوں کے مطابق ہی ٹیکس لگایا ہے)۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر اللہ نے مجھے سلامت رکھا تو میں عراق کی بیوہ خواتین کو اس حال میں چھوڑ کر جاؤں گا کہ وہ میرے بعد کسی کی محتاج نہیں رہیں گی۔

فائدہ:

اس روایت کا پس منظر یہ ہے کہ جب عراق فتح ہوا تو عراقی زمینیں اور کثیر مال غنیمت مسلمانوں کے قبضے میں آیا۔ مال غنیمت تو مجاہدین میں تقسیم کر دیا گیا لیکن عراق کی زمینیں تقسیم نہیں کی گئیں۔ مجاہدین کی طرف سے یہ مطالبہ تھا کہ عراق کی زمینیں بھی ہمیں تقسیم کر کے دے دی جائیں جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمین مجاہدین میں تقسیم کر دی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس مطالبے پر شرح صدر نہیں تھا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے پہلے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا۔ پھر ایک ماہ استخارہ بھی کیا۔ آخر کار آپ نے عراق کی زمینوں کو مال فئے قرار دیا اور حضرت حذیفہ اور عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہما کو عراق بھیجا کہ وہ پورے ملک کی

زمینوں کی پیمائش کریں اور زمین کی نوعیت کے مطابق لگان تجویز کریں۔ جب یہ دو حضرات اپنے سپرد کیے ہوئے کام سے فارغ ہو کر مدینے آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے ملاقات کی اور وہ گفتگو فرمائی جو حدیث میں ہے کہ آپ حضرات نے کہیں ان زمینوں پر بھاری محصول تو نہیں لگا دیا؟ اگر ایسا ہے تو اسے ہلکا کریں لیکن دونوں حضرات نے یقین دہانی کرائی کہ ہم نے مناسب محصول طے کیا ہے۔

رعایا کی تربیت اور تادیبی کارروائی:

امام قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب الانصاری رحمہ اللہ (ت 182ھ) نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي سَلَامَةَ قَالَ: ضَرَبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ رِجَالًا وَنِسَاءً اَزْدَحَمُوا عَلَى حَوْضٍ، قَالَ: فَالْقِيَهُ عَلَيْهِ فَنَسَّاهُ فَقَالَ: إِنِّي أَخَافُ أَنْ أَكُونَ قَدْ هَلَكْتُ، فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: إِنْ كُنْتُ ضَرَبْتَهُمْ عَلَى غَيْشٍ وَعَدَاوَةٍ فَقَدْ هَلَكْتُ، وَإِنْ كُنْتُ ضَرَبْتَهُمْ عَلَى نَصَحٍ وَإِصْلَاحٍ فَلَا بَأْسَ؛ إِنَّمَا أَنْتَ رَاعٍ، إِنَّمَا أَنْتَ مُؤَدِّبٌ. [110]

ترجمہ: حضرت ابو سلامہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کچھ مردوں اور عورتوں کو مارا جنہوں نے حوض پر رش لگا رکھا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آپ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے پوچھا کہ مجھے اپنی ہلاکت کا خوف ہے (کہ میں نے کہیں ان پر زیادتی تو نہیں کی؟) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر آپ نے انہیں ناحق اور دشمنی کی وجہ سے مارا ہے تو پھر وہی بات ہے جو آپ کہہ رہے ہیں، اور اگر آپ نے انہیں نصیحت اور اصلاح کے لیے مارا ہے تو آپ کے لیے کوئی نقصان نہیں کیونکہ آپ (بحیثیت خلیفہ ان کے) نگران ہیں اور انہیں ادب سکھانے والے ہیں۔

رعایا کی خبر گیری اور خدمت:

امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل البغدادی رحمہ اللہ (ت 241ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ إِلَى حَرَّةٍ وَاقِمٍ، حَتَّى إِذَا كُنَّا

بَصَرًا إِذَا نَارٌ، فَقَالَ: يَا أَسْلَمُ! إِنِّي لَأَرَى هَاهُنَا رَكْبًا قَصَّرَ بِهِمُ اللَّيْلُ وَالْبَرْدُ، انْطَلِقْ بِنَا، فَخَرَجْنَا نَهْرُولَ حَتَّى دَنَوْنَا مِنْهُمْ، فَإِذَا بِأَمْرَأَةٍ مَعَهَا صَبِيَّانِ صَغَارٌ وَقِدْرٌ مَنْصُوبَةٌ عَلَى نَارٍ وَصَبِيَّانُهَا يَتَضَاغُونَ، فَقَالَ عُمَرُ: السَّلَامُ عَلَيْكُمُ يَا أَصْحَابَ الصَّوْءِ، وَكَرِهَ أَنْ يَقُولَ: يَا أَصْحَابَ النَّارِ، فَقَالَتْ: وَعَلَيْكَ السَّلَامُ، فَقَالَ: أَذْنُو؟، فَقَالَتْ: أَذْنُ بِخَيْرٍ أَوْ دَعُ، فَدَنَا فَقَالَ: مَا بَالُكُمْ؟ قَالَتْ: قَصَّرَ بِنَا اللَّيْلُ وَالْبَرْدُ، قَالَ: فَمَا بَالُ هَؤُلَاءِ الصَّبِيَّةِ يَتَضَاغُونَ؟ قَالَتْ: الْجُوعُ، قَالَ: فَأَيُّ شَيْءٍ فِي هَذِهِ الْقِدْرِ؟ قَالَتْ: مَا أَسْكَنْتُهُمْ بِهِ حَتَّى يَنَامُوا، وَاللَّهِ بَيْنَنَا وَبَيْنَ عُمَرَ، فَقَالَ: أَيُّ رَحِمَكِ اللَّهُ، وَمَا يُدْرِي عُمَرَ بِكُمْ؟ قَالَتْ: يَتَوَلَّى عُمَرُ أَمْرَنَا ثُمَّ يَغْفُلُ عَنَّا، قَالَ: فَأَقْبَلَ عَلَيَّ فَقَالَ: انْطَلِقْ بِنَا، فَخَرَجْنَا نَهْرُولَ حَتَّى أَتَيْنَا دَارَ الدَّقِيقِ، فَأَخْرَجَ عَدْلًا مِنْ دَقِيقٍ وَكَبَّةً مِنْ شَحْمٍ، فَقَالَ: أَحْبِلُهُ عَلَيَّ، فَقُلْتُ: أَنَا أَحْبِلُهُ عَنكَ، قَالَ: أَنْتَ تَحْبِلُ عَنِّي وَزُرِّي يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا أَمْرَ لَكَ؟ فَحَبَلْتُهُ عَلَيْهِ فَاَنْطَلَقَ، وَانْطَلَقْتُ مَعَهُ إِلَيْهَا، نَهْرُولَ، فَالْقَى ذَلِكَ عِنْدَهَا وَأَخْرَجَ مِنَ الدَّقِيقِ شَيْئًا، فَجَعَلَ يَقُولُ لَهَا: ذُرِّي عَلَيَّ، وَأَنَا أَحْرِكُ لَكَ، وَجَعَلَ يَنْفُخُ تَحْتَ الْقِدْرِ ثُمَّ أَنْزَلَهَا، فَقَالَ: أَبْغِينِي شَيْئًا، فَأَتَتْهُ بِصَحْفَةٍ فَأَفْرَعَهَا فِيهَا ثُمَّ جَعَلَ يَقُولُ لَهَا: أَطْعِمِيهِمْ وَأَنَا أُسْطِخُ لَهُمْ، فَلَمْ يَزَلْ حَتَّى شَبِعُوا، وَتَرَكَ عِنْدَهَا فَضْلَ ذَلِكَ، وَقَامَ وَقُمْتُ مَعَهُ، فَجَعَلْتُ تَقُولُ: جَزَاكَ اللَّهُ خَيْرًا، كُنْتُ أَوَّلِي بِهَذَا الْأَمْرِ مِنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ، فَيَقُولُ: قَوْلِي خَيْرًا إِذَا جِئْتُ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، وَحَدَّثَنِي هُنَاكَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ، ثُمَّ تَنَحَّيْنَا حَتَّى رَأَيْنَا نَاحِيَةَ عَنْهَا ثُمَّ اسْتَقْبَلَهَا فَرَبَضَ مَرَبَضًا، فَقُلْنَا لَهُ: إِنَّ لَنَا شَأْنًا غَيْرَ هَذَا، وَلَا يُكَلِّمُنِي حَتَّى رَأَيْتُ الصَّبِيَّةَ يَضْطَرُّ عُونًا ثُمَّ نَامُوا وَهَذَا أَوْ، فَقَالَ: يَا أَسْلَمُ! إِنَّ الْجُوعَ أَسْهَرَهُمْ وَأَبْكَاهُمْ، فَأَحْبَبْتُ أَنْ لَا أَنْصَرِفَ حَتَّى أَرَى مَا رَأَيْتُ. [111]

ترجمہ: ہم سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ حرہ و اقم کی طرف روانہ ہوئے، یہاں تک کہ جب ہم صرار مقام پر پہنچے تو ہمیں آگ نظر آئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اسلم! مجھے لگتا ہے یہاں کوئی قافلہ ہے جو رات اور سردی کی وجہ سے رکا ہوا ہے، ہمیں (وہاں) لے چلو۔ چنانچہ ہم تیزی سے گئے اور جب ان کے قریب پہنچ گئے تو

دیکھا کہ وہاں ایک عورت تھی اور اس کے ساتھ دو چھوٹے بچے تھے۔ اس نے ایک ہنڈیا آگ پر چڑھائی ہوئی تھی اور اس کے بچے زور زور سے رورہے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے روشنی والو! السلام علیکم۔ آپ نے انہیں "اے آگ والو" کہہ کر بلانا پسند کیا (کیونکہ یہ الفاظ جہنمیوں کے لیے بھی بولے جاتے ہیں) تو عورت نے کہا: وعلیک السلام۔

آپ نے پوچھا: کیا میں قریب آسکتا ہوں؟ اس نے کہا: اگر خیریت ہے تو آجاؤ، ورنہ دور ہی رہو۔ آپ رضی اللہ عنہ قریب چلے گئے اور پوچھا کہ تمہارا کیا مسئلہ ہے؟ اس نے کہا: رات اور سردی کی وجہ سے ہم آگے نہیں جا سکے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ان بچوں کو کیا ہوا ہے، یہ کیوں رورہے ہیں؟ اس نے کہا: بھوک کی وجہ سے رو رہے ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اس ہنڈیا میں کیا چیز ہے؟ اس نے کہا: کچھ بھی نہیں (خالی ہنڈیا آگ پر چڑھائی ہوئی ہے)۔ بس انہیں خاموش کر رہی ہوں تاکہ یہ سو جائیں۔ ہمارے اور عمر (خلیفہ) کے درمیان اللہ ہے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے! کیا عمر کو تمہارا اس حالت کے بارے میں پتا ہے؟ اس نے کہا: عمر ہمارے معاملات کا نگران بنا ہے، پھر ہماری خبر نہیں لیتا۔ (یہ سن کر) آپ رضی اللہ عنہ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ہمیں لے چلو۔ چنانچہ ہم تیزی کے ساتھ نکل پڑے، یہاں تک کہ ہم بیت المال میں گئے۔ آپ نے سٹو کی ایک بوری اور چربی کا ایک تھیلا نکالا اور فرمایا: اسے مجھ پر لادو۔ میں نے کہا: آپ کی جگہ میں اٹھالیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: تیرا بھلا ہو، کیا قیامت کے دن آپ میرا بوجھ اٹھا سکو گے؟ چنانچہ میں نے وہ تھیلا ان پر لاد دیا اور وہ چل پڑے۔ میں بھی ان کے ساتھ اس عورت کی طرف چل پڑا۔ ہم تیز تیز چل رہے تھے۔ اس کے پاس پہنچ کر آپ نے یہ سامان رکھ دیا اور کچھ سٹونکال کر اس عورت سے کہنے لگے: تم یہ کام مجھ پر چھوڑ دو، میں یہ کام تمہیں کر کے دیتا ہوں۔

آپ رضی اللہ عنہ ہنڈیا کے نیچے پھونک مارنے لگے، پھر اسے نیچے اتارا اور کہا: مجھے کوئی چیز دو۔ وہ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک تھال لائی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس میں کھانا ڈالا۔ پھر عورت سے کہنے لگے: ان بچوں کو کھلا دو اور میں ان کے سونے کے لیے چھت بناتا ہوں۔ پھر آپ تب تک وہیں رہے جب تک انہوں نے خوب سیر ہو کر نہ کھالیا اور اضافی سامان آپ رضی اللہ عنہ نے اس عورت کے پاس ہی چھوڑ دیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ اٹھ

کھڑے ہوئے اور میں بھی آپ کے ساتھ ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ تو وہ عورت کہنے لگی: اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ امیر المؤمنین سے زیادہ آپ خلیفہ بننے کے حقدار ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ فرمایا: جب تم امیر المؤمنین کے پاس جاؤ تو اچھی بات کہنا اور اگر اللہ نے چاہا تو وہاں مجھ سے بات کرو گی (یعنی مجھے بھی وہاں پاؤ گی)۔ پھر آپ اس عورت کو چھوڑ کر ایک طرف ہو گئے اور اس کی طرف رخ کر کے تاک لگا کر بیٹھ گئے۔

میں نے آپ رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ ہمیں اس کے علاوہ اور بھی کام ہیں لیکن آپ مجھ سے کوئی بات نہیں کر رہے تھے یہاں تک کہ میں نے بچوں کو دیکھا کہ وہ خوب پیٹ بھر کر کھانا کھا کر آپس میں کھیلنے لگے اور پھر سو گئے اور انہیں سکون ملا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اسلم! بھوک نے ان کی نیند اڑائی تھی اور انہیں رلایا تھا، اس لیے میں چاہتا تھا کہ تب تک واپس نہ جاؤں جب تک (ان کی خوشی کا) یہ منظر نہ دیکھ لوں جو ابھی دیکھا ہے۔

فائدہ: مدینہ کا ایک حصہ پتھریلی زمین پر مشتمل اور آتش فشانی پتھروں سے ڈھکا ہوا تھا۔ "حرہ" پتھریلی زمین کو کہتے ہیں۔ مدینہ میں اس قسم کے کئی حرے تھے۔ ان میں سے ایک کا نام "واقم" تھا۔ یہ نام اس حرہ کو اس لیے دیا گیا کیونکہ قدیم زمانہ میں اس حرہ میں ایک شخص قیام پذیر ہوا تھا جس کا نام "واقم" تھا۔ اسی مناسبت سے اسے "حرہ واقم" کہتے ہیں۔

نو مولود بچوں کا سرکاری وظیفہ:

حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) روایت نقل

فرماتے ہیں:

وَقَالَ أَسْلَمُ مَوْلَى عُمَرَ: قَدِمَ الْمَدِينَةَ رُفْقَةً مِنْ تُجَّارٍ، فَزَلُّوا الْمُصَلَّى فَقَالَ عُمَرُ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ: هَلْ لَكَ أَنْ تَحْرُسَهُمُ اللَّيْلَةَ؟ قَالَ: نَعَمْ! فَبَاتَا يَحْرُسَانِهِمْ وَيُصَلِّيَانِ، فَسَمِعَ عُمَرُ بُكَاءَ صَبِيٍّ فَنَوَّجَهُ نَحْوَهُ فَقَالَ لِأُمِّهِ: اتَّقِ اللَّهَ تَعَالَى وَأَحْسِنِي إِلَى صَبِيِّكَ. ثُمَّ عَادَ إِلَى مَكَانِهِ، فَسَمِعَ بُكَاءَهُ فَعَادَ إِلَى أُمِّهِ فَقَالَ لَهَا مِثْلَ ذَلِكَ، ثُمَّ عَادَ إِلَى مَكَانِهِ، فَلَمَّا كَانَ آخِرُ اللَّيْلِ سَمِعَ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَأَتَى إِلَى أُمِّهِ فَقَالَ لَهَا: وَيْحَكَ، إِنَّكَ أُمُّ سَوْءٍ، مَا لِي أَرَى ابْنَكَ لَا يَقْرُءُ مِنْذُ اللَّيْلَةِ مِنَ الْبُكَاءِ؟! فَقَالَتْ: يَا عَبْدَ اللَّهِ! إِنِّي أَشْغَلُهُ عَنِ الطَّعَامِ فَيَبْكُ ذَلِكَ، قَالَ: وَلِمَ؟ قَالَتْ: لِأَنَّ عُمَرَ لَا يَفْرِضُ إِلَّا لِلْمَفْظُومِ

قَالَ: وَكَمْ عُمُرُ ابْنِكَ هَذَا؟ قَالَتْ: كَذَا وَكَذَا شَهْرًا، فَقَالَ: وَيْحَكَ لَا تُعَجِّلِيهِ عَنِ الْفِطَامِ فَلَمَّا صَلَّى الصُّبْحَ وَهُوَ لَا يَسْتَبِينَ لِلنَّاسِ قِرَاءَتُهُ مِنَ الْبُكَاءِ قَالَ: بُؤْسًا لِعَمَرَ كَمْ قَتَلَ مِنْ أَوْلَادِ الْمُسْلِمِينَ ثُمَّ أَمَرَ مُنَادِيَهُ فَنَادَى: لَا تُعَجِّلُوا صَبِيَّانَكُمْ عَنِ الْفِطَامِ فَإِنَّا نَفْرِضُ لِكُلِّ مَوْلُودٍ فِي الْإِسْلَامِ وَكُتِبَ بِذَلِكَ إِلَى الْأَفَاقِ. [112]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت اسلم مروی ہے کہ تاجروں کے ایک گروہ نے مدینہ منورہ میں نماز کے لیے پڑاؤ ڈالا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا آپ آج رات ان کی پہرے داری کریں گے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! چنانچہ ان دونوں (حضرت عمر اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما) نے رات کو پہرہ دیا اور نماز بھی ادا فرمائی۔ اسی دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بچے کے رونے کی آواز سنی، آپ اس طرف متوجہ ہوئے اور اس کی ماں سے کہا: اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے بچے کے ساتھ بھلائی والا معاملہ کرو (یعنی بچے کو چپ کراؤ)۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ اپنی جگہ پر لوٹ آئے۔ کچھ دیر بعد پھر بچے کے رونے کی آواز سنی تو اس کی ماں کے پاس آئے اور وہی بات فرمائی جو پہلے فرمائی تھی۔ اس کے بعد اپنی جگہ پر لوٹ آئے۔ جب رات کافی ہو گئی تو پھر اس کے رونے کی آواز سنی۔ آپ اس کی ماں کے پاس آئے اور فرمانے لگے: افسوس ہے تم پر! تم اچھی ماں نہیں ہو، کیا وجہ ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارا بیٹا پوری رات چپ ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا۔ اس عورت نے کہا: اے اللہ کے بندے! میں اس کو کھانا کھلانا چاہتی ہوں لیکن یہ نہیں کھاتا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ ایسا کیوں کر رہی ہو؟ اس عورت نے کہا: اس وجہ سے کہ عمر صرف اس بچے کا وظیفہ مقرر کرتے ہیں جو دودھ چھوڑ چکا ہو (یعنی غذا کھانے والے بچوں کا حصہ مقرر کرتے ہیں) آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تیرے بیٹے کی عمر کتنی ہے؟ اس نے کہا: اتنے سال اور اتنے مہینے۔ پھر آپ نے فرمایا: تیرا بھلا ہو! دودھ چھڑانے میں جلدی نہ کرو۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نے فجر کی نماز پڑھائی تو (دوران نماز اتنا روئے کہ) رونے کی وجہ سے لوگوں کو قراءت نہ سنا سکے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عمر کے لیے افسوس ہے کہ اس نے شدت اختیار کر

کے کتنے مسلمان بچوں کو قتل (بھوک میں مبتلا) کیا ہے۔ پھر اپنے منادی کو بلایا اور اس سے فرمایا کہ میرا پیغام لوگوں کو سناؤ کہ تم بچوں کے دودھ چھڑانے میں جلدی نہ کرو، اس لیے کہ ہم نے ہر نو مولود بچے کے لیے اسلام کے اندر حصہ مقرر کر دیا۔ چنانچہ منادی نے یہ آواز لگائی۔ آپ نے یہ بات دیگر علاقے والوں کو بھی لکھ دی۔

ذخیرہ اندوزی کی روک تھام:

امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل البغدادی رحمہ اللہ (ت 241ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ فَرُّوخَ مَوْلَى عُثْمَانَ أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَهُوَ يُؤَمِّدُ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَرَأَى طَعَامًا مَنُوشًا فَقَالَ: مَا هَذَا الطَّعَامُ؟ فَقَالُوا: طَعَامُ جُلْبِ الْيَنَّا قَالَ: بَارَكَ اللَّهُ فِيهِ وَفِي مَنْ جَلَبَهُ قِيلَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! فَإِنَّهُ قَدْ احْتَكَرَ. قَالَ: وَمَنْ احْتَكَرَهُ؟ قَالُوا: فَرُّوخُ مَوْلَى عُثْمَانَ وَفُلَانٌ مَوْلَى عُمَرَ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِمَا فَدَعَاهُمَا فَقَالَ: مَا حَمَلَكُمَا عَلَى احْتِكَارِ طَعَامِ الْمُسْلِمِينَ؟ قَالَا: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! نَشْتَرِي بِأَمْوَالِنَا وَنَبِيعُ فَقَالَ عُمَرُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ احْتَكَرَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ طَعَامَهُمْ ضَرَبَهُ اللَّهُ بِالْأَفْلَاسِ أَوْ بِجُذَامٍ فَقَالَ فَرُّوخُ عِنْدَ ذَلِكَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! أَعَاهِدُ اللَّهَ وَأُعَاهِدُكَ أَنْ لَا أَعُودَ فِي طَعَامٍ أَبَدًا وَأَمَّا مَوْلَى عُمَرَ فَقَالَ: إِنَّمَا نَشْتَرِي بِأَمْوَالِنَا وَنَبِيعُ. قَالَ أَبُو يَحْيَى: فَلَقَدْ رَأَيْتُ مَوْلَى عُمَرَ مَجْدُومًا. [113]

ترجمہ: حضرت فروخ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے عہد خلافت میں ایک دن مسجد کی طرف تشریف لے جا رہے تھے تو دیکھا (مسجد سے باہر) اناج کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ سے اس بارے پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ ہمارے لیے فلاں جگہ سے لایا گیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ اس غلے میں اور اس کو لانے والے شخص میں برکت عطا فرمائے۔ بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تفصیل سے بتایا گیا کہ اس کے مالکوں نے اس غلے کی ذخیرہ اندوزی کی ہوئی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ وہ کون لوگ ہیں؟ (جنہوں نے مسلمانوں کی ضرورت کے وقت اس غلے کو ذخیرہ کیا ہوا ہے) بتایا گیا کہ فروخ اور فلاں شخص ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ

نے انہیں بلوایا اور فرمایا: کیا وجہ ہے کہ آپ لوگ مسلمانوں کی ضرورت کے وقت غلہ کی ذخیرہ اندوزی کر رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ امیر المؤمنین! ہم اپنے مال سے خرید و فروخت کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے خود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے مسلمانوں کی ضرورت کے وقت ان کے کھانے پینے کی چیزوں کی ذخیرہ اندوزی کی ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ کوڑھ کے مرض میں مبتلا کر دیتے ہیں یا پھر مفلس (غریب) بنا دیتے ہیں۔ اسی وقت فروخ نے عرض کی: اے امیر المؤمنین! میں اللہ سے اور آپ سے یہ عہد کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی اناج کی ذخیرہ اندوزی نہیں کروں گا جبکہ دوسرے شخص نے کہا کہ ہم اپنے مال سے خرید و فروخت کرتے ہیں۔ (یعنی ہماری مرضی ذخیرہ اندوزی کریں یا نہ کریں کسی کو اس سے کیا غرض؟) ابوبیٹی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اسی شخص کو کوڑھ کے مرض کی حالت میں خود دیکھا ہے۔

رعایا پر اثرات:

امام ابو محمد عبد اللہ بن عبد الحکم بن اعین بن لیث بن رافع المصری رحمہ اللہ (ت 214ھ) نقل کرتے ہیں:

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ نَهَى فِي خِلَافَتِهِ عَنْ مَذَقِ اللَّذَنِ بِالنِّسَاءِ فَخَرَجَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي حَوَاشِي الْمَدِينَةِ فَإِذَا بِأَمْرَةٍ تَقُولُ لِابْنَةٍ لَهَا: أَلَا تَمْدُقِينَ لَبَنَكَ فَقَدْ أَصْبَحَتْ. فَقَالَتِ الْجَارِيَةُ: كَيْفَ أَمْدُقُ وَقَدْ نَهَى أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَنِ الْمَذَقِ. فَقَالَتْ: قَدْ مَذَقَ النَّاسُ فَاْمَذُقِي فَمَا يَدْرِي أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ. فَقَالَتْ: إِنْ كَانَ عُمَرُ لَا يَعْلَمُ فَإِلَهُ عُمَرَ يَعْلَمُ مَا كُنْتُ لَأَفْعَلُهُ وَقَدْ نَهَى عَنْهُ فَوَقَعَتْ مَقَالَتُهَا مِنْ عُمَرَ فَلَمَّا أَصْبَحَ دَعَا عَاصِمًا ابْنَهُ فَقَالَ يَا بُنَيَّ: أَذْهَبَ إِلَى مَوْضِعٍ كَذَا وَكَذَا فَاسْأَلْ عَنِ الْجَارِيَةِ. وَوَصَفَهَا لَهُ فَذَهَبَ عَاصِمٌ فَإِذَا هِيَ جَارِيَةٌ مِنْ بَنِي هِلَالٍ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: أَذْهَبَ يَا بُنَيَّ فَتَزَوَّجَهَا فَمَا أَحْرَاهَا أَنْ تَأْتِي بِفَارِسٍ يُسَوِّدُ الْعَرَبَ فَتَزَوَّجَهَا عَاصِمُ بْنُ عُمَرَ فَوَلَدَتْ لَهُ أُمَّ عَاصِمِ بِنْتُ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَتَزَوَّجَهَا عَبْدُ الْعَزِيزُ بْنُ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ فَأَتَتْ بِعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ. [114]

[114] سیرۃ عمر بن عبد العزیز: تحت حکایۃ عمر بن الخطاب مع الهلالیۃ وتزویج ابنہ ایاہا

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں دودھ میں پانی کی ملاوٹ سے منع کیا تھا، ایک رات مدینہ کی گلیوں کا گشت کر رہے تھے، اچانک آپ رضی اللہ عنہ نے سنا کہ ایک عورت اپنی بیٹی سے کہہ رہی ہے: بیٹی! تم نے اب تک دودھ میں پانی نہیں ملایا، صبح ہونے کو ہے۔ بیٹی جواب میں بولی: امی! میں پانی کیسے ملاؤں؟ امیر المؤمنین نے دودھ میں پانی کی ملاوٹ سے منع کیا ہوا ہے۔ اس پر ماں نے کہا: بیٹی! اور لوگ بھی تو ملاتے ہیں، تم بھی ملاؤ، امیر المؤمنین کو کیا خبر؟ بیٹی بولی: اگر عمر کو خبر نہیں، تو عمر کا رب تو جانتا ہے۔ میں یہ کام نہیں کروں گی۔ کیونکہ اس نے اس کام سے منع کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ گفتگو بے حد پسند آئی، جب صبح ہوئی، تو اپنے بیٹے عاصم کو بلایا اور واقعہ بتا کر فرمایا کہ فلاں جگہ جا کر معلوم کرو کہ یہ لڑکی کون ہے؟ اور اس کی نشانی بھی بتادی۔ حضرت عاصم رحمہ اللہ نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ اس کا تعلق قبیلہ بنو ہلال سے ہے، انہوں نے آکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی، تو آپ نے اپنے بیٹے عاصم کو فرمایا: اس لڑکی سے نکاح کر لو، وہ یقیناً اس لائق ہے کہ اس کے شکم سے ایک شہ سوار پیدا ہو، جو تمام عرب کی قیادت کرے۔ چنانچہ حضرت عاصم رحمہ اللہ نے اس لڑکی سے نکاح کر لیا، اس سے ایک لڑکی ام عاصم بنت عاصم بن عمر پیدا ہوئی، جس کا نکاح عبدالعزیز بن مروان بن حکم سے ہوا، اور ان سے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ پیدا ہوئے۔

فتح بیت المقدس کا عجیب سفر:

حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) روایت نقل

فرماتے ہیں:

وَلَمَّا قَدِمَ الشَّامَ لِفَتْحِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ كَانَ عَلَى جَمَلٍ أَوْرَقٍ تَلُوْحُ صَلْعَتُهُ لِلشَّمْسِ لَيْسَ عَلَيْهِ قَلَنْسُوَةٌ وَعِمَامَةٌ قَدْ طَبَّقَ رِجْلِيَهُ بَيْنَ شُعْبَيْ الرَّحْلِ بِلَا رِكَابٍ وَوِطَاؤُهُ كَبَشٌ مِنْ صُوفٍ وَهُوَ فِرَاشُهُ إِذَا نَزَلَ وَحَقِيبَتُهُ مَحْشُوَةٌ لَيْفًا وَهِيَ سَادَتُهُ إِذَا نَامَ وَعَلَيْهِ قَبِيصٌ مِنْ كَرَابِيسٍ قَدْ رَسَمَ وَتَخَرَّقَ جَنْبُهُ فَلَمَّا نَزَلَ قَالَ: ادْعُوا لِي رَأْسَ الْقَرْيَةِ. فَدَعَوْهُ فَقَالَ: اغْسِلُوا قَبِيصِي وَخَيِّطُوهُ وَأَعِيرُونِي قَبِيصًا فَأَتِي بِقَبِيصٍ كَتَّانٍ، فَقَالَ: مَا هَذَا؟ فَقِيلَ كَتَّانٌ، فَقَالَ: فَمَا الْكَتَّانُ؟ فَأُخْبِرُوهُ فَتَنَعَ قَبِيصَهُ فَغَسَلُوهُ وَخَاطَوْهُ ثُمَّ لَبِسَهُ فَقَالَ لَهُ: أَنْتَ مَلِكُ الْعَرَبِ، وَهَذِهِ بِلَادٌ لَا يَصْلِحُ فِيهَا رُكُوبُ الْإِبِلِ فَأَتِي بِبِزْدُونٍ

فَطَرَحَ عَلَيْهِ قِطِيفَةً بَلَا سَرَجٍ وَلَا رَحْلٍ فَلَمَّا سَارَ جَعَلَ الْبِزْدُونَ يُهْمِلُجُ بِهِ فَقَالَ لِمَنْ مَعَهُ: احْبِسُوا مَا كُنْتُ أَظُنُّ النَّاسَ يَرْكَبُونَ الشَّيَاطِينَ هَاتُوا جَمَلِي، ثُمَّ نَزَلَ وَرَكِبَ الْجَمَلَ. [115]

ترجمہ: جب آپ رضی اللہ عنہ بیت المقدس کی فتح کے لیے شام آئے تو آپ ایک خاکی رنگ کے اونٹ پر سوار تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کے سر کا وہ حصہ جہاں سے بال جھڑے ہوئے تھے دھوپ میں چمک رہا تھا۔ اس وقت آپ کے سر پر نہ عمامہ تھا اور نہ ہی ٹوپی، آپ رضی اللہ عنہ نے پلان کے دونوں حصوں کے درمیان رکاب کے بغیر اپنی ٹانگوں کو جڑا ہوا تھا، اور آپ رضی اللہ عنہ کا (اونٹ پر بیٹھنے کے لیے بچھایا جانے والا) کپڑا مینڈھے کی اون کا تھا، وہی آپ کا تکیہ تھا جس جگہ پڑاؤ ڈالتے، آپ رضی اللہ عنہ کا بچھونا وہی ہوتا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا تھیلہ اچھال سے بھرا ہوا تھا، جب آپ رضی اللہ عنہ سوتے تھے تو وہی آپ کا تکیہ ہوتا تھا۔ آپ کی قمیص کھر درے کپڑے کی تھی جو پرانی ہو چکی تھی، جس کا گریبان پھٹ چکا تھا، جب آپ رضی اللہ عنہ کسی جگہ اترتے تو فرماتے کہ بستی کے سردار کو میرے پاس بلاؤ۔ لوگ اسے بلاتے تو آپ رضی اللہ عنہ اسے فرماتے کہ میری قمیص دھو کر سلائی کروادو اور مجھے (تھوڑی دیر استعمال کے لیے) عاریتاً دوسری قمیض دے دو۔ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس کتّان کی ایک قمیص لائی گئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ لوگوں نے آپ کو بتایا کہ یہ کتّان ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کتّان کیا ہوتا ہے؟ تو لوگوں نے کتّان کے بارے میں بتایا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی قمیض اتاری۔ لوگوں نے اسے دھویا اور سلائی کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے پہن لیا۔ ایک شخص نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ عرب کے بادشاہ ہیں اور ان ممالک میں اونٹوں کی سواری ایک بادشاہ کی شایانِ شان نہیں، آپ کے پاس ایک خچر لایا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کجاوے اور زین کے بغیر اس پر چادر ڈال دی (اور سوار ہو گئے) جب آپ رضی اللہ عنہ چلے تو خچر تیزی سے دوڑنے لگا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھ والوں سے فرمایا: اسے روک دو! میرا گمان تو یہ تھا کہ لوگ شیاطین پر سواری نہیں کرتے، میرا اونٹ لاؤ۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ اس سے اتر کر اپنے اونٹ پر سوار ہو گئے۔

غیر مسلموں کی جان، مال اور عبادت کا ہوں کا تحفظ:

امام ابو العباس احمد بن علی بن عبد القادر الحسینی (ت 845ھ) نقل فرماتے ہیں:

وَيَذْكُرُ عُلَمَاءُ الْأَخْبَارِ مِنَ النَّصَارَى أَنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، لَمَّا فَتَحَ مَدِينَةَ الْقُدْسِ كَتَبَ لِلنَّصَارَى أَمَانًا عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَأَوْلَادِهِمْ وَنِسَائِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ وَجَمِيعِ كَنَائِسِهِمْ لَا تُهْدَمُ وَلَا تُسْكَنُ، وَأَنَّهُ جَلَسَ فِي وَسْطِ صَحْنِ كَنِيسَةِ الْقِيَامَةِ، فَلَمَّا حَانَ وَقْتُ الصَّلَاةِ خَرَجَ وَصَلَّى خَارِجَ الْكَنِيسَةِ عَلَى الدَّرَجَةِ الَّتِي عَلَى بَابِهَا بِمُفْرَدَةٍ، ثُمَّ جَلَسَ وَقَالَ لِلْبَطْرِكِ: لَوْ صَلَّيْتُ دَاخِلَ الْكَنِيسَةِ لَأَخَذَهَا الْمُسْلِمُونَ مِنْ بَعْدِي، وَقَالُوا الهُتَا صَلِّ عُمْرُ، وَكَتَبَ كِتَابًا يَتَضَمَّنُ أَنَّهُ لَا يُصَلِّي أَحَدٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ عَلَى الدَّرَجَةِ إِلَّا وَاحِدًا وَاحِدًا، وَلَا يَجْتَمِعُ الْمُسْلِمُونَ بِهَا لِلصَّلَاةِ فِيهَا وَلَا يُؤَذِّنُونَ عَلَيْهَا. [116]

ترجمہ: عیسائیوں کے علماء نے امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا واقعہ ذکر کیا ہے کہ جب "القدس" شہر فتح ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے عیسائیوں کے لیے معاہدہ امن لکھا کہ ان کی جان، ان کی اولاد، ان کی خواتین، ان کے اموال اور ان کے تمام گرجا گھروں کو امان دی جاتی ہے۔ نہ تو گرجا گھروں کو گرایا جائے اور نہ ہی ان میں رہائش رکھی جائے۔ آپ رضی اللہ عنہ "قمامہ" نامی گرجا گھر کے صحن کے درمیان میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جب نماز کا وقت ہوا آپ وہاں سے باہر تشریف لائے اور (بڑی) سیڑھی کے ایک زینے پر جو دروازے کی طرف تھا، اکیلے نماز ادا کی۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ واپس تشریف فرما ہوئے اور بطرک سے فرمایا: اگر میں گرجا گھر کے اندر نماز پڑھ لیتا تو آئندہ اس دلیل پر کہ عمر نے اس گرجے میں نماز ادا کی تھی مسلمان اس پر قبضہ کر لیں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک تحریر لکھی جس میں یہ بات درج تھی کہ مسلمانوں میں سے جو بھی گرجا گھر سے باہر سیڑھی کے زینے پر نماز پڑھنا چاہے تو اکیلا اکیلا پڑھ لے اور مسلمان گرجا گھر کے اندر باجماعت نماز کے لیے جمع نہ ہوں اور نہ ہی اس کی سیڑھیوں پر کھڑے ہو کر اذان دیں۔

منافقین سے برتاؤ:

حافظ عزالدین ابوالحسن علی بن محمد بن عبدالکریم ابن اثیر جزری رحمہ اللہ (ت 630ھ) لکھتے ہیں:

وَكَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِذَا مَاتَ مَيِّتٌ يَسْأَلُ عَنْ حَذِيفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَإِنْ حَضَرَ الصَّلَاةَ عَلَيْهِ صَلَّى عَلَيْهِ عُمَرُ وَإِنْ لَمْ يَحْضُرْ حَذِيفَةُ الصَّلَاةَ عَلَيْهِ لَمْ يَحْضُرْ عُمَرُ. [117]

ترجمہ: مدینہ منورہ میں جب کوئی جنازہ آتا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ معلوم کرواتے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ جنازے میں شامل ہیں یا نہیں؟ اگر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ شریک ہوتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز جنازہ پڑھا دیتے اور اگر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ شریک نہ ہوتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اس جنازے میں شریک نہ ہوتے۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ
عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ
اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ
عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ

زمانہ عدل کی بہاریں

امام شمس الدین محمد بن عمر بن احمد السفیری الشافعی رحمہ اللہ (ت 956ھ) نقل فرماتے ہیں:

وَلَهُ مِنَ الْكَرَامَاتِ مَا لَا تُحْصَى فَمِنْ كَرَامَتِهِ أَنَّ الْعُنَاصِرَ الْأَرْبَعَ وَافَقَتْهُ، عُنْصُرُ الْمَاءِ وَالْهَوَاءِ وَالْتُّرَابِ وَالنَّارِ. [118]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بے شمار کرامات ہیں۔ انہی میں سے یہ بھی ہے کہ عناصر اربعہ؛ پانی، ہوا، مٹی اور آگ آپ رضی اللہ عنہ کے موافق تھے۔

1: پانی کا موافق ہونا

امام ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن جعفر بن حیان الانصاری المعروف بابی الشیخ الاصبہانی رحمہ اللہ (ت 369ھ)

نقل فرماتے ہیں:

لَمَّا فُتِحَتْ مِصْرُ أُتِيَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ حِينَ دَخَلَ يَوْمٌ مِنْ أَشْهُرِ الْعَجَمِ فَقَالُوا: أَيُّهَا الْأَمِيرُ! إِنَّ لِنَبِيلِنَا هَذَا سُنَّةً لَا يَجْرِي إِلَّا بِهَا فَقَالَ لَهُمْ: "وَمَا ذَاكَ؟" قَالُوا: إِذَا كَانَ إِحْدَى عَشْرَةَ لَيْلَةً تَخْلُو مِنْ هَذَا الشَّهْرِ، عَمَدْنَا إِلَى جَارِيَةٍ بَكْرٍ بَيْنَ أَبَوَيْهَا، فَأَرْضَيْنَا أَبَوَيْهَا، وَجَعَلْنَا عَلَيْهَا مِنَ الثِّيَابِ أَفْضَلَ مَا يَكُونُ، ثُمَّ أَلْقَيْنَاهَا فِي هَذَا النَّيْلِ. فَقَالَ لَهُ عَمْرُو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: إِنَّ هَذَا لَا يَكُونُ أَبَدًا فِي الْإِسْلَامِ، وَإِنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ، فَأَقَامُوا يَوْمَهُمْ، وَالنَّيْلُ لَا يَجْرِي قَلِيلًا وَلَا كَثِيرًا، حَتَّى هَمُّوا بِالْجَلَاءِ، فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ عَمْرُو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، كَتَبَ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِذَلِكَ، فَكَتَبَ أَنْ قَدْ أَصَبْتَ بِالَّذِي فَعَلْتَ وَإِنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ وَبَعَثَ بِطَاقَةٍ فِي دَاخِلِ كِتَابِهِ وَكَتَبَ إِلَى عَمْرُو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: "إِنِّي قَدْ بَعَثْتُ إِلَيْكَ بِطَاقَةٍ فِي دَاخِلِ كِتَابِي إِلَيْكَ، فَأَلْقِهَا فِي النَّيْلِ" فَلَمَّا قَدِمَ كِتَابُ عَمْرُو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِلَى عَمْرُو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَحَدَ الْبِطَاقَةِ فَفَتَحَهَا، فَإِذَا فِيهَا: "مَنْ عَبْدُ اللَّهِ عَمْرُو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ، إِلَى نَيْلِ أَهْلِ مِصْرَ،

أَمَّا بَعْدُ! فَإِنْ كُنْتَ تَجْرِي مِنْ قِبَلِكَ فَلَا تَجْرِ، وَإِنْ كَانَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ يُجْرِيكَ، فَأَسْأَلُ اللَّهَ الْوَاحِدَ الْقَهَّارَ أَنْ يُجْرِيكَ، قَالَ: فَأَلْقَى الْبِطَاقَةَ فِي النَّيْلِ قَبْلَ الصَّلَيبِ بِيَوْمٍ، وَقَدْ تَهَيَّأَ أَهْلُ مِصْرَ لِلْجَلَاءِ مِنْهَا، لِأَنَّهُ لَا تَقُومُ مَصْلَحَتُهُمْ فِيهَا إِلَّا بِالنَّيْلِ، فَلَمَّا أَلْقَى الْبِطَاقَةَ أَصْبَحُوا يَوْمَ الصَّلَيبِ، وَقَدْ أَجْرَاهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ سِتَّةَ عَشَرَ ذِرَاعًا فِي لَيْلَةٍ وَاحِدَةٍ، وَقَطَعَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ تِلْكَ السَّنَةَ السُّوءَ عَنْ أَهْلِ مِصْرَ إِلَى الْيَوْمِ. [119]

ترجمہ: جب مصر فتح ہوا تو لوگ اہل عجم کا ایک خاص مہینہ آنے پر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے: اے امیر! ہمارے اس دریائے نیل کی ایک عادت ہے جس کے بغیر وہ نہیں چلتا۔ آپ نے ان سے پوچھا: وہ عادت کون سی ہے؟ وہ کہنے لگے کہ جب اس مہینے کی 11 راتیں گزر جاتی ہیں تو ہم ایک کنواری لڑکی کو لاتے ہیں جس نے اپنے ماں باپ کے درمیان پرورش پائی ہو، پھر ہم اس کے والدین کو راضی کرتے ہیں، اور اسے بہترین لباس پہنا کر اسے دریائے نیل میں ڈال دیتے ہیں۔ اس پر حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسلام میں تو ایسا کبھی نہیں ہو سکتا، اسلام پہلے کے تمام رواجوں کو ختم کر دیتا ہے۔ چنانچہ وہ اس مخصوص دن اس رسم سے رکے رہے اور دریائے نیل ذرا سا بھی نہیں چلا حتیٰ کہ انہوں نے وہاں سے ترک وطن کا ارادہ کر لیا۔ جب حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے ان کی یہ حالت دیکھی تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ساری صورت حال سے آگاہ کیا۔ انہوں نے جواباً خط لکھا کہ آپ نے بالکل درست کہا ہے، حقیقت بھی یہی ہے کہ اسلام پہلے کے تمام رواج ختم کر دیتا ہے۔ آپ نے اپنا جوابی خط لکھ بھیجا اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ میں نے اپنے خط میں آپ کی طرف ایک رقعہ بھیجا ہے۔ آپ اسے دریائے نیل میں ڈال دیں۔ چنانچہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے اس خط کو کھولا۔ اس میں لکھا ہوا تھا:

اللہ کے بندے امیر المؤمنین عمر کی طرف سے اہل مصر کے نیل کے نام

اما بعد: اگر تو اپنی مرضی سے چلتا ہے تو مت چل اور اگر اللہ تجھے چلاتا ہے تو میں اللہ واحد و قہار سے دعا کرتا

ہوں کہ وہ تجھے چلا دے۔

چنانچہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے وہ رقعہ؛ عیدِ صلیب (جو عیسائیوں کا خصوصی تہوار تھا) سے ایک دن پہلے دریائے نیل میں ڈال دیا، اور اہل مصر تو ہجرت کی تیاری کر چکے تھے، کیونکہ ان کی معیشت دریائے نیل ہی پر قائم تھی لیکن جب انہوں نے وہ رقعہ ڈالا تو اگلے دن، جو عیدِ صلیب کا دن تھا، وہ صبح اس حال میں ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے دریا کو ایک ہی رات میں سولہ ہاتھ بلند بہا دیا، اور اللہ تعالیٰ نے اہل مصر سے وہ بُری رسم ہمیشہ کے لیے ختم کر دی، اور آج تک وہ رسم واپس نہیں آئی۔

2: ہو ا کا موافق ہونا

امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل البغدادی رحمہ اللہ (ت 241ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بَعَثَ جَيْشًا، وَأَمَرَ عَلَيْهِمْ رَجُلًا يُدْعَى سَارِيَّةَ، قَالَ: فَبَيْنَمَا عُمَرُ يَخْطُبُ النَّاسَ يَوْمًا، قَالَ: فَجَعَلَ يَصِيحُ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ: يَا سَارِيَّ الْجَبَلِ، يَا سَارِيَّ الْجَبَلِ، قَالَ: فَقَدِمَ رَسُولُ الْجَيْشِ فَسَأَلَهُ، فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، لَقِينَا عَدُوَّنَا فَهَزَمْنَاهُمْ، فَإِذَا بِصَاحِبِ يَصِيحُ: يَا سَارِيَّ الْجَبَلِ، يَا سَارِيَّ الْجَبَلِ، فَاسْتَدْنَا ظُهُورَنَا بِالْجَبَلِ فَهَزَمَهُمُ اللَّهُ، فَقِيلَ لِعُمَرَ، يَعْنِي: ابْنَ الْخَطَّابِ: إِنَّكَ كُنْتَ تَصِيحُ بِذَلِكَ. [120]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر بھیجا اور اس کا سالار حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ ایک دن خطبہ کے دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اچانک یہ آواز لگائی: اے ساریہ! پہاڑ کی اوٹ میں ہو جاؤ۔ اے ساریہ! پہاڑ کی اوٹ میں ہو جاؤ۔ پھر اس لشکر کی خبر دینے والا شخص مدینہ منورہ آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کا حال دریافت کیا تو اس نے کہا کہ امیر المؤمنین! ہم لوگ شکست کھا گئے اور اس شکست کی حالت میں تھے کہ ہم نے یکایک ایک آواز سنی جس نے کہا: اے ساریہ! پہاڑ کی اوٹ میں ہو جاؤ۔ اے ساریہ! پہاڑ کی اوٹ میں ہو جاؤ۔ ہم نے پہاڑ کی اوٹ میں پناہ لی، اللہ تعالیٰ نے

[120] فضائل الصحابة للاحمد بن حنبل: ص 331، 332 فضائل امیر المؤمنین عمر بن الخطاب، رقم الحدیث 355

دشمن کو شکست دی۔ لوگوں نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! آپ ہی تو تھے جس نے اس طرح آواز دی تھی۔

3: زمین کا موافق ہونا

امام تاج الدین عبد الوہاب بن تقی الدین السبکی رحمہ اللہ (ت 771ھ) نقل کرتے ہیں:

قَالَ إِمَامُ الْحَرَمَيْنِ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي كِتَابِ الشَّامِلِ: إِنَّ الْأَرْضَ زُلْزِلَتْ فِي زَمَنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَحَمِدَ اللَّهُ وَأَثْنَى عَلَيْهِ وَالْأَرْضُ تَزْجُفُ وَتَزْجُفُ ثُمَّ صَرَبَهَا بِالْذَّرَّةِ وَقَالَ: أَقْرَبُ أَلَمُ أَعْدِلَ عَلَيْكَ فَاسْتَقَرَّتْ مِنْ وَفْتِهَا. [121]

ترجمہ: امام الحرمین نے اپنی کتاب ”الشامل“ میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک مرتبہ (مدینہ منورہ میں) زلزلہ آیا اور زمین زور زور سے ہلنے لگی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (انتہائی جلال میں آکر) اپنا دُڑہ زور سے زمین پر مار کر فرمایا: اے زمین! ٹھہر جا۔ کیا میں نے تجھ پر عدل نہیں کیا؟ تو وہ اسی وقت سے آج تک ٹھہر گئی۔ (تب سے لے کر آج تک مدینہ کی سر زمین پر زلزلہ نہیں آیا۔)

4: آگ کا موافق ہونا

امام تاج الدین عبد الوہاب بن تقی الدین السبکی رحمہ اللہ (ت 771ھ) نقل کرتے ہیں:

كَانَتْ تَخْرُجُ مِنْ كَهْفٍ فِي جَبَلٍ فَتَحْرِقُ مَا أَصَابَتْ فَخَرَجَتْ فِي زَمَنِ عُمَرَ فَأَمَرَ أَبَا مُوسَى الْأَشْعَرِيَّ أَوْ تَبِيئًا الدَّارِيَّ أَنْ يَدْخُلَهَا الْكَهْفَ فَجَعَلَ يَحْبِسُهَا بِرِدَائِهِ حَتَّى أَدْخَلَهَا الْكَهْفَ فَلَمْ تَخْرُجْ بَعْدُ. [122]

ترجمہ: (مدینہ منورہ کے) ایک پہاڑ کے غار سے آگ نکلتی تھی جو آس پاس کی تمام چیزوں کو جلا کر راکھ کر دیتی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں بھی یہ آگ نکلی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ یا حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کو (اپنی چادر دے کر) فرمایا کہ غار میں چلے جائیں (اور اس

[121] طبقات الشافعية الكبرى للسبكي: ج 2 ص 324 منها قصة الزلزلة

[122] طبقات الشافعية الكبرى للسبكي: ج 2 ص 326 منها قصة النار الخارجة من الجبل

چادر کے ذریعے آگ کو وہیں روک دیں) چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ یا تمیم داری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی چادر سے اس آگ کو روک دیا اور غار ہی میں دھکیل دیا۔ چنانچہ یہ آگ پھر کبھی ظاہر نہ ہوئی۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی
اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا
بَارَكْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ فِي الْعٰلَمِيْنَ اِنَّكَ حَبِيْدٌ مَّجِيْدٌ

علمی ذوق اور فقہی فیصلے

علمی مجالس کا انعقاد:

امام ابو بکر احمد بن علی الخطیب البغدادی رحمہ اللہ (ت 463ھ) روایت نقل فرماتے ہیں:

وَقَدْ رَوَيْ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَعَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَغَيْرِهِمَا مِنَ الصَّحَابَةِ أَنَّهُمْ تَكَلَّمُوا فِي أَحْكَامِ الْحَوَادِثِ قَبْلَ نُزُولِهَا وَتَنَازَعُوا فِي عِلْمِ الْفَرَائِضِ وَالْمَوَارِيثِ وَتَبِعَهُمْ عَلَى هَذِهِ السَّبِيلِ التَّابِعُونَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنْ فَتَهَاءِ الْأُمُصَارِ فَكَانَ ذَلِكَ إِجْمَاعًا مِنْهُمْ عَلَى أَنَّهُ جَائِزٌ غَيْرُ مَكْرُوهٍ وَمُبَاحٌ غَيْرُ مَحْظُورٍ. [123]

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب، حضرت علی بن ابی طالب اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں منقول ہے کہ ان حضرات نے جدید مسائل کے پیش آنے سے پہلے ان کے بارے میں گفتگو کی ہے۔ نیز ان حضرات نے میراث کے مسائل میں آپس میں مناظرہ بھی فرمایا ہے۔ حضرات تابعین اور بعد کے فقہاء کرام رحمہم اللہ نے بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مناظرے فرمائے ہیں۔ ان حضرات کا یہ طرز عمل اس بات پر اجماع ہے کہ مناظرہ جائز ہے، مکروہ نہیں اور مناظرہ کرنا مباح ہے، ممنوع نہیں۔

حقیۃ الاعتقاد:

ہر مؤمن کو یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ میرا عقیدہ حق ہے اور میرے مخالف کا عقیدہ باطل ہے۔ اس لیے کہ ایمان کا معنی "یقین" ہے۔ اگر اپنے عقیدے کے حق ہونے کا یقین نہ ہو تو بندہ مؤمن ہی نہیں رہتا۔

امام زین الدین بن ابراہیم بن محمد المعروف ابن نجیم الحنفی رحمہ اللہ (ت 970ھ) فرماتے ہیں:

وَإِذَا سَأَلْنَا عَنْ مُعْتَقِدِنَا وَمُعْتَقِدِ خُصْمِنَا فِي الْعَقَائِدِ يَجِبُ عَلَيْنَا أَنْ نَقُولَ: الْحَقُّ مَا نَحْنُ عَلَيْهِ وَالْبَاطِلُ مَا عَلَيْنَا خُصْمُنَا. [124]

[123] الفقیہ والمتفقہ للخطیب: ج 1 ص 344 باب القول فی السؤال عن الحادۃ والكلام

[124] الاشباہ والنظائر علی مذهب ابی حنیفۃ النعمان: ص 330

ترجمہ: جب ہم سے ہمارے اور ہمارے مخالف کے عقیدے کے متعلق پوچھا جائے تو ہماری ذمہ داری ہے ہم یہ جواب دیں کہ ہمارا عقیدہ ہی ٹھیک ہے اور ہمارے مخالف کا عقیدہ باطل ہے۔

اسی امر کا اظہار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بار اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: فَأَكْتُبْتُ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: أَلَسْتَ نَبِيَّ اللَّهِ حَقًّا؟ قَالَ:

"بَلَى. قُلْتُ: أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَعَدُّنَا عَلَى الْبَاطِلِ؟ قَالَ: "بَلَى." [125]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں (صلح حدیبیہ کے موقع پر) اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کی: کیا آپ اللہ کے برحق نبی نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: کیوں نہیں! میں نے عرض کیا: کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: کیوں نہیں! (یعنی واقعی ہم اہل حق اور ہمارے مخالف اہل باطل ہیں)

فائدہ: درج بالا حدیث مبارک میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے حق پر ہونے اور دشمن کے باطل پر ہونے کا استفہام کیا ہے۔ استفہام (سوال کرنا) کی کئی قسمیں ہیں:

1: استفہام تقریری

جس میں اپنی بات کو مستحکم اور پختہ کرنے کے لئے بات کو سوالیہ انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔

مثال 1: ﴿أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ؟﴾ [126] کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟

مثال 2: خاوند اپنی بیوی سے کہے: کیا میں تمہارا شوہر نہیں ہوں، کیا میں تمہیں سمجھا نہیں سکتا؟

2: استفہام انکاری:

جس میں کسی غلط بات پہ ڈانٹنے کے لئے یا کسی بات کا انکار کرنے کے لئے سوال کیا جاتا ہے۔

[125] صحیح البخاری: رقم الحدیث 2731

[126] سورة الاعراف: 172

مثال 1: ﴿كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ﴾^[127] کہ تم اللہ کا کیسے انکار کرتے ہو؟

مثال 2: جب کسی شخص کے سامنے ایسا کھانا رکھیں جو اسے پسند نہ ہو اور وہ کہے: کیا میں یہ کھانا کھاؤں گا؟ مطلب یہ ہے کہ میں یہ نہیں کھا سکتا!

آپ رضی اللہ عنہ کا استفہام؛ استفہام تقریری ہے یعنی آپ رضی اللہ عنہ اپنے حق پر ہونے کی پختگی کو سوالیہ انداز میں پیش کر رہے تھے۔

معرفت نزول قرآن:

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْيَهُودِ قَالَ لَهُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! آيَةٌ فِي كِتَابِكُمْ تَفَرِّغُونَهَا لَوْ عَلَيْنَا مَعْشَرَ الْيَهُودِ نَزَلَتْ لَا تَخَذُنَا ذَلِكَ الْيَوْمَ عَيْنًا، قَالَ أَيُّ آيَةٍ؟ قَالَ: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَآتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ قَالَ عُمَرُ: قَدْ عَرَفْنَا ذَلِكَ الْيَوْمَ وَالْمَكَانَ الَّذِي نَزَلَتْ فِيهِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ قَائِمٌ بِعَرَفَةَ يَوْمَ جُمُعَةٍ. ^[128]

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی نے ان سے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ کی کتاب (قرآن کریم) میں ایک آیت ایسی ہے کہ اگر وہ ہم پر (یعنی دین یہود میں) نازل کی جاتی تو ہم اس دن عید مناتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: کون سی آیت؟ یہودی نے کہا: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَآتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ جس کا مفہوم یہ ہے کہ آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا، تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو بحیثیت دین پسند کر لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: ہم اس دن کو خوب جانتے ہیں اور اس جگہ کو بھی اچھی طرح سے جانتے ہیں جہاں یہ

[127] سورة البقرة: 28

[128] صحیح البخاری: رقم الحدیث 45

آیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ یوم عرفہ (نویں ذوالحجہ) بروز جمعہ میدانِ عرفات میں وقوف فرما رہے تھے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ ہر خوشی کے موقع کو عید بنا لیا جائے۔

حفاظتِ لغتِ عرب برائے تفسیر قرآن:

اہل السنۃ والجماعۃ کے ہاں قرآن و سنت اور آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ میں کوئی صراحت نہ ملے تو آیت کی تفسیر لغتِ عرب کے عام محاورات کے مطابق کی جائے گی۔ جیسے قرآن کریم میں ہے:

﴿أَوْ يَأْخُذْهُمْ عَلَى تَخَوُّفٍ﴾^[129]

ترجمہ: یا اللہ ان (مجرموں) کو اس طرح اپنی گرفت میں لے کہ وہ آہستہ آہستہ گھٹتے چلے جائیں۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابی بکر الانصاری الخزرجی شمس الدین القرطبی رحمہ اللہ (ت 671ھ) نقل

کرتے ہیں:

وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ: بَيْنَمَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى الْمِنْبَرِ قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! مَا تَقُولُونَ فِي قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿أَوْ يَأْخُذْهُمْ عَلَى تَخَوُّفٍ﴾ فَسَكَتَ النَّاسُ فَقَالَ شَيْخٌ مِنْ بَنِي هُذَيْلٍ: هِيَ لَعْنَتُنَا يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! أَلَتَّخَوْفُ التَّنْقِصُ فَقَالَ عُمَرُ: أَتَعْرِفُ الْعَرَبُ ذَلِكَ فِي أَشْعَارِهِمْ؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ شَاعِرُنَا أَبُو كَبِيرٍ الْهُذَلِيُّ يَصِفُ نَاقَةً

تَخَوَّفَ الرَّحْلُ مِنْهَا تَامِكًا قَرْدًا

كَمَا تَخَوَّفَ عُودَ النَّبْعَةِ السَّفْنُ

فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! عَلَيْكُمْ بِدِيَوَانِكُمْ شِعْرِ الْجَاهِلِيَّةِ فَإِنَّ فِيهِ تَفْسِيرَ

كِتَابِكُمْ وَمَعَانِي كَلَامِكُمْ.^[130]

[129] سورة النحل: 47

[130] تفسیر القرطبی: ج 10 ص 111 تفسیر سورة النحل تحت هذه الآية

ترجمہ: حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف فرما تھے۔ اس دوران آپ نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: آپ لوگ اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿أَوْ يَأْخُذْهُمْ عَلَىٰ تَخَوُّفٍ﴾ کے بارے کیا جانتے ہیں؟ سامعین خاموش رہے۔ قبیلہ بنو ہذیل کا ایک بوڑھا شخص کھڑا ہو کر کہنے لگا: اے امیر المؤمنین! یہ ہماری زبان ہے اور اس میں ”تخوف“ کمی اور نقصان کو کہتے ہیں... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا اہل عرب نے اپنے اشعار میں اس لفظ کا یہ معنی مراد لیا ہے؟ اس شخص نے جواب دیا کہ جی ہاں، ہمارے قبیلے کے شاعر ابو کبیر الہذلی نے اپنی اوٹنی کی تعریف ان اشعار میں کی ہے: جس کا مفہوم یہ ہے: کجاوہ کی رسی اوٹنی کے کوہان کے بال کو کم کرتی رہتی ہے، جیسا کہ لوہا کشتی کی لکڑی کو کم کرتا رہتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حاضرین کو فرمایا: اپنے دیوان یعنی زمانہ جاہلیت کے اشعار کو مضبوطی سے تھامے رکھو، کیونکہ اس میں تمہاری کتاب (قرآن) کی تفسیر اور تمہاری زبان کے معانی موجود ہیں۔

عقیدہ انبیت مسیح کی تردید:

اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ آپ بغیر والد کے اپنی والدہ سیدہ مریم سلام اللہ علیہا کے بطن سے پیدا ہوئے۔ جبکہ عیسائیوں کا ایک طبقہ انہیں اللہ کا بیٹا قرار دیتا ہے۔ العیاذ باللہ۔

امام معمر بن ابی عمرو راشد الازدی رحمہ اللہ (ت 153ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ نَافِعٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: إِنَّ عِيسَى لَا أَبَ لَهُ. [131]

ترجمہ: حضرت نافع رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے (پیدا ہوئے) تھے۔

عقیدہ ختم نبوت:

امام ابوالفضل قاضی عیاض بن موسیٰ السبکی رحمہ اللہ (ت 544ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ فِي كَلَامٍ بَكَى بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا أَيُّ أَنتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! لَقَدْ بَلَغَ مِنْ فَضِيلَتِكَ عِنْدَ اللَّهِ أَنْ بَعَثَكَ آخِرَ الْأَنْبِيَاءِ وَذَكَرَكَ فِي أَوَّلِهِمْ. [132]

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے گفتگو کی جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم آبدیدہ ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! میرے والدین آپ پر قربان ہوں، اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کا مقام اتنا بلند و بالا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو انبیائے کرام علیہم السلام میں سب سے آخر میں بھیجا ہے مگر آپ کا ذکر خیر ان سب سے پہلے فرمایا ہے۔

مسئلہ عذاب قبر پر ایک مجوسی سے فیصلہ کن مناظرہ:

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ (ت 1239ھ) فرماتے ہیں:

مروی شدہ کہ مجوسی نزد خلیفہ ثانی آمد و ہمراہ خود سہ کاسہ سر آورد و گفت پیغمبر شما گفته است کہ ہر کہ از دنیا بی ایمانی رود اور آتش می سوزند خلیفہ ثانی گفت بلی۔ مجوسی گفت اینک سرہاء پدر و برادر و مادر من است دست خود را بر آن بنہ و اثر سوزش از ان دریافت کن۔ خلیفہ ثانی برخاست و قطعہ آهن و سنگ نزد آن مجوسی آورد و گفت کہ امی مجوسی دست برین ہر دو بگزار هیچ اثر گرمی می یابی گفت نہ ہر دو سرد اند باز گفت کہ این آهن را برین سنگ بزن همچنان کرد آتش بلند بر آمد گفت این آتش از کجا بر آمد مجوسی گفت کہ درین ہر دو آتش کا من بود بسبب سحت ظہور نمود گفت پس چرا انکار میکنی کہ شاید درین سرہاء ہم آتش کا من باشد و دست ترا محسوس نمی شود مجوسی توبہ کرد و باسلام مشرف شد۔ [133]

ترجمہ: امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مجوسی ایک برتن میں تین سر لے کر حاضر ہوا اور کہنے لگا:

[132] الشفاء بتعريف حقوق المصطفى صلى الله عليه وسلم: ج 1 ص 145 الفصل السابع

[133] تحفه اثنا عشرية: ص 480، 481 باب هشتم عقیدہ سیوم

مجوسی: تمہارے نبی کا فرمان ہے کہ جو آدمی کفر کی حالت میں دنیا سے جائے گا اسے قبر میں آگ کا عذاب دیا جائے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ: جی بالکل ایسے ہی ہے۔

مجوسی: یہ ایک سر میرے باپ کا، ایک میرے بھائی کا اور ایک میری ماں کا ہے۔ آپ ان پر ہاتھ رکھیں، ان میں آپ کو آگ کا اثر محسوس نہیں ہوگا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی جگہ سے اٹھے، ایک پتھر اور لوہا اس مجوسی کے سامنے رکھا اور فرمایا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ: اس پر ہاتھ رکھ کے بتاؤ کہ کیا یہ گرم ہے؟

مجوسی: نہیں۔ یہ دونوں تو ٹھنڈے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ: اس لوہے کو پتھر پر مارو!

چنانچہ اس مجوسی نے ایسا ہی کیا تو پتھر سے آگ کی چنگاریاں نکلنے لگیں۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے

پوچھا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ: بتاؤ! یہ چنگاریاں کہاں سے آئیں؟

مجوسی: اس پتھر میں آگ چھپی ہوئی تھی، جب اس پہ لوہا لگا ہے تو ظاہر ہو گئی ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ: تو ان سروں میں چھپی ہوئی آگ کا انکار کیوں کرتا ہے؟

یہ بات سن کر اس مجوسی نے توبہ کی اور مسلمان ہو گیا۔

شبہات سے بچنے کا نسخہ فاروقی:

امام ابو عمر یوسف بن عبد البر القرطبی المالکی رحمہ اللہ (ت 463ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْأَشَّجِ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَيَأْتِي قَوْمٌ يُجَادِلُونَكُمْ بِشُبُهَاتِ الْقُرْآنِ فَخُذُوا هُمْ بِاللُّسُنِ فَإِنَّ أَصْحَابَ السُّنَنِ أَعْلَمُ بِكِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ. [134]

ترجمہ: حضرت بکیر بن اشجرحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: عنقریب ایک ایسی قوم بھی آنے والی ہے جو قرآنی شبہات (جو انہوں نے از خود پیدا کیے ہوں گے) کے ذریعے تم سے (اصولی اور علمی بحث و مباحثہ کے بجائے جاہلانہ طرز اور بے اصولے پن سے) جھگڑا کریں گے۔ تو (ایسے موقع پر) تم سنتوں کے ذریعہ ان کی گرفت کرو۔ اس لیے کہ سنت کو جاننے اور ماننے والا ہی کتاب اللہ کی مراد کو صحیح سمجھنے کے لائق ہے۔

غیر مسلموں کے تہواروں سے بچنے کا حکم:

امام ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی رحمہ اللہ (ت 211ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي عَطَاءٍ بْنِ دِينَارٍ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: لَا تَعْلَمُوا رِطَائِنَ الْأَعَاجِمِ، وَلَا تَدْخُلُوا عَلَيْهِمْ فِي كُنَائِسِهِمْ يَوْمَ عِيدِهِمْ، فَإِنَّ السَّخْطَةَ تَنْزِلُ عَلَيْهِمْ. [135]

ترجمہ: حضرت ابو عطاء بن دینار رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عجیبوں کی زبان (جو غیر اسلامی تہذیب لائے) مت سیکھو اور مشرکوں کے معبد خانوں میں ان کے تہوار کے دن مت جاؤ، کیونکہ ان پر اللہ کی ناراضگی نازل ہوتی ہے۔

فائدہ: یہاں عجیبوں کی زبان سے مراد "دین دشمن لوگوں کی زبان" ہے۔ دین دشمن لوگوں کی زبان سیکھنے کی ممانعت اس وقت ہے جب اس میں دین کے ضائع ہونے کا خدشہ ہو۔ اس لیے اگر اس میں دینی یا دنیوی نفع مقصود ہو تو پھر کسی عجمی زبان کا سیکھنا نہ صرف جائز بلکہ بعض مرتبہ مستحب اور بہتر ہوتا ہے۔

اتباع سنت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ:

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَائِشِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ جَاءَ إِلَى الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ فَقَبَّلَهُ فَقَالَ: إِنِّي

أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَا أُنِي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ. [136]

ترجمہ: حضرت عابس بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حجرِ اسود کے پاس آئے اور اسے بوسہ دے کر فرمایا: میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تو محض ایک پتھر ہے؛ نہ تو نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ نفع۔ اگر میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔ مسئلہ تقلید اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ:

پہلے چند باتیں سمجھ لیجیے:

[1]: تقلید کی تعریف

بادلیل بات کو بلا مطالبہ دلیل مان لینا۔

[2]: تقلید کی قسمیں

دو قسمیں ہیں:

۱: تقلیدِ شخصی: مجتہدِ خاص کی بادلیل بات کو بلا مطالبہ دلیل مان لینا۔

۲: تقلیدِ مطلق: کسی مجتہد کی بادلیل بات کو بلا مطالبہ دلیل مان لینا۔

[3]: روایات میں تقلیدِ شخصی کا بھی ثبوت ملتا ہے اور تقلیدِ مطلق کا بھی

خليفة راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عمل سے تقلیدِ شخصی کا ثبوت ملتا ہے۔

چنانچہ امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ العباسی الکوفی رحمہ اللہ (ت 235ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ رَبَاحٍ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ خَطَبَ النَّاسَ فِي الْجَابِيَةِ فَحَمِدَ اللَّهُ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَسْأَلَ عَنِ الْقُرْآنِ فَلْيَأْتِ أَبِي بَنٍ كَعْبٍ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَسْأَلَ عَنِ الْفَرَائِضِ فَلْيَأْتِ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَسْأَلَ عَنِ الْفِقْهِ فَلْيَأْتِ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَسْأَلَ عَنِ الْمَالِ

فَلْيَاْتِنِي فَإِنَّ اللَّهَ جَعَلَنِي خَاِزِنًا وَقَاسِمًا. [137]

ترجمہ: حضرت رباح رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جابیہ کے مقام پہ خطبہ دیتے ہوئے حمد و ثناء کے بعد فرمایا: جو شخص قرآن کے بارے کچھ معلوم کرنا چاہے تو وہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس جائے۔ جس نے میراث کے مسائل معلوم کرنے ہوں تو وہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس جائے۔ جس نے کوئی فقہ کا مسئلہ پوچھنا ہو تو وہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے پاس جائے اور جس کا کوئی مالی مسئلہ ہو تو وہ میرے پاس آئے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مال کا محافظ اور تقسیم کرنے والا بنایا ہے۔

مسئلہ توسل اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ:

اہل السنۃ والجماعۃ کا مذہب ہے کہ "توسل" سے مراد اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے؛ چاہے وہ انبیاء، صالحین اور اولیاء سے دعا کروا کر اور ان کی شفاعت سے حاصل کیا جائے۔ اسی کو توسل بالذات کہتے ہیں۔ یا ہر اس عمل سے کیا جائے جسے اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے۔ جیسے اس کی عبادت کرنا۔ مثلاً نماز پڑھنا، زکوٰۃ دینا، روزہ رکھنا وغیرہ اور انبیاء و رسل علیہم السلام کی اطاعت کرنا۔ اسی کو توسل بالاعمال کہتے ہیں۔ یا انبیاء و صالحین کی جاہ، حرمت، برکت اور ان کے (اللہ پر ہونے والے) حق (یا اس قسم کے دیگر الفاظ مثلاً بطیفیل فلاں، بوسیله فلاں وغیرہ) سے حاصل کیا جائے، چاہے اس دنیوی زندگی میں ہو یا وفات کے بعد والی زندگی میں ہو۔ اسی کو توسل بالذوات کہتے ہیں۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ إِذَا قَحَطُوا اسْتَسْقَى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ اِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِينَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا، قَالَ: فَيُسْقَوْنَ. [138]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب لوگ قحط میں مبتلا ہوتے تو عمر بن خطاب، عباس بن

[137] المصنف لابن ابی شیبۃ: باب ما قالوا فیمن یسجد ابی فی الاعطیۃ، رقم الحدیث: 33567

[138] صحیح البخاری: رقم الحدیث 1010

عبدال مطلب کے وسیلہ سے دعا کرتے اور فرماتے کہ اے اللہ! ہم تیرے پاس تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ لے کر آیا کرتے تھے تو آپ ہمیں سیراب کرتے تھے، اب ہم لوگ اپنے نبی کے چچا (حضرت عباس رضی اللہ عنہ) کا وسیلہ لے کر آئے ہیں، ہمیں سیراب فرما۔ راوی کا بیان ہے کہ لوگ سیراب کئے جاتے (یعنی بارش ہو جاتی)۔

فائدہ:

توسل کی کئی اقسام ہیں:

- 1: توسل بالدعاء
- 2: توسل بالاعمال الصالحہ
- 3: توسل بالذوات الاحیاء
- 4: توسل بالذوات الاموات

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اثر میں توسل بالذات کی دلیل ہے۔

فائدہ:

اس روایت پر ہونے والے اشکالات کے جوابات اور مسئلہ توسل کے مزید دلائل کے لیے ہمارا مقالہ "مسئلہ توسل" ملاحظہ فرمائیں۔

فجر کی سنتوں کی قضاء کا وقت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ:

اہل السنۃ والجماعۃ احناف کا مذہب ہے کہ اگر کسی شخص کو اطمینان ہو کہ وہ فجر کی سنتیں ادا کرنے کے بعد جماعت کی دوسری رکعت بلکہ تشهد میں مل جائے گا تو اسے چاہیے کہ کسی الگ جگہ مثلاً: مسجد سے باہر، مسجد کے صحن میں، کسی ستون وغیرہ کی اوٹ میں، جماعت کی جگہ سے ہٹ کر پہلے سنتیں ادا کرے پھر جماعت میں شریک ہو۔ ہاں اگر یہ خیال ہو کہ سنتیں پڑھنے کی صورت میں جماعت فوت ہو جائے گی تو اب سنتیں نہ پڑھے بلکہ اب جماعت میں شریک ہو جائے۔ اگر کسی کی فجر کی سنتیں رہ جائیں تو وہ انہیں فرض کے بعد سورج نکلنے سے پہلے نہ پڑھے بلکہ سورج نکلنے کے بعد پڑھے۔

امام مسلم بن حجاج القشیری النیشابوری رحمہ اللہ (ت 261ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ غَيْرَ وَاحِدٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَكَانَ أَحَبَّهُمْ إِلَيَّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ. [139]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی صحابہ رضی اللہ عنہم سے سنا، ان میں سے ایک حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی ہیں جو مجھے دیگر صحابہ رضی اللہ عنہ میں سب سے زیادہ محبوب ہیں، میں نے ان سے سنا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کے بعد سورج کے طلوع ہونے تک اور عصر کے بعد سورج کے غروب ہونے تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ العباسی الکوفی رحمہ اللہ (ت 235ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ قَالَ: لَا تَصْلُحُ الصَّلَاةُ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغِيْبَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، قَالَ وَكَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يُضْرِبُ عَلَى ذَلِكَ. [140]

ترجمہ: حضرت ابو العالیہ (رفیع بن مہران) فرماتے ہیں: عصر کے بعد سورج کے غروب ہونے تک اور صبح کے بعد سورج کے طلوع ہونے تک کوئی نماز درست نہیں۔ نیز فرماتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس پر سزا دیا کرتے تھے۔

مسئلہ ترکِ قراءۃ خلف الامام اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ:

اہل السنۃ والجماعۃ احناف کا مذہب ہے کہ مقتدی؛ امام کے پیچھے قرآن کریم کی تلاوت نہ کرے، چاہے سری نماز ہو یا جہری۔ اس پر بہت سارے دلائل موجود ہیں۔ انہی میں سے ایک دلیل خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل بھی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے مقتدی کو قراءت کرنے سے روکتے تھے۔

[139] صحیح مسلم: رقم الحدیث 823

[140] المصنف لابن ابی شیبہ: ج 5 ص 114 باب من قال لاصلاة بعد الفجر رقم الحدیث: 7409

امام ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی رحمہ اللہ (ت 211ھ) روایت نقل کرتے ہیں:
 عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ
 وَعُثْمَانَ كَانُوا يَنْهَوْنَ عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ. [141]
 ترجمہ: حضرت موسیٰ بن عقبہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر، عمر، عثمان
 رضی اللہ عنہم امام کے پیچھے قراءت کرنے سے منع فرماتے تھے۔

امام ابو محمد بدر الدین محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد العینی رحمہ اللہ (ت 855ھ) روایت نقل کرتے ہیں:
 عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: كَانَ عَشْرَةٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ أَشَدَّ النَّهْيِ: أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَعُثْمَانُ بْنُ
 عَفَّانَ وَعَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ وَزَيْدُ
 بْنُ ثَابِتٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ. [142]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن زید بن اسلم رحمہ اللہ اپنے والد حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دس جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم امام کے پیچھے قراءت کرنے سے سختی سے
 منع فرماتے تھے۔ (ان کے نام یہ ہیں) ابو بکر صدیق، عمر فاروق، عثمان بن عفان، علی بن ابی طالب، عبد الرحمن بن
 عوف، سعد بن ابی وقاص، عبد اللہ بن مسعود، زید بن ثابت، عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم۔
 مسئلہ آئین بالسر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ:

اہل السنۃ والجماعۃ احناف کا مذہب ہے کہ نماز میں سورت الفاتحہ کے اختتام پر آئین آہستہ کہنا سنت ہے۔
 اس پر بہت سارے دلائل موجود ہیں۔ انہی میں سے ایک دلیل خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل بھی ہے
 کہ آپ رضی اللہ عنہ آئین آہستہ کہتے تھے۔

[141] المصنف عبد الرزاق: ج 2 ص 90، 91، باب القراءة خلف الإمام، رقم الحديث: 2813

[142] عمدة القاری للعینی: ج 4 ص 449 باب وجوب القراءة للإمام والمأموم

امام ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ الطحاوی رحمہ اللہ (ت 321ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ: كَانَ عُمَرُ وَعَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا لَا يَجْهَرَانِ بِ { بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ } وَلَا بِالْتَّعَوُذِ وَلَا بِالتَّأْمِينِ. [143]

ترجمہ: حضرت ابو وائل رحمہ اللہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما بسم اللہ الرحمن الرحیم، تعوذ (یعنی أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم) اور آمین کو بلند آواز سے نہیں پڑھا کرتے تھے۔ مسئلہ ترک رفع الیدین اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ:

اہل السنۃ والجماعۃ احناف کا مذہب ہے کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ پوری نماز میں رفع الیدین نہ کیا جائے۔ اس پر بہت سارے دلائل موجود ہیں۔ انہی میں ایک دلیل خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل بھی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نماز میں رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔

امام ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ الطحاوی رحمہ اللہ (ت 321ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ: رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ تَكْبِيرَةٍ ثُمَّ لَا يَعُودُ. [144]

ترجمہ: حضرت اسود رحمہ اللہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے، پھر (پوری نماز میں) رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ امام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی اللیبہقی رحمہ اللہ (ت 458ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: صَلَّيْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَى بَكْرٍ وَعُمَرُ فَلَمْ يَزِفْعُوا أَيْدِيَهُمْ إِلَّا عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ. [145]

[143] سنن الطحاوی ج 1 ص 150 باب قراءة بسم اللہ فی الصلاة

[144] شرح معانی الآثار للطحاوی: ج 1 ص 164 باب التكبير للركوع والتكبير للسجود

[145] السنن الکبری للیبہقی: ج 2 ص 79 رقم الحدیث 2636

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء میں نمازیں پڑھی، انہوں نے پوری نماز میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کیا۔

بیس رکعات تراویح اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں رمضان المبارک میں بیس رکعات تراویح ادا کی جاتی تھی اور اس کی ابتداء بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمائی۔ چنانچہ رمضان المبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بیس رکعات پڑھائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین راتیں جماعت کے ساتھ 20 رکعات تراویح پڑھائی۔ پھر اس خدشے سے چھوڑ دی کہ کہیں میری امت پر فرض نہ ہو جائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے باجماعت تراویح کے معمول کو جاری رکھتے ہوئے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو قاری مقرر کیا تا کہ لوگوں کو باجماعت بیس رکعات تراویح پڑھائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں چونکہ فرضیت والا خدشہ باقی نہ رہا کیونکہ اس کا تعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک تھا۔ اس لیے تراویح سنت مؤکدہ ہے، فرض نہیں ہے۔ اس پر جہاں اور کئی دلائل موجود ہیں وہاں پر خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل بھی بطور دلیل موجود ہے۔

امام احمد بن ابی بکر البوصیری رحمہ اللہ (ت 840ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَمَرَ أَبِي بِنِ كَعْبٍ أَنْ يُصَلِّيَ بِاللَّيْلِ فِي رَمَضَانَ فَقَالَ: إِنَّ النَّاسَ يَصُومُونَ النَّهَارَ لَا يُحْسِنُونَ أَنْ يَقْرَأُوا فَكَلَّمَ الْقُرْآنَ عَلَيْهِم بِاللَّيْلِ! فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! هَذَا شَيْءٌ كَمْ يَكُنْ. فَقَالَ: قَدْ عَلِمْتُ وَلَكِنَّهُ أَحْسَنُ. فَصَلَّى بِهِمْ عَشْرِينَ رَكْعَةً. [146]

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے حکم دیا کہ

[146] مسند احمد بن منیع بحوالہ اتحاف الخیرۃ المہرۃ للبوصیری: ج 2 ص 424 باب فی قیام رمضان وماروی فی عدد رکعاتہ

میں رمضان شریف کی رات میں نماز تراویح پڑھاؤں! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ”لوگ دن کو روزہ رکھتے ہیں اور (رات میں) قرأت (قرآن کی) اچھی نہیں کرتے۔ اگر آپ رات کو قرآن مجید کی تلاوت کریں تو اچھا ہے۔“ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ”اے امیر المؤمنین! یہ تلاوت کا طریقہ پہلے نہیں تھا۔“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”میں جانتا ہوں لیکن یہ طریقہ تلاوت اچھا ہے۔“ تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بیس رکعات نماز تراویح پڑھائی۔

مسئلہ قضاءِ صلوٰۃ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ:

اہل السنۃ والجماعۃ کا مذہب ہے کہ قضاء شدہ نمازوں کی ادائیگی لازم ہے۔ قضاء شدہ نمازیں نہ تو توبہ سے معاف ہوتی ہیں اور نہ ہی رمضان المبارک کے آخری جمعہ کو چار رکعات کی مخصوص نماز ادا کرنے سے معاف ہوتی ہیں۔ اس پر جہاں کئی دلائل موجود ہیں وہاں پر خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنا عمل بھی بطور دلیل موجود ہے۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ جَاءَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَجَعَلَ يَسُبُّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! مَا كِدْتُ أُصَلِّيَ الْعَصْرَ حَتَّى كَادَتِ الشَّمْسُ تَغْرُبُ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَاللَّهِ مَا صَلَّيْتُهَا فَقُمْنَا إِلَى بَطْحَانَ فَتَوَضَّأَ لِلصَّلَاةِ وَتَوَضَّأْنَا لَهَا فَصَلَّى الْعَصْرَ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّى بَعْدَهَا الْمَغْرِبَ. [147]

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ غزوہ خندق کے موقع پر ایک دن کفار کو برا بھلا کہنے لگے۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! سورج غروب ہو گیا لیکن میں لڑائی (میں) مشغولیت کی وجہ سے (نماز عصر نہ پڑھ سکا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عصر کی نماز تو میری بھی فوت ہو گئی ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر ہم وادی بطنان کی طرف گئے، ہم سب نے نماز کے لیے وضو کیا اور

(عصر کی نماز) غروب شمس کے بعد قضاء کی۔ اس کے بعد مغرب پڑھی۔

نوٹ: یہی حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے "بَابُ قَضَاءِ الصَّلَوَاتِ الْأُولَى فَالْأُولَى" کے تحت ذکر کی ہے۔ اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک عنوان قائم کیا ہے:

بَابُ مَنْ نَسِيَ صَلَوةً فَلْيُصَلِّ إِذَا ذَكَرَهَا.

باب: جو شخص نماز ادا کرنا بھول جائے تو جب اسے یاد آئے تو پڑھ لے۔
اس کے تحت بھی یہ حدیث ذکر کی ہے۔

مسئلہ تکبیرات نماز جنازہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ:

اہل السنۃ والجماعۃ احناف کا مذہب ہے کہ نماز جنازہ میں چار تکبیریں ہیں۔ اس پر جہاں کئی دلائل موجود ہیں وہاں خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنا عمل بھی بطور دلیل موجود ہے۔

امام ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ الازدی الطحاوی رحمہ اللہ (ت 321ھ) فرماتے ہیں:

عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: قُبِضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ مُخْتَلِفُونَ فِي التَّكْبِيرِ عَلَى الْجَنَائِزِ لَا تَشَاءُ أَنْ تَسْمَعَ رَجُلًا يَقُولُ: سَبْعَتِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُ سَبْعًا وَآخَرُ يَقُولُ: سَبْعَتِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُ خَمْسًا وَآخَرُ يَقُولُ: سَبْعَتِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُ أَرْبَعًا إِلَّا سَبْعَتُهُ فَاخْتَلَفُوا فِي ذَلِكَ فَكَانُوا عَلَى ذَلِكَ حَتَّى قُبِضَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَلَمَّا وَلِيَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَرَأَى اخْتِلَافَ النَّاسِ فِي ذَلِكَ شَقَّ ذَلِكَ عَلَيْهِ جَدًّا فَأَرْسَلَ إِلَى رِجَالٍ مِّنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنَّكُمْ مَعَاشِرُ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَتَى تَخْتَلِفُونَ عَلَى النَّاسِ يَخْتَلِفُونَ مَن بَعْدَكُمْ وَمَتَى تَجْتَمِعُونَ عَلَى أَمْرٍ يَجْتَمِعُ النَّاسُ عَلَيْهِ فَانْظُرُوا أَمْرًا تَجْتَمِعُونَ عَلَيْهِ فَكَأَنَّمَا أَيْقَظَهُمْ، فَقَالُوا: نَعَمْ مَا رَأَيْتَ يَا أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ! فَأَشْرَ عَلَيْنَا. فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: بَلْ أَشِيرُوا أَنْتُمْ عَلَى فَائِنَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلَكُمْ فَتَرَجَعُوا الْأَمْرَ بَيْنَهُمْ فَاجْمَعُوا أَمْرَهُمْ عَلَى أَنْ يَجْعَلُوا التَّكْبِيرَ عَلَى الْجَنَائِزِ مِثْلَ التَّكْبِيرِ فِي الْأَضْحَى وَالْفِطْرِ أَرْبَعَ

تَكْبِيرَاتٍ فَأَجْمَعَ أَمْرُهُمْ عَلَى ذَلِكَ. [148]

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جنازہ کی تکبیروں کے متعلق لوگ مختلف رائے رکھتے تھے۔ کوئی کہتا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سات تکبیریں سنیں، کوئی کہتا کہ میں نے پانچ سنیں اور کوئی کہتا کہ میں نے چار تکبیریں سنیں۔ چنانچہ یہی صورت حال حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی وفات تک رہی۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے اور لوگوں کا اس قدر اختلاف دیکھا تو آپ پر بہت گراں گزرا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف پیغام بھیجا اور فرمایا: اے صحابہ کرام کی جماعت! جب تم کسی مسئلہ کے بارے میں اختلاف کرو گے تو تم سے بعد والے بھی اختلاف کریں گے اور اگر تم کسی بات پر جمع ہو جاؤ گے تو بعد والے بھی جمع ہو جائیں گے۔ گویا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بیدار کر دیا۔ تو سب لوگوں نے کہا: جی ہاں، امیر المؤمنین! آپ جس چیز کا اشارہ فرمائیں گے ہم سب اس کو اختیار کریں گے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں، بلکہ میں بھی تمہارے ہی جیسا ایک انسان ہوں۔ چنانچہ انہوں نے آپس میں اس معاملے میں مشورہ کیا اور سب اس بات پر متفق ہو گئے کہ جنازوں پر تکبیر اسی طرح کہی جائے جیسے عید الاضحیٰ اور عید الفطر میں کہی جاتی ہے، یعنی چار تکبیریں۔ پس سب کا اس پر اتفاق ہو گیا۔

فائدہ: جیسے عیدین (عید الفطر اور عید الاضحیٰ) کی نماز میں ہر رکعت میں چار تکبیریں ہوتی ہیں: پہلی رکعت میں ایک تکبیر نماز شروع کرنے کی (تکبیر تحریمہ) اور اس کے بعد تین زائد تکبیریں؛ اسی طرح دوسری رکعت میں رکوع سے پہلے تین زائد تکبیریں اور پھر ایک تکبیر رکوع کی۔ اس کا یہی مفہوم درست ہے۔

مسئلہ تین طلاق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ:

اہل السنۃ والجماعۃ کا مذہب ہے کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں یا ایک کلمہ سے دی گئی تین طلاقیں تین شمار ہوتی ہیں، بیوی خاوند پر حرام ہو جاتی ہے اور بغیر حلالہ شرعی کے پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں ہوتی۔ تین طلاقیں اکٹھی دینا اگرچہ ممنوع اور باعث گناہ ہے لیکن تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ اس پر جہاں کئی دلائل موجود

ہیں وہاں پر خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنا عمل بھی بطور دلیل موجود ہے۔

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ العباسی الکوفی رحمہ اللہ (ت 235ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِذَا أُتِيَ بِرَجُلٍ قَدْ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا فِي مَجْلِسٍ أَوْ جَعَهُ ضَرْبًا وَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا. [149]

ترجمہ: حضرت انس سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی ایسا آدمی لایا جاتا جس نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دی ہوتیں تو آپ اس کو سزا دیتے اور ان کے درمیان جدائی کر دیتے تھے۔

امام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی رحمہ اللہ (ت 458ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ: أَنَّ بَطَّالًا كَانَ بِالْمَدِينَةِ فَطَلَّقَ امْرَأَتَهُ أَلْفًا فَرَفَعَ ذَلِكَ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ: إِنَّمَا كُنْتُ أَلْعَبُ فَعَلَاهُ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِالْدَّرَّةِ وَقَالَ: إِنْ كَانَ لِيَكْفِيكَ ثَلَاثٌ. [150]

ترجمہ: زید بن وہب رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ مدینہ میں ایک مسخرہ تھا۔ اس نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاق دی۔ اسے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا۔ (آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا) تو اس نے جواب دیا کہ میں تو مذاق کر رہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے درہ سے اس کو سزا دی اور فرمایا: تمہیں تین ہی کافی ہیں۔

امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی رحمہ اللہ (ت 321ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا فَأَوْقَعَ كَلًّا فِي وَقْتِ الطَّلَاقِ لَزِمَهُ مِنْ ذَلِكَ ... فَخَاطَبَ عُمَرُ بِذَلِكَ النَّاسَ جَمِيعًا وَفِيهِمْ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ الَّذِينَ قَدْ عَلِمُوا مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَلِكَ فِي زَمَنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُنْكِرْهُ عَلَيْهِ مِنْهُمْ مُنْكَرٌ وَلَمْ يَدْفَعْهُ دَافِعٌ. [151]

[149] مصنف ابن ابی شیبہ: ج 9 ص 519 باب من کرہ ان یطلق الرجل امرأته ثلاثا۔ رقم الحدیث 18089

[150] السنن الکبری للبیہقی: ج 7 ص 334 باب ما جاء فی امضاء الطلاق الثلاث

[151] سنن الطحاوی: ج 2 ص 34 باب الرجل یطلق امرأته ثلاثا معا

ترجمہ: جس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں اور طلاق دیتے وقت تینوں کو نافذ بھی کر دیا (یعنی ایک مجلس میں دیں) تو یہ تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں (دلیل اس کی حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے کہ) جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام لوگوں کو اس چیز کے متعلق خطاب فرمایا (کہ تین طلاقیں تین ہیں) اور ان مخاطبین میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی موجود تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اس معاملہ سے بخوبی واقف تھے لیکن کسی نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس بات کا انکار نہ کیا اور نہ ہی کسی نے اسے رد کیا۔

حافظ ابوالفضل شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی الشافعی رحمہ اللہ (ت 852ھ) فرماتے ہیں:

فَالرَّاجِحُ فِي الْمَوْضِعَيْنِ تَحْرِيمُ الْمُتَعَةِ وَإِيقَاعُ الثَّلَاثِ لِلْإِجْمَاعِ الَّذِي انْعَقَدَ فِي عَهْدِ عُمَرَ عَلَى ذَلِكَ وَلَا يُحْفَظُ أَنَّ أَحَدًا فِي عَهْدِ عُمَرَ خَالَفَهُ فِي وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا ... فَالْمُخَالَفُ بَعْدَ هَذَا الْإِجْمَاعِ مُنَابِذٌ لَهُ وَالْجُنْهُورُ عَلَى عَدَمِ اعْتِبَارٍ مَنِ أَحْدَثَ الْإِخْتِلَافَ بَعْدَ الْإِتِّفَاقِ. [152]

ترجمہ: ان دونوں مقامات (متعہ اور تین طلاق) میں رائج بات یہی ہے کہ متعہ حرام ہے اور تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ اس کی دلیل وہ اجماع ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں منعقد ہوا۔ یہ بات کسی معتبر و محفوظ طریقے سے منقول نہیں کہ کسی نے ان مسائل میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی ہو۔ اس لیے اس اجماع کے منعقد ہونے کے بعد اس کی مخالفت کرنے والا اس اجماع کو توڑنے والا سمجھا جائے گا اور جمہور حضرات کے نزدیک اس شخص کے اختلاف کی کوئی حیثیت نہیں جو اتفاق ہو جانے کے بعد اختلاف کی باتیں کرتا پھرے۔

مطلقہ ثلاثہ کی دورانِ عدت رہائش اور خرچ کا مسئلہ:

امام مسلم بن حجاج القشیری النیشابوری رحمہ اللہ (ت 261ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ كُنْتُ مَعَ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ جَالِسًا فِي الْمَسْجِدِ الْأَعْظَمِ وَمَعَنَا الشَّعْبِيُّ فَحَدَّثَ الشَّعْبِيُّ بِحَدِيثِ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَجْعَلْ لَهَا سَكْنً وَلَا نَفَقَةً ثُمَّ أَخَذَ الْأَسْوَدُ كَفًّا مِنْ حَصَى فَحَصَبَهُ بِهِ فَقَالَ: وَيْلَكَ تُحَدِّثُ بِشَيْءٍ هَذَا قَالَ عُمَرُ: لَا تَنْزُكُ

كِتَابُ اللَّهِ وَسُنَّةُ نَبِيِّنَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْلِ امْرَأَةٍ لَا تَدْرِي لَعَلَّهَا حَفِظْتُ أَوْ نَسِيتُ، لَهَا السُّكْنَى وَالنَّفَقَةُ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِغَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ﴾. [153]

ترجمہ: امام ابو اسحاق سے مروی ہے کہ میں اسود بن یزید کے ساتھ (کوفہ کی) بڑی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا، امام شعبی رحمہ اللہ بھی ہمارے ساتھ تھے، امام شعبی نے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں رہائش اور خرچ لینے کا حق نہیں دیا۔ پھر حضرت اسود بن یزید نے مٹھی بھر کنکریاں لیں اور انہیں دے ماریں اور کہا: تمہارا بھلا ہو! تم اس طرح کی حدیث بیان کر رہے (حالانکہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم ایک عورت کے قول کی وجہ سے کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں چھوڑ سکتے، ہمیں کیا معلوم کہ اس نے اس مسئلہ کو یاد رکھا ہے یا بھول گئی۔ لہذا اس عورت کے لیے رہائش اور خرچ لینے کا حق ہو گا۔ (پھر آپ نے اس آیت تلاوت کی کہ) اللہ عزوجل فرماتے ہیں: ﴿لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِغَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ﴾ کہ تم انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو، اور نہ وہ خود نکلیں، مگر یہ کہ وہ کوئی کھلی بے حیائی کا ارتکاب کر بیٹھیں۔

فائدہ: خواتین میں چونکہ نسیان کا عنصر زیادہ ہوتا ہے اور دوسری طرف قرآن کریم کی واضح آیت موجود ہے۔ اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس معاملے کو اس خاتون کے نسیان پر محمول کر کے آیت قرآنی سے اجتہاد فرما کر یہ فیصلہ فرمایا کہ ایسی عورت کو رہائش اور خرچ دونوں لینے کا حق ہو گا۔

تعلیماتِ عمر رضی اللہ عنہ

مرکزِ علم کوفہ کی آباد کاری:

کوفہ شہر کی بنیاد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم سے سن 17 ہجری میں رکھی گئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ کی بڑی تعداد، مختلف اقوام اور اہل فن و حرفت سے اس شہر کو بسایا گیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اس شہر کی طرف معلم بنا کر بھیجا گیا۔

علامہ زاہد بن الحسن الکوثری رحمہ اللہ (ت 1371ھ) فرماتے ہیں:

وَلَمَّا وَلِيَ الْفَارُوقُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَافْتَتَحَ الْعِرَاقَ فِي عَهْدِهِ بَيْدَ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَمَرَ عُمَرُ بِبِنَاءِ الْكُوفَةِ، فَبُنِيَتْ سَنَةَ 17 هـ، وَأُسْكِنَ حَوْلَهَا الْفُصْحَ مِنْ قَبَائِلِ الْعَرَبِ، وَبَعَثَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَبْدَ اللَّهِ ابْنَ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِلَى الْكُوفَةِ لِيُعَلِّمَ أَهْلَهَا الْقُرْآنَ، وَيُفَقِّهَهُمْ فِي الدِّينِ، قَائِلًا لَهُمْ: وَقَدْ أَثَرْتُكُمْ بِعَبْدِ اللَّهِ عَلَى نَفْسِي. [154]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بنے اور آپ کے دورِ خلافت میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے عراق کو فتح کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شہر ”کوفہ“ کی تعمیر کا حکم دیا۔ چنانچہ سن 17ھ میں کوفہ تعمیر کیا گیا۔ کوفہ کے اطراف میں فصائے عرب آباد کیے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کو قرآن پاک سکھانے اور مسائلِ دینیہ کی تعلیم دینے کے لیے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو کوفہ بھیجا۔ آپ نے اہل کوفہ کو مخاطب کر کے فرمایا: میں تمہاری ضرورت کو مقدم سمجھتے ہوئے ان کو تمہارے پاس بھیج رہا ہوں۔

خوفِ خداوندی کی تعلیم:

حافظ عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) فرماتے ہیں:

رُوي أَنَّ الْمَدِينَةَ زُلْزِلَتْ عَلَى عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَرَّاتٍ فَقَالَ عُمَرُ:

أَحَدُ ثَنُومَ وَاللَّهِ لَئِنْ عَادَتْ لَأَفْعَلَنَّ وَلَا فَعَلَنَّ. [155]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مدینہ طیبہ میں زلزلے کے کئی جھٹکے آئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگو تمہاری بد عملیوں کی وجہ سے زلزلہ آیا ہے۔ قسم بخدا! اگر دوبارہ زلزلہ آیا تو میں تمہیں سخت سزا دوں گا۔ سنت نبویہ کی تعلیم:

امام مسلم بن حجاج القشیری النیشابوری رحمہ اللہ (ت 261ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ مُعَدَّانَ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ خَطَبَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَذَكَرَ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ أَبَا بَكْرٍ.... ثُمَّ قَالَ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَشْهَدُكَ عَلَى أَمْرَاءِ الْأَمْصَارِ وَإِنِّي إِنَّمَا بَعَثْتُهُمْ عَلَيْهِمْ لِيُعَدِّلُوا عَلَيْهِمْ وَلِيُعَلِّمُوا النَّاسَ دِينَهُمْ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [156]

ترجمہ: حضرت معدان بن ابی طلحہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن اپنے خطبہ میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا... پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ! آپ اس پر گواہ رہنا کہ جن کو میں نے علاقوں کا گورنر بنایا ہے انہیں میں نے اسی لئے بھیجا ہے کہ وہ وہاں کے لوگوں کے لیے انصاف مہیا کریں، ان لوگوں کو دین کی باتیں سکھائیں اور ان کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سکھائیں۔

نمازوں کی نگرانی اور فرائض کی پابندی کی تعلیم:

امام مالک بن انس المدنی رحمہ اللہ (ت 179ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي بَكْرٍ بْنِ سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَدْ سُلَيْمَانَ بْنَ أَبِي حَثْمَةَ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ، وَأَنَّ عُمَرَ غَدَا إِلَى السُّوقِ وَكَانَ مَنْزِلُ سُلَيْمَانَ بَيْنَ السُّوقِ وَالْمَسْجِدِ، فَمَرَّ عُمَرُ عَلَى أَمْرِ سُلَيْمَانَ الشَّفَاءِ، فَقَالَ: لَمْ أَرِ سُلَيْمَانَ فِي الصُّبْحِ، فَقَالَتْ: بَاتَ يُصَلِّي فَعَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ.

[155] تفسیر ابن کثیر: ج 5 ص 91 تفسیر سورۃ الاسراء، رقم الآیہ 61

[156] صحیح مسلم: رقم الحدیث 1258

فَقَالَ عُمَرُ: لَأَنْ أَشْهَدَ صَلَاةَ الصُّبْحِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَقُومَ لَيْلَةً. [157]

ترجمہ: حضرت ابو بکر بن سلیمان بن ابو حثمہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک دن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فجر کی جماعت میں سلیمان بن ابو حثمہ رحمہ اللہ کو شریک نہ پایا۔ صبح جب آپ کسی کام کی وجہ سے بازار کی طرف نکلے۔ سلیمان بن ابو حثمہ رحمہ اللہ کا گھر مسجد اور بازار کے درمیان میں پڑتا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سلیمان بن ابو حثمہ رحمہ اللہ کی والدہ سے اس بارے دریافت کیا کہ سلیمان فجر کی نماز میں جماعت میں کیوں شریک نہیں ہوا؟ تو ان کی والدہ نے بتایا کہ وہ رات بھر نماز (نفل) پڑھتا رہا ہے، فجر کی نماز کے وقت اس پر نیند غالب آگئی اس لیے جماعت میں شریک نہیں ہو سکا۔ ان کی والدہ کی یہ بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (آپ کے بیٹے کا یہ طریقہ غلط ہے) میرے نزدیک رات بھر کی نفلی عبادات میں مشغول ہونے سے بہتر ہے کہ وہ فجر کی نماز باجماعت ادا کرے۔

محافظت حج کی تعلیم:

امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق الاصبہانی رحمہ اللہ (ت 430ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: مَنْ أَطَاقَ الْحَجَّ وَلَمْ يَحُجَّ حَتَّى مَاتَ فَأَقْسِمُوا عَلَيْهِ أَنَّهُ مَاتَ يَهُودِيًّا أَوْ نَصْرَانِيًّا. [158]

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں: جس شخص کو (زندگی میں) حج کی استطاعت حاصل ہوئی اور اس نے پھر بھی حج نہ کیا، یہاں تک کہ مر گیا، تو (ایسے شخص کے بارے میں) تم قسم کھا سکتے ہو کہ وہ یہودی یا نصرانی (عیسائی) مرا ہے۔

حرمت مکہ کی تعلیم:

علامہ زین الدین عبد الرحمن بن احمد ابن رجب الحنبلی رحمہ اللہ (ت 795ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

[157] مؤطا امام مالک: رقم الحدیث: 243 باب فضل صلاة الفجر في الجماعة

[158] حلیۃ الاولیاء لابن نعیم: ج 9 ص 252 روایۃ محمد بن اسلم

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: لَأَنْ أُخْطِيَ سَبْعِينَ خَطِيئَةً يَغْنِي بَغِيرِ مَكَّةَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُخْطِيَ خَطِيئَةً وَاحِدَةً بِمَكَّةَ. [159]

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مکہ مکرمہ میں کیا جانے والا ایک گناہ عام جگہوں میں کیے جانے والے ستر گناہوں سے زیادہ سخت ہے۔

حصولِ تقویٰ کی تعلیم:

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ العباسی الکوفی رحمہ اللہ (ت 235ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ الشَّعْبِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ قَالَ: قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: لَيْسَ الصِّيَامُ مِنَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ وَحْدَهُ وَلَكِنَّهُ مِنَ الْكَذِبِ وَالْبَاطِلِ وَاللَّغْوِ. [160]

ترجمہ: امام شعبی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ روزہ کا مقصد محض کھانے پینے کو چھوڑنے سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ یہ مقصد جھوٹ، ناحق بات اور فضول گوئی کو چھوڑنے سے حاصل ہوتا ہے۔

تواضع کی تعلیم:

امام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی رحمہ اللہ (ت 458ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَابِسِ بْنِ رَبِيعَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ قَالَ: قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ: أَيُّهَا النَّاسُ! تَوَاضَعُوا فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ تَوَاضَعَ لِلَّهِ رَفَعَهُ اللَّهُ فَهُوَ فِي نَفْسِهِ صَغِيرٌ وَفِي أَعْيُنِ النَّاسِ عَظِيمٌ وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللَّهُ فَهُوَ فِي أَعْيُنِ النَّاسِ صَغِيرٌ وَفِي نَفْسِهِ كَبِيرٌ حَتَّى لَوْ أَهْوَنَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ أَوْ خَيْرٍ. [161]

ترجمہ: حضرت عابس بن ربیعہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے یہ

[159] جامع العلوم والحکم: ص 352

[160] المصنف لابن ابی شیبہ، رقم الحدیث: 8975

[161] شعب الایمان للبیہقی: ج 6 ص 276 رقم الحدیث 7790

بات ارشاد فرمائی: لوگو! تواضع و انکساری اختیار کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سنی ہے کہ جو شخص اللہ کو راضی کرنے کے لیے تواضع و انکساری اختیار کرے گا اللہ رب العزت اس شخص کو بلندیاں عطا فرمائیں گے۔ وہ خود کو بے حیثیت سمجھتا ہو گا جبکہ لوگوں کی نظروں میں اس کی بڑی عظمت اور حیثیت ہوگی، اور جو شخص تکبر اختیار کرے گا تو اللہ رب العزت ایسے شخص کو لوگوں کی نظروں میں حقیر و بے حیثیت بنادیں گے جبکہ وہ خود کو بہت بڑا سمجھتا رہے گا۔ ایسا شخص لوگوں کی نظروں میں کتے اور خنزیر سے زیادہ بے حیثیت ہو کر رہ جائے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے توکل کا معنی:

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن عبید البغدادی المعروف بابن ابی الدینار رحمہ اللہ (ت 281ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَقِيَ نَاسًا مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ: مَنْ أَنْتُمْ؟ قَالُوا نَحْنُ الْمُتَوَكِّلُونَ. قَالَ: بَلْ أَنْتُمْ الْمُتَكِلُونَ إِنَّمَا الْمُتَوَكِّلُ الَّذِي يُلْقِي حَبَّهُ فِي الْأَرْضِ وَيَتَوَكَّلُ عَلَى اللَّهِ. [162]

ترجمہ: حضرت معاویہ بن قرۃ رحمہ اللہ سے مروی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چند یمنی لوگوں سے ملاقات فرمائی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اُن سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم لوگ اللہ کی ذات پر توکل کرنے والے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، تم توکل کرنے والے نہیں بلکہ دوسروں کے مال پر بھروسہ کرنے والے ہو جو خود اسباب اختیار نہیں کرتے۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حقیقت میں توکل کرنے والا شخص وہ ہوتا ہے جو (اسباب اختیار کرتے ہوئے) زمین میں بیج ڈالتا ہے اور پھر (اس سے پیداوار کی امید رکھتے ہوئے) اللہ پر بھروسہ کرتا ہے۔

متعدی امراض اور سماجی فاصلے کی تعلیم:

امام ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الطبری رحمہ اللہ (ت 310ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ الزُّهْرِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ لِلْمُعَيَّقِبِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: اجْلِسْ مِنِّي قَيْدَ رُمْحٍ قَالَ: وَكَانَ بِهِ ذَاكَ الدَّاءُ وَكَانَ بَدْرِيًّا. [163]

ترجمہ: امام زہری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت معیقب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: مجھ سے ایک کمان کے برابر دور بیٹھو۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اُن کو یہ فرمانا اس لیے تھا کہ انہیں اس وقت کوئی متعدی مرض تھا ورنہ تو وہ بدری صحابی تھے۔

فائدہ: ایک کمان کی مقدار تقریباً ایک میٹر کے قریب فاصلہ بنتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی تعلیمات میں متعدی بیماریوں کی وجہ سے سماجی فاصلے کا اعتبار کیا گیا ہے۔

طریقہ دعا کی تعلیم:

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد الحاکم رحمہ اللہ (ت 405ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا مَدَّ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ لَمْ يَرُدَّهُمَا حَتَّى يَنْسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ. [164]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا کے لیے ہاتھ پھیلاتے تو نیچے کرنے سے پہلے انہیں اپنے چہرے پر پھیر لیتے تھے۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ

[163] تہذیب الآثار للطبری: ج 4 ص 12 رقم الحدیث: 1332

[164] المستدرک علی الصحیحین للحاکم: رقم الحدیث 1967

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور خاندان نبوت

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے عقیدت:

امام ابو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع الهاشمی البصری رحمہ اللہ (ت 230ھ) نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يُزِيلُ إِلَيْنَا بِأَحْطَائِنَا حَتَّى مِنَ الرُّؤُوسِ وَالْأَكَارِيعِ. [165]

ترجمہ: ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ (جب کوئی جانور ذبح کرتے تو اس میں سے) ہمارا حصہ ہمارے پاس بھیجتے یہاں تک کہ سر اور پائے میں سے بھی ہمیں حصہ دیتے تھے۔

امام ابو الفرج جمال الدین عبد الرحمن بن الجوزی رحمہ اللہ (ت 597ھ) نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي عَثْمَانَ وَآبِي حَارِثَةَ وَالرَّبِيعِ بِأَسْنَادِهِمْ قَالُوا: حَجَّ عُمَرُ بِأَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَعَهُنَّ أَوْلِيَاؤُهُنَّ [مِمَّنْ] لَا تَحْتَجِبْنَ مِنْهُ، وَجَعَلَ فِي مُقَدِّمِ قِطَارِهِنَّ: عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ عَوْفٍ، وَفِي مُؤَخَّرِهِ: عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ. [166]

ترجمہ: حضرت ابو عثمان، ابو حارثہ اور ربیع رحمہم اللہ سے بسند مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنی خلافت کے آخری سال سن 23ھ میں) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کے ساتھ حج کیا۔ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ ان کے وہ محرم لوگ بھی موجود تھے جن سے ان کے پردے کا مسئلہ نہیں تھا۔ (ازواجِ مطہرات اونٹوں پر سوار تھیں اور اس) قطار کے آگے آگے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو اور آخر میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔

[165] الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ج 3 ص 230 ذکر اختلاف عمر

[166] المنتظم فی تاریخ الامم والملوک لابن جوزی: ج 4 ص 327 تحت فتح مصر

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے عقیدت:

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد الحاکم رحمہ اللہ (ت 405ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا فَاطِمَةُ! وَاللَّهِ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَحَبَّ إِلَيَّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْكَ وَاللَّهِ مَا كَانَ أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ بَعْدَ أَبِيكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْكَ. [167]

ترجمہ: حضرت زید بن اسلم کے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: اے نبی کی لخت جگر! اللہ کی قسم میں نے آپ سے بڑھ کر کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب نہیں دیکھا۔ واللہ بخدا! آپ کے والد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں مجھے آپ سے بڑھ کر کوئی عزیز نہیں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے عقیدت:

امام ابو القاسم علی بن الحسن بن ہبہ اللہ ابن عساکر رحمہ اللہ (ت 571ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: أَمَرَ عُمَرُ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ أَنْ يَأْتِيَهُ فِي بَعْضِ الْحَاجَةِ فَأَتَاهُ حُسَيْنٌ فَلَقِيَهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ فَقَالَ لَهُ حُسَيْنٌ: مِنْ أَيِّنَ جِئْتُ؟ قَالَ: قَدْ اسْتَأْذَنْتُ عَلَى عُمَرَ فَلَمْ يُؤْذَنْ لِي. فَرَجَعَ حُسَيْنٌ فَلَقِيَهُ عُمَرُ فَقَالَ لَهُ: مَا مَنَعَكَ يَا حُسَيْنُ أَنْ تَأْتِيَنِي؟ قَالَ: قَدْ أَتَيْتُكَ وَلَكِنْ أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ أَنَّهُ لَمْ يُؤْذَنْ لَهُ عَلَيْكَ فَرَجَعْتُ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: وَأَنْتَ عِنْدِي مِثْلُهُ؟ أَنْتَ عِنْدِي مِثْلُهُ؟ وَهَلْ أَتَيْتَ الشَّعْرَ عَلَى الرَّأْسِ غَيْرُكُمْ؟ [168]

ترجمہ: حضرت یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کسی کام کے سلسلے میں اپنے پاس بلایا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے

[167] المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ج 4 ص 139 رقم الحدیث 4789

[168] تاریخ دمشق: ج 14 ص 175 ترجمۃ الحسین بن علی

ملاقات کرنے ان کے پاس تشریف لائے تو وہاں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ آپ کہاں سے آرہے ہیں؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ میں (اپنے والد) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملنے گیا تھا (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی کام میں مصروف ہیں) اس لیے مجھے ملاقات کی اجازت نہیں ملی۔ یہ صورتحال دیکھ کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ (ملاقات کیے بغیر ہی) واپس تشریف لے گئے۔ پھر کچھ عرصہ بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ملاقات ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حسین! کیا بات ہے آپ ہمارے ہاں تشریف کیوں نہیں لائے؟ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میں آپ سے ملنے آپ کے ہاں گیا تھا لیکن (وہاں جا کر معلوم ہوا کہ آپ مصروف تھے اور) آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ نے بتایا کہ (انہوں نے بھی آپ سے ملنا تھا لیکن) ان کو بھی اجازت نہیں ملی اس لیے میں واپس آگیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا آپ میرے بیٹے کی طرح ہیں؟ کیا آپ میرے بیٹے کی طرح ہیں؟ (یعنی آپ کی حیثیت میرے بیٹے سے کہیں زیادہ ہے۔ اس لیے جب آپ تشریف لائے تھے تو مجھے اطلاع بھیج دیتے، میں اپنا کام موخر کر لیتا اور آپ سے ملاقات کرتا۔ اس لیے کہ) ہمیں جو عزت ملی ہے وہ آپ ہی کی وجہ سے ملی ہے۔

فائدہ: ”وَهَلْ أَتَبَتَ الشَّعْرَ عَلَى الرَّأْسِ غَيْرُكُمْ“ کا جملہ ایک محاورہ ہے۔ لفظی معنی تو یہ ہے کہ ”ہمارے سروں پر بال آپ ہی نے اگائے ہیں“ لیکن یہاں محاورہ مراد ہے۔ چونکہ بال عام طور پر عزت و توقیر کی علامت ہوتے ہیں اس لیے اس محاورہ کا معنی ہو گا کہ ”ہمیں جو عزت ملی ہے وہ آپ ہی کی وجہ سے ملی ہے۔“

حسین کریمین کو یمنی لباس کا ہدیہ:

باہمی محبت اور اس میں اضافے کے لیے اسلامی معاشرت نے بنیادی طور پر یہ سبق دیا ہے کہ ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو اس سے محبت بڑھتی ہے۔

علامہ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمہ اللہ (ت 748ھ) لکھتے ہیں:

عَنِ الزُّهْرِيِّ أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَسَا أَبْنَاءَ الصَّحَابَةِ وَلَمْ يَكُنْ فِي ذَلِكَ مَا يَصْلُحُ لِلْحَسَنِ

وَالْحُسَيْنَ فَبَعَثَ إِلَى الْيَمَنِ فَأَتَى بِكِسْوَةٍ لَّهُمَا فَقَالَ: أَلَا نَ كَاطَبْتُ نَفْسِي. [169]

ترجمہ: امام زہری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اولادوں کو (مال غنیمت میں سے) لباس دیے۔ ان میں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے شایان شان کوئی لباس نہیں تھا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یمن کے علاقے کی طرف آدمی بھیجا (اور والی یمن کو حکم بھیجا کہ حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے لیے خصوصی قیمتی اور خوبصورت لباس تیار کر کے بھیجا جائے۔) جب یہ لباس وہاں سے تیار ہو کر آیا (اور ان دونوں حضرات نے پہنا) تو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (ان کو دیکھ کر) فرمایا: اب مجھے دلی خوشی ہوئی ہے۔

حسین کریمین رضی اللہ عنہما کو اصحاب بدر کے برابر وظیفہ دینا:

عہد فاروقی میں حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے لیے قرابت نبوت کی وجہ سے جو وظیفہ مقرر کیا گیا وہ بدریوں کے وظائف کے برابر تھا۔ اہل انصاف اسے باہمی پیار و محبت سے ہی تعبیر کرتے ہیں۔

امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی رحمہ اللہ (ت 748ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ مُوسَى بْنِ مُحَمَّدٍ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَبَّأَ دَوْنَ الدِّيَّوَانِ الْحَقِّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ بِفَرِيضَةِ أَبِيهِمَا لِقَرَابَتِهِمَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرَضَ لِكُلِّ مِنْهُمَا خَمْسَةَ أَلْفٍ دِرْهَمٍ. [170]

ترجمہ: موسیٰ بن محمد تیمی اپنے والد محمد تیمی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب مالی امداد کی سرکاری فہرستیں بنوائیں تو حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے لیے ان کے والد گرامی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے برابر وظیفہ مقرر کیا۔ اس لیے کہ یہ دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے افراد ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کے لیے (بدری صحابہ کے حصوں کے برابر) پانچ پانچ ہزار درہم مقرر کیے۔

[169] سیر اعلام النبلاء للذہبی: ج 4 ص 146 ترجمۃ الحسین الشہید

[170] سیر اعلام النبلاء للذہبی: ج 4 ص 133 ترجمۃ الحسن بن علی رضی اللہ عنہما

حسین کریمین رضی اللہ عنہما کی عزت و توقیر:

امام معمر بن ابی عمر و راشد لازدی رحمہ اللہ (ت 153ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ: لَبَّأْتُ عُمَرَ بِكُنُوزِ كِسْرَى قَالَ: أَتَكْبِلُ لَهُمْ بِالصَّاعِ أَمْ نَحْشُو؟ فَقَالَ عَلِيٌّ: بَلِ احْشُوا لَهُمْ، ثُمَّ دَعَا حَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ أَوَّلَ النَّاسِ فَحَثَّاهُ، ثُمَّ دَعَا حُسَيْنًا ثُمَّ أَعْطَى النَّاسَ. [171]

ترجمہ: حضرت ابراہیم بن عبد الرحمن بن عوف رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس (فتح ایران کے بعد) کسریٰ (شاہ ایران) کے خزانے لائے گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا کہ ان کو کیسے تقسیم کیا جائے؟ پیانوں سے ماپ کر تقسیم کریں یا ہاتھوں سے بھر بھر کے تقسیم کریں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاتھوں سے بھر بھر کر تقسیم کیا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بلا کر ہاتھوں سے بھر کر دیا اور ان کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا (انہیں بھی اسی طرح دیا) اس کے بعد باقی لوگوں کو دینا شروع کیا۔

مذکورہ واقعات ان کے باہمی پیار و محبت کی ہلکی سی جھلک کے طور پر پیش کیے گئے ہیں ورنہ تاریخ کا ایک ایک ورق ان کے حق میں گواہی دیتا ہے کہ صحابہ کرام اور اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم کے درمیان ہمیشہ اخوت کا رشتہ رہا، اعتماد کا تعلق رہا، حسن سلوک کا معاملہ رہا، عزت و تکریم کا برتاؤ رہا اور انہوں نے پوری امت مسلمہ کو عملی طور پر اسی محبت اور اعتماد کا درس دیا۔

سفر آخرت

شوق آخرت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوری زندگی دین اسلام کو پھیلا یا۔ آپ رضی اللہ عنہ اسلام کو پھلتا پھولتا ہوا دیکھ کر بہت مطمئن تھے اور اب دل میں ایک ہی خواہش باقی تھی خداوند تعالیٰ سے ملاقات کا شرف حاصل ہو۔

امام مالک بن انس بن مالک بن عامر الاصبی المدنی رحمہ اللہ (ت 179ھ) روایت نقل کرتے ہیں۔

عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ؛ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ: لَمَّا صَدَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ مِنْ مِثْنَى، أُنَاحَ بِالْأَبْطَحِ. ثُمَّ كَوَّمَهُ كَوْمَةً بِطَحَاءَ. ثُمَّ طَرَحَ عَلَيْهَا رِدَاءَهُ وَاسْتَلْفَى ثُمَّ مَدَّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ كَبِّرْ سَيِّئِي. وَضَعِفْ قُوَّتِي. وَانْتَشِرْ رَعِيَّتِي. فَاقْبِضْنِي إِلَيْكَ غَيْرَ مُضَيِّعٍ وَلَا مُفَرِّطٍ. [172]

ترجمہ: حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ (سن 23 ہجری ایام حج میں) منیٰ سے روانہ ہوئے۔ مقام اُنَاح میں اپنے اونٹ کو بٹھایا اور کنکریوں کو جمع کر کے آرام کی جگہ بنائی اور اس پر اپنی چادر کا کنارہ بچھا کر لیٹ گئے۔ آسمان کی طرف دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دعا مانگنے لگے کہ اے اللہ! میں (اب) بوڑھا ہو چکا ہوں، (اسی وجہ سے) میری (جسمانی) قوت (اب) کمزور ہو چکی، میری رعایا (پر امن اور خوشحال ہو کر) روئے زمین پر پھیل چکی ہے۔ (میں اپنے تمام مقاصد میں بحمد اللہ کامیاب ہوں۔ اب) مجھے اس حال میں اٹھالے کہ میرا دامن عجز و ملامت سے پاک ہو۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ تشریف لائے۔

مدینہ میں شہادت کی تمنا:

امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الشامی الطبرانی (ت 360ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ حَفْصَةَ ابْنَةِ عُمَرَ قَالَتْ: سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: اَللّٰهُمَّ قَتِّلْ فِي سَبِيلِكَ، وَوَفَاةً

فِي بَكَدٍ نَبِيَّكَ. قُلْتُ: وَأَنْتَى يَكُونُ هَذَا؟ قَالَ: يَأْتِي بِهِ اللَّهُ إِذَا شَاءَ. [173]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے (اپنے والد) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا: اے اللہ! میری روح اس حالت میں پرواز کرے کہ میں آپ کے راستے میں ہوں اور آپ کے نبی کے شہر میں ہوں۔ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ دعا کیسے پوری ہو سکتی ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا: جب اللہ چاہے گا تو (شہادت کو مجھ تک مدینے میں) لے آئے گا۔

فائدہ: سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو یہ تعجب تھا کہ بظاہر یہ دونوں تمنا اکٹھی پوری نہیں ہو سکتی تھیں کیونکہ ایک طرف مدینہ میں کسی حملے کا کوئی خطرہ موجود نہیں۔ دوسری طرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ ریاستی ذمہ داریوں کی وجہ سے باہر کسی جنگی محاذ پر بھی نہیں جاسکتے تھے۔ اگر کسی محاذ پر شہید ہو بھی جاتے تو مدینہ میں شہادت کی تمنا پوری نہ ہو پاتی لیکن اللہ رب العزت نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دعا کو اس طرح پورا فرمایا کہ شہادت خود آپ رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ میں چل کر آئی۔

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے خواب میں وفاتِ عمر کا اشارہ:

امام ابو زید عمر بن شبہ بن عبیدہ بن ربیعہ النمیری البصری رحمہ اللہ (ت 262ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ أَبَا مُوسَى الْأَشْعَرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: رَأَيْتُ كَأَنِّي أَخَذْتُ جَوَادًا كَثِيرَةً فَجَعَلْتُ تَضْمَحِلُّ حَتَّى بَقِيتُ جَادَةً وَاحِدَةً، فَسَلَكْتُهَا حَتَّى انْتَهَتْ إِلَى جَبَلٍ فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوْقَهُ، وَإِلَى جَنْبِهِ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُشِيرُ إِلَى عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ: إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ، مَاتَ وَاللَّهُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ، فَقُلْتُ: أَلَا تَكْتُبُ بِهَذَا إِلَيْهِ؟ فَقَالَ: مَا كُنْتُ لِأَنْغِي لَهُ نَفْسَهُ. [174]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[173] المعجم الاوسط للطبرانی: رقم الحدیث 2795

[174] تاریخ المدینۃ لابن شبہ: مقتل عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

میں نے خواب دیکھا کہ میں عمدہ نسل کے بہت سارے گھوڑوں کو لیے ہوئے ہوں لیکن ایک کے بعد ایک سب کمزور اور سست ہوتے چلے گئے، صرف ایک گھوڑا اپنی حالت پر باقی رہا۔ میں اسے لے کر ایک پہاڑ کے قریب آیا جس پر کھڑا ہونا ممکن نہیں تھا۔ میں نے دیکھا کہ وہاں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابو بکر رضی اللہ عنہ موجود ہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ کر کے عمر کو اپنی طرف بلا رہے ہیں۔ (جب یہاں تک خواب سنایا تو اس کے بعد فرمایا) اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ (اس خواب کی جو تعبیر میں سمجھ رہا ہوں اس کے مطابق) قسم بخدا امیر المؤمنین کی وفات یقینی ہے۔ راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ اس خواب کی اطلاع حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نام لکھ کر ان کے پاس کیوں بھیج نہیں دیتے؟ انہوں نے فرمایا: میں اُن کو اُن کی موت کی خبر نہیں دینا چاہتا۔

قاتلانہ حملہ اور ادائیگی قرض کی تلقین:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ کیسے ہوا؟ اس بارے حضرت عمرو بن میمون رحمہ اللہ اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

قَالَ: اِنِّي لَقَائِمٌ مَا بَيْنِي وَبَيْنَهُ اِلَّا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ غَدَاةً أُصِيبَ، وَكَانَ إِذَا مَرَّ بَيْنَ الصَّفَيْنِ قَالَ اسْتَوْوَا حَتَّى إِذَا لَمْ يَرَ فِيهِنَّ خَلًّا تَقَدَّمَ فَكَبَّرَ، وَرُبَّمَا قَرَأَ سُورَةَ يُوسُفَ، أَوْ النَّحْلِ، أَوْ نَحْوِ ذَلِكَ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى حَتَّى يَجْتَمِعَ النَّاسُ فَمَا هُوَ إِلَّا أَنْ كَبَّرَ فَسَبَّحْتُهُ يَقُولُ قَتَلَنِي، أَوْ أَكَلَنِي الْكَلْبُ حِينَ طَعَنَهُ فَطَارَ الْعِلْجُ بِسِكِّينٍ ذَاتِ طَرَفَيْنِ لَا يَمُرُّ عَلَى أَحَدٍ يَمِينَنَا، وَلَا شِمَالَنَا إِلَّا طَعَنَهُ حَتَّى طَعَنَ ثَلَاثَةَ عَشَرَ رَجُلًا مَاتَ مِنْهُمْ سَبْعَةٌ فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ طَرَحَ عَلَيْهِ بُرْنَسًا فَلَمَّا ظَنَّ الْعِلْجُ أَنَّهُ مَأْخُوذٌ نَحَرَ نَفْسَهُ وَتَنَاوَلَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ فَقَدَّمَهُ فَمِنْ بِلَى عُمَرُ فَقَدْ رَأَى الَّذِي أَرَى وَأَمَّا نَوَاجِي الْمَسْجِدِ فَأَنَّهُمْ لَا يَدْرُونَ غَيْرَ أَنَّهُمْ قَدْ فَقَدُوا صَوْتَ عُمَرُ وَهُمْ يَقُولُونَ: سُبْحَانَ اللَّهِ سُبْحَانَ اللَّهِ فَصَلَّى بِهِمْ عَبْدُ الرَّحْمَنِ صَلَاةً خَفِيفَةً فَلَمَّا انْصَرَفُوا قَالَ: يَا ابْنَ عَبَّاسِ! انْظُرْ مَنْ قَتَلَنِي؟ فَجَالَ سَاعَةً ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ: غُلَامٌ مُغِيرَةٌ. قَالَ: الصَّنْعُ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: قَاتَلَهُ اللَّهُ لَقَدْ أَمَرْتُ بِهِ مَعْرُوفًا، أَلْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَمْ يَجْعَلْ مِيتَتِي بِيَدِ رَجُلٍ يَدَّعِي الْإِسْلَامَ قَدْ كُنْتُ أَنْتَ

وَأَبُوكَ تُجَبَّانِ أَنْ تَكْثُرَ الْعُلُوجُ بِالْمَدِينَةِ ، وَكَانَ الْعَبَّاسُ أَكْثَرَهُمْ رَقِيقًا فَقَالَ: إِنْ شِئْتَ فَعَلْتُ أَيْ إِنْ شِئْتَ قَتَلْنَا ، فَقَالَ: كَذَبْتَ بَعْدَ مَا تَكَلَّمُوا بِلِسَانِكَمُ وَصَلُّوا قِبَلَتِكُمْ وَحَبُّوا حَجَّكُمْ فَأَحْتَمِلْ إِلَى بَيْتِهِ فَانْطَلَقْنَا مَعَهُ وَكَانَ النَّاسُ لَمْ تُصِبْهُمْ مُصِيبَةٌ قَبْلَ يَوْمِئِذٍ ، فَقَائِلٌ يَقُولُ: لَا بَأْسَ وَقَائِلٌ يَقُولُ: أَخَافُ عَلَيْهِ فَأُتِيَ بِبَيْدٍ فَشَرِبَهُ فَخَرَجَ مِنْ جَوْفِهِ ثُمَّ أُتِيَ بِلَبَنٍ فَشَرِبَ فَخَرَجَ مِنْ جَوْفِهِ فَعَرَفُوا أَنَّهُ مَيِّتٌ ، فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ وَجَاءَ النَّاسُ يُثْنُونَ عَلَيْهِ يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ! انْظُرْ مَاذَا عَلَيَّ مِنَ الدِّينِ فَحَسْبُوهُ فَوَجَدُوهُ سِتَّةً وَثَمَانِينَ أَلْفًا ، أَوْ نَحْوَهُ قَالَ: إِنْ وَفَى لَهُ مَالٌ أَلِ عُمَرَ فَأَدِّهِ مِنْ أَمْوَالِهِمْ وَإِلَّا فَسَلْ فِي بَنِي عَدِيٍّ بَنِ كَعْبٍ فَإِنْ لَمْ تَفِ أَمْوَالُهُمْ فَسَلْ فِي قُرَيْشٍ ، وَلَا تَعُدَّهُمْ إِلَى غَيْرِهِمْ فَأَدَّ عَنِّي هَذَا الْمَالُ. ^[175]

ترجمہ: جس دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے میں فجر کی نماز میں صف بندی کیے موجود تھا۔ میرے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما موجود تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ جب دو صفوں کے درمیان سے گزرتے تو فرماتے کہ صفیں سیدھی کرلو۔ جب صفیں سیدھی ہو جاتیں تو آپ آگے تشریف لے جاتے اور تکبیر تحریمہ سے نماز شروع کرتے۔ عام معمول یہ تھا کہ (فجر کی) نماز میں سورۃ یوسف، سورۃ النحل یا ان سے ملتی جلتی لمبی سورت پہلی رکعت میں تلاوت کرتے تاکہ (زیادہ سے زیادہ) لوگ نماز کی پہلی رکعت پالیں۔ (حسب معمول) آپ رضی اللہ عنہ نے "اللہ اکبر" کہہ کر نماز شروع ہی کی تھی کہ میں نے آپ کو کہتے ہوئے سنا: کتے نے مجھے مار ڈالا یا یوں فرمایا کہ کتے نے مجھے کھالیا۔ ابو لؤلؤ فیروز نے آپ رضی اللہ عنہ کو زخمی کر دیا تھا۔ اس کے بعد وہ (بدبخت) اپنا دو دھاری خنجر لے کر دوڑ پڑا، اور دائیں بائیں جو بھی اسے ملتا یہ اس پر حملہ آور ہوتا جاتا یہاں تک کہ اس نے تیرہ نمازیوں کو زخمی کیا۔ اس طرح اس نے تیرہ آدمیوں کو زخمی کیا جن میں سے سات شہید ہو گئے۔

یہ حال دیکھ کر مسلمانوں میں سے ایک شخص نے اس پر اپنی چادر ڈال کر قابو پالیا۔ جب اس نے دیکھا کہ میں پکڑا گیا ہوں تو اس نے اپنے آپ کو خنجر مار کر خود کشی کر لی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمن بن

عوف رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ کھڑا کیا تاکہ وہ نماز مکمل کرائیں۔ جو لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قریب تھے وہ سب یہ سارا معاملہ دیکھ رہے تھے اور دور والے مقتدیوں کو اس معاملہ کی خبر ہی نہیں ہوئی۔ جب انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قراءت نہ سنی تو (امام کو یاد دلانے کے لیے) سبحان اللہ کہنے لگے۔ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے جلدی سے ہلکی پھلکی نماز مکمل کرائی۔

جب نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ دیکھو! میرا قاتل کون ہے؟ کچھ دیر تک وہ تحقیق کرتے رہے، پھر آئے اور عرض کی: حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کا غلام آپ کا قاتل ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: وہی کارگیر؟ جواب دیا: جی ہاں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ اسے ہلاک کرے، میں نے اس کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا تھا۔ بہر حال! اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے کسی ایسے شخص کے ہاتھ سے قتل ہونے سے بچا لیا جو خود کو مسلمان کہتا ہو۔

اے ابن عباس! آپ اور آپ کے والد یہ چاہتے تھے کہ یہ مجوسی عجمی کا فرمدینہ میں خوب آباد ہوں۔ عباس رضی اللہ عنہ کے پاس بہت زیادہ غلام تھے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کی: اگر آپ حکم فرمائیں تو ان (مدینہ میں مقیم عجمی غلاموں کو) سب کو قتل کرادوں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ غلطی کیوں کرتے ہو؟ جب وہ تمہاری عربی زبان بولنے لگے ہیں، تمہارے قبلے کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرنے لگے ہیں اور تمہاری ہی طرح حج کرنے لگے ہیں تو پھر کیوں آپ انہیں کیسے قتل کر سکتے ہو؟ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر گھر لایا گیا، ہم بھی ان کے ساتھ ہی آگئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا مسلمانوں پر اس سے پہلے کوئی بڑی مصیبت آئی ہی نہیں تھی۔

کوئی کہتا تھا کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ کوئی کہتا تھا کہ مجھ کو تو ڈر ہے کہ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہیں بچ پائیں گے)۔ اس کے بعد آپ کو کھجور کا شربت پلایا گیا، آپ نے نوش جاں کیا تو وہ (زخموں کی وجہ سے) پیٹ کے راستے باہر نکل آیا۔ پھر دودھ لایا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے بھی نوش کیا لیکن وہ بھی زخم والی جگہ سے باہر نکل آیا۔ اس سے لوگوں کو یقین ہونے لگا کہ اب آپ کے بچنے کی امید نہیں ہے۔ راوی (عمر بن میمون رحمہ اللہ) کہتے ہیں کہ ہم ان کے پاس گئے اور لوگ بھی آئے، سب آپ کی تعریف و توصیف کر رہے تھے۔

آپ نے اپنے بیٹے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو بلایا اور فرمایا: عبد اللہ! دیکھو کہ مجھ پر کتنا قرض ہے؟ جب لوگوں نے آپ کے قرض کا حساب لگایا تو وہ چھیسی ہزار دراہم کے لگ بھگ نکلا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میری اولاد کا مال اس قرض کی ادائیگی کے لیے کافی ہے تو ان کے مال سے یہ قرض ادا کر دینا ورنہ میری قوم بنی عدی بن کعب سے اس کی ادائیگی کا مطالبہ کرنا۔ اگر ان سے یہ قرض ادا نہ ہو سکے تو قریش کے لوگوں سے مانگنا۔ بس قریش کے سوا باقی لوگوں سے نہ مانگنا۔ اسی طرح میرا قرضہ ادا کر دینا۔

اپنے بعد خلیفہ کی نامزدگی کا معاملہ:

زخمی حالت میں ادائیگی قرض کے بعد خلیفہ بنانے کی فکر لاحق ہوئی۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قِيلَ لِعُمَرَ: أَلَا تَسْتَخْلِفُ؟ قَالَ: إِنْ أُسْتُخْلِفَ فَقَدْ اسْتُخْلِفَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي أَبُو بَكْرٍ وَإِنْ أَثَرُكَ فَقَدْ تَرَكَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَيْنَا عَلَيْهِ، فَقَالَ: رَاغِبٌ وَرَاهِبٌ وَدِدْتُ أَنِّي لَجَوْتُ مِنْهَا كَفَافًا لَا لِي وَلَا عَلَيَّ لَا أَتَحْمِلُهَا حَيًّا وَمَيِّتًا. [176]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر (زخمی ہوئے تو ان) سے کہا گیا کہ آپ کسی کو اپنے بعد خلیفہ نامزد فرمادیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر نامزد کروں تب بھی درست ہے کیونکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ - جو مجھ سے بہتر تھے - خلیفہ نامزد کر گئے تھے اور اگر نامزد نہ کروں تب بھی درست ہے کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم - جو مجھ سے بہتر تھے - خلیفہ نامزد نہیں فرما گئے تھے۔ پھر لوگوں نے آپ کی (حقیقت پر مبنی) تعریف و توصیف شروع کی۔ اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کوئی میری تعریف دل سے کرتا ہے اور (شاید) کوئی میری تعریف مجھ سے ڈر کر۔ میں اپنے لیے یہی غنیمت سمجھتا ہوں کہ امر خلافت کے بارے میں چھوٹ جاؤں، نہ مجھے ثواب ملے اور نہ ہی عذاب۔ میں اب نہ تو زندگی میں اس کی ذمہ داری لیتا ہوں اور نہ ہی اپنی

موت کے بعد۔

ابو عبیدہ و سالم رضی اللہ عنہما کے بارے میں اظہار رائے:

امام ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الطبری رحمہ اللہ (ت 310ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ الْأَوْدِيِّ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَمَّا طُعِنَ قِيلَ لَهُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! لَوْ اسْتَخْلَفْتَ! قَالَ: مَنْ اسْتَخْلَفْتُ؟ لَوْ كَانَ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ حَيًّا اسْتَخْلَفْتُهُ، فَإِنْ سَأَلَنِي رَبِّي قُلْتُ: سَمِعْتُ نَبِيَّكَ يَقُولُ: إِنَّهُ أَمِينُ هَذِهِ الْأُمَّةِ، وَلَوْ كَانَ سَالِمٌ مَوْلَى أَبِي حَذِيفَةَ حَيًّا اسْتَخْلَفْتُهُ، فَإِنْ سَأَلَنِي رَبِّي قُلْتُ: سَمِعْتُ نَبِيَّكَ يَقُولُ: إِنَّ سَالِمًا شَدِيدُ الْحُبِّ لِلَّهِ. [177]

ترجمہ: عمرو بن ميمون الاودی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پر خنجر کا وار ہوا تو آپ کے سامنے بعض لوگوں نے یہ رائے رکھی کہ امیر المؤمنین! (ہمیں زخم گہرا معلوم ہوتا ہے اس بات کا قوی امکان ہے کہ آپ شہید ہو سکتے ہیں، اس لیے) اگر آپ اپنے بعد کسی کو خلیفہ نامزد کر دیں تو بہت اچھا ہو گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کس کو خلیفہ بناؤں؟ اگر ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ آج زندہ ہوتے تو ان کو خلیفہ نامزد کر دیتا۔ اگر میرا رب اس بارے میں مجھ سے پوچھتا تو میں عرض کرتا کہ میں نے آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سنا تھا کہ ابو عبیدہ اس امت کے امین ہیں۔ اسی طرح اگر ابو حذیفہ کے آزاد کردہ سالم زندہ ہوتے تو میں انہیں نامزد کر دیتا۔ اگر میرا رب مجھ سے پوچھتا تو میں عرض کرتا کہ میں نے آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سنا تھا کہ سالم؛ اللہ سے بہت محبت کرنے والا ہے۔

امر خلافت کے بارے متعدد تدابیر اختیار کرنے کا حکم:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں جبکہ آپ جان لیوا گہرے زخموں سے چور چور تھے، اپنے بعد امر خلافت کے معاملے کو انتہائی اہمیت کا حامل سمجھا۔ اس کے لیے درجہ بدرجہ ذیل تدابیر اختیار کرنے کا حکم دیا:

- [1]: آپ رضی اللہ عنہ نے خلیفہ بننے کے لیے چھ افراد کے نام تجویز فرمائے:
- حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم
- [2]: ان چھ افراد کو حکم دیا کہ خلیفہ کے انتخاب کے لیے آپس میں مشورہ کریں۔ اپنے ساتھ صرف بطور مشیر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو شامل کر لیں۔
- [3]: یہ چھ افراد تین دن کے اندر فیصلہ کریں، تین دن سے زیادہ تاخیر نہ کریں۔
- [4]: حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ اور حضرت مقداد بن اسود الکندی رضی اللہ عنہ کو انتخابی عمل کی کارروائی کا نگران مقرر فرمایا۔
- [5]: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ حکم دیا کہ جب افراد شوریٰ کسی کے خلیفہ ہونے پر اتفاق کر لیں تو جو ان کی مخالفت کرے اس کی گردن اڑادی جائے۔
- [6]: یہ حکم دیا کہ اگر مذکورہ چھ افراد میں سے تین ایک شخص کے بارے میں رائے دیں اور باقی تین دوسرے شخص کے بارے میں رائے دیں تو ایسی صورت میں عبداللہ بن عمر کو ثالث تسلیم کر لیں۔ اگر ان کے فیصلہ کو سب مان لیں تو فبہا ورنہ جس طرف عبدالرحمن بن عوف ہوں اسی کی رائے کے مطابق خلیفہ نامزد کیا جائے۔
- [7]: یہ حکم دیا کہ برابری کی صورت میں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی بات تسلیم کرو۔
- فائدہ: شق نمبر 6 اور 7 میں بہ ظاہر تعارض ہے۔ اس میں تطبیق یہ ہے کہ ان چھ افراد میں سے اگر تین ایک طرف اور تین دوسری طرف ہو جائیں تو چونکہ اب تقابل برابر ہو چکا ہے اس لیے اب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو فیصلہ بنا دیا جائے۔ جس فریق کے حق میں وہ فیصلہ دیں اسی کے مطابق خلیفہ نامزد کر دیا جائے۔ اور اگر لوگ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے فیصلے کو تسلیم نہ کریں تو اب فیصلہ کا مدار حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو بنایا جائے کہ جس گروہ میں وہ ہوں اسی کی رائے کے مطابق خلیفہ نامزد کر لیا جائے۔
- [8]: مدت انتخاب کے دوران حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ نماز کی امامت کریں۔
- اس حوالے سے ائمہ محدثین و مؤرخین کی چند عبارات ملاحظہ ہوں:

(1): امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

قَالَ: مَا أَجِدُ أَحَدًا أَحَقَّ بِهَذَا الْأَمْرِ مِنْ هَؤُلَاءِ النَّفَرِ أَوْ الرَّهْطِ الَّذِينَ تَوَفَّي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُمْ رَاضٍ فَسَلَّيْتُ عَلَيْهِمَا وَعُثْمَانَ وَالزُّبَيْرَ وَطَلْحَةَ وَسَعْدًا وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ. [178]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں خلافت کا ان حضرات سے زیادہ کسی کو حق دار نہیں سمجھتا جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات تک راضی تھے۔ پھر آپ نے عثمان بن عفان، علی بن ابی طالب، عبد الرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، زبیر بن العوام اور طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے نام لیے۔

(2): امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

وَقَالَ: يَشْهَدُ كُمْ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَلَيْسَ لَهُ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ. [179]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ لوگوں کے ساتھ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما شریک ہو جائیں لیکن امر خلافت کے مستحق نہیں ہوں گے۔

(3): امام ابو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع البہاشی البغدادی رحمہ اللہ (ت 230ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

وَلَا تَتْرُكُهُمْ يَنْضِي الْيَوْمُ الثَّلَاثُ حَتَّى يُؤْمَرُوا أَحَدُهُمْ. [180]

ترجمہ: (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا) آپ ان لوگوں کو ایسی حالت میں نہ چھوڑیں کہ تین دن گزر جائیں اور انہوں نے اپنے میں سے کسی کو امیر نہ بنایا ہو۔

(4): امام ابو زید عمر بن شبہ بن عبیدہ بن ربیعہ النمیری البصری رحمہ اللہ (ت 262ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

وَقَالَ لِأَيِّ طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيِّ: "يَا أَبَا طَلْحَةَ! إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ طَالَمَا أَعَزَّ الْإِسْلَامَ بِكُمْ، فَاخْتَرْتُ مِنْهُمْ"، وَقَالَ لِلْمُقَدَّادِ بْنِ الْأَسْوَدِ: "إِذَا وَضَعْتُمُونِي فِي حُفْرَتِي فَاجْمَعْ هَؤُلَاءِ الرَّهْطَ فِي بَيْتِ

[178] صحیح البخاری: رقم الحدیث 3700

[179] صحیح البخاری: رقم الحدیث 3700

[180] الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ج 3 ص 277، 278 ذکر اختلاف عمر رضی اللہ عنہ

حَتَّى يَخْتَارُوا رَجُلًا مِنْهُمْ» [181]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے ابو طلحہ! اللہ رب العزت نے آپ لوگوں کے ذریعے اسلام کو عزت بخشی ہے، اس لیے آپ ان پر نگران رہیں، اور حضرت مقداد بن اسود الکندی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جب آپ لوگ مجھے قبر میں اتار دیں تو ان لوگوں کو کسی گھر کے اندر جمع کیے رکھنا یہاں تک کہ وہ اپنے میں سے کسی کو خلیفہ منتخب کر لیں۔

(5): امام ابو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع الہاشمی البغدادی رحمہ اللہ (ت 230ھ) روایت نقل کرتے ہیں۔

وَتَشَاوَرُوا فِي أَمْرِكُمْ وَالْأَمْرُ إِلَى هَؤُلَاءِ السِّتَةِ فَمَنْ بَعَلَ أَمْرَكُمْ فَاصْبِرُوا عَنْقَهُ يَعْنِي مَنْ خَالَفَكُمْ» [182]

ترجمہ: (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا) امر خلافت میں مشورہ کرو لیکن یہ یاد رہے کہ امر خلافت انہی چھ حضرات کے درمیان ہی رہے گا۔ جو شخص (خلیفہ منتخب ہونے کے اتفاقی موقف کا) انکار کرے تو اس کی گردن اڑا دو۔

فائدہ: ”مَنْ بَعَلَ أَمْرَكُمْ“ کا معنی ہے ”مَنْ خَالَفَكُمْ“ جو تمہاری مخالفت کرے

(6): امام ابو زید عمر بن شبہ بن عبیدہ بن ریظہ النمیری البصری رحمہ اللہ (ت 262ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

فَإِنْ رَضِيَ ثَلَاثَةٌ رَجُلًا مِنْهُمْ وَثَلَاثَةٌ رَجُلًا مِنْهُمْ فَحَكِّمُوا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ فَأَيُّ الْفَرِيقَيْنِ حَكَمَ لَهُ فَلْيَخْتَارُوا رَجُلًا مِنْهُمْ فَإِنْ لَمْ يَرْضَوْا بِحُكْمِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ فَكُونُوا مَعَ الَّذِينَ فِيهِمْ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ» [183]

ترجمہ: (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا): مذکورہ چھ افراد میں سے تین ایک شخص کے بارے میں رائے دیں اور باقی تین دوسرے شخص کے بارے میں رائے دیں تو ایسی صورت میں عبد اللہ بن عمر کو ثالث تسلیم کر لیں۔

[181] تاریخ المدینۃ لابن شبہ: ج 3 ص 925 مقتل عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

[182] الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ج 3 ص 45 ذکر شوری و ماکان من امرہم

[183] تاریخ المدینۃ لابن شبہ: ج 3 ص 925 مقتل عمر بن الخطاب

عبداللہ بن عمر (دو فریقوں میں سے) جس فریق کے حق میں فیصلہ دیں تو ان میں سے ایک کو (خلیفہ) منتخب کر لیا جائے۔ اگر ابن عمر رضی اللہ عنہما کے فیصلے پر اتفاق نہ ہو تو جس فریق میں عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ہوں، اس فریق کے ساتھ ہو جائیں۔

(7): امام ابو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع الهاشمی البغدادی رحمہ اللہ (ت 230ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

وَإِنْ اجْتَمَعَ رَأْيُ ثَلَاثَةٍ وَثَلَاثَةٍ فَاتَّبِعُوا صَنِفَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ وَاسْمِعُوا وَأَطِيعُوا.

ترجمہ: (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا): چھ افراد میں سے تین ایک شخص کے بارے میں رائے دیں اور باقی تین دوسرے شخص کے بارے میں رائے دیں تو ایسی صورت میں عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اتباع کرنا۔ ان کی بات سننا اور اس پر عمل کرنا۔

(8): امام ابو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع الهاشمی البغدادی رحمہ اللہ (ت 230ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

لِيُصَلِّ لَكُمْ صَهْبٌ ثَلَاثًا. [184]

الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ج 3 ص 262 ذکر اختلاف عمر

ترجمہ: (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حکم فرمایا کہ) آپ کو تین دن تک نماز حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ پڑھائیں گے۔

فائدہ: شوریٰ کے مذکورہ چھ افراد میں سے کسی کو امامت نہیں سونپی کہ کہیں آپ رضی اللہ عنہ کی طرف سے اسے امر خلافت کی نامزدگی نہ تصور کر لیا جائے۔

اپنے مابعد خلیفہ کو وصیت:

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن

خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

أَوْصِي الْخَلِيفَةَ مِنْ بَعْدِي بِالْمُهَاجِرِينَ الْأَوَّلِينَ خَيْرًا أَنْ يَعْرِفَ لَهُمْ حَقَّهُمْ ، وَأَنْ يَحْفَظَ

لَهُمْ حُرْمَتُهُمْ وَأَوْصِيَهُ بِالْأَنْصَارِ خَيْرًا الَّذِينَ تَبَوَّؤُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ أَنْ يَقْبَلَ مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَيُعْفِيَ عَنْ مُسِيئَتِهِمْ وَأَوْصِيَهُ بِذِمَّةِ اللَّهِ وَذِمَّةِ رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُوفِيَ لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ، وَأَنْ يُقَاتَلَ مِنْ وَرَائِهِمْ، وَأَنْ لَا يُكَلَّفُوا فَوْقَ طَاقَتِهِمْ. [185]

ترجمہ: میں اپنے مابعد (منتخب ہونے والے) خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ اولین مہاجرین کی قربانیوں کی وجہ سے ان کے ساتھ بھلائی کرتا رہے، ان کا حق پہچانے اور ان کی عزت کا خیال رکھے۔ میں اسے انصار کے بارے میں بھی وصیت کرتا ہوں کہ ان کے ساتھ بھی بھلائی کا معاملہ کرتا رہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے (اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین صحابہ کو) مدینہ میں جگہ دی اور ایمان پر ثابت قدم رہے۔ (خلیفہ) ان کے نیک لوگوں کی قدر کرے اور ان کے قصور وار کو معاف کرے۔ نیز میری یہ بھی وصیت ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کا خیال رکھے یعنی غیر مسلموں سے جو وعدہ کیا جائے اسے پورا کیا جائے، (اگر وہ جزیہ دیتے رہیں تو انہیں ستایا نہ جائے) اور ان کے سوا دوسرے کافروں سے قتال کیا جائے اور ان کو طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دی جائے۔

آخری وقت آخر میں غلبہ خوف خدا:

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ العباسی الکوفی رحمہ اللہ (ت 235ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى عُمَرَ حِينَ طَعَنَ، فَقُلْتُ: أَبَشِّرُ بِالْجَنَّةِ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! أَسَلِمْتَ حِينَ كَفَرَ النَّاسُ وَجَاهَدْتَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ حِينَ خَذَلَهُ النَّاسُ، وَقَبِضَ رَسُولُ اللَّهِ وَهُوَ عَنْكَ رَاضٍ، وَلَمْ يَخْتَلِفْ فِي خِلَافَتِكَ اثْنَانِ، وَقَتَلْتَ شَهِيدًا، فَقَالَ: أَعَدُّ عَلَيَّ، فَأَعَدْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ: وَالَّذِي لَا إِلَهَ غَيْرُهُ لَوْ أَنَّ لِي مَا عَلَى الْأَرْضِ مِنْ صَفَرَاءَ وَبَيْضَاءَ لَا فُتِنْتُ بِهِ مِنْ هَوْلِ الْمَطْلَعِ. [186]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو (خنجر کے وار

[185] صحیح البخاری: رقم الحدیث 1392

[186] المصنف لابن ابی شیبہ: رقم الحدیث 35635

سے) زخمی کیا گیا تو میں آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کی: اے امیر المؤمنین! آپ جنت کی خوشخبری قبول فرمائیں، جب لوگوں نے کفر کیا آپ اس وقت اسلام لائے۔ جب لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ستایا تب آپ نے ان کی معیت میں جہاد کیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب اس دنیا سے رخصت ہوئے تو آپ سے راضی تھے۔ آپ کی خلافت (ایسی متفق علیہا) تھی کہ جس میں دو بندوں کا بھی اختلاف نہیں ہوا۔ اب آپ کا وقت رخصت ہے تو مقتول ہو کر شہادت کے درجہ پر فائز ہو رہے ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے کیا کہا؟ ذرا پھر سے کہو! میں اپنی بات دہرائی۔ آپ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: قسم ہے اس ذات کی جس کے علاوہ کوئی حقیقی معبود نہیں! اگر میرے اختیار میں ہوتا تو میں قیامت کی ہولناکی سے نجات حاصل کرنے کے لیے زمین کے زرد (سونا) اور سفید (چاندی) سارے خزانے لٹا دیتا۔

روضہ مبارک میں دفن ہونے کی خواہش:

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عُمَرَو بْنِ مَيْمُونٍ الْأَوْدِيِّ قَالَ: رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ! اذْهَبْ إِلَى أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، فَقُلْ: يَقْرَأُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلَيْكَ السَّلَامَ ثُمَّ سَلِّهَا أَنْ أَذْفَنَ مَعَ صَاحِبِي. قَالَتْ: كُنْتُ أُرِيدُ أَنْ لِنَفْسِي فَلَا وَثَرَنَهُ الْيَوْمَ عَلَى نَفْسِي فَلَمَّا أَقْبَلَ قَالَ لَهُ: مَا لَكَ يَكُنْ؟ قَالَ: أَذِنْتُ لَكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! قَالَ: مَا كَانَ شَيْءٌ أَهَمَّ إِلَيَّ مِنْ ذَلِكَ الْمَضْجَعِ، فَإِذَا قُبِضْتُ فَاحْمِلُونِي ثُمَّ سَلِّمُوا ثُمَّ قُلْ: يَسْتَأْذِنُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَإِنْ أَذِنْتُ لِي فَادْفِنُونِي وَإِلَّا فَرُدُّونِي إِلَى مَقَابِرِ الْمُسْلِمِينَ. [187]

ترجمہ: حضرت عمرو بن ميمون الاودي رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو (زخمی حالت) میں دیکھا۔ آپ نے (اپنے بیٹے) عبد اللہ بن عمر کو فرمایا: بیٹا! ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس چلے جاؤ۔ ان کی خدمت میں میرا سلام پیش کرو اور یہ بات عرض کرو کہ میری (آخری) خواہش ہے کہ میں

اپنے دونوں ساتھیوں (نبی و صدیق) کے قریب دفن ہونا چاہتا ہوں۔ (ابن عمر تشریف لے گئے، آپ کا پیغام پہنچایا) تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ارادہ تو میرا اپنا تھا (روضہ مبارک میں دفن ہونے کا) لیکن آج میں اپنے آپ پر آپ کو ترجیح دیتی ہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ ابن عمر واپس آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرط اشتیاق میں پوچھا کہ کیا جواب لائے ہو؟ انہوں نے عرض کی: اے امیر المؤمنین! سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دے دی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اس سعادت پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے) فرمایا: جس قدر مجھے اس مبارک مقام (روضۃ الرسول) دفن ہونے کا خیال تھا اتنا مجھے کسی اور چیز کا خیال نہیں تھا۔ (ابھی تو سیدہ عائشہ نے اجازت دے دی ہے شاید میرے امیر المؤمنین ہونے کی رعایت رکھی ہو لیکن) جب میری روح قبض کر لی جائے (یعنی شہید ہو جاؤں تو ایک بار پھر) میرا جنازہ لے جانا۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ کو سلام کرنا اور عرض کرنا کہ عمر بن خطاب آپ کے حجرے میں دفن ہونے کی اجازت چاہتا ہے۔ (چونکہ اب میری موجودہ حیثیت حاکم ہونے کی نہیں ہوگی جس کی وجہ سے انہیں فیصلہ کرنے میں کوئی دشواری ہو) اگر وہ اجازت دیں تو دفن کر دینا اور اگر اجازت نہ دیں تو مجھے عام مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا۔

غسل، کفن اور جنازہ:

امام مالک بن انس بن مالک بن عامر المدنی رحمہ اللہ (ت 179ھ) روایت نقل کرتے ہیں۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ غُسِّلَ، وَكُفِّنَ، وَصُيِّ عَلَيْهِ. وَكَانَ

شَهِيدًا. [188]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ (جب شہید ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ کو) غسل دیا گیا، کفن دیا گیا، آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور آپ نے شہادت کا رتبہ حاصل کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جنازہ:

امام محمد ابن سعد ابن منیع البصری رحمہ اللہ (ت 430ھ) لکھتے ہیں:

عَنْ صَالِحِ بْنِ أَبِي حَسَّانَ قَالَ: سَأَلَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ: مَنْ صَلَّى عَلَى عُمَرَ؟ قَالَ: صُهَيْبٌ. قَالَ: كَمْ كَبَّرَ عَلَيْهِ؟ قَالَ: أَرْبَعًا. [189]

ترجمہ: حضرت صالح بن ابی حسان رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ علی بن حسین نے سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے پوچھا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جنازہ کس نے پڑھایا؟ انہوں نے جواب دیا کہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ۔ علی بن حسین نے پوچھا کہ آپ کا جنازہ کتنی تکبیرات کے ساتھ ادا کیا گیا؟ جواب دیا کہ چار تکبیرات کے ساتھ۔

قبر مبارک میں کس نے اتارا؟

امام محمد ابن سعد ابن منیع البصری رحمہ اللہ (ت 430ھ) لکھتے ہیں:

عَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: نَزَلَ فِي قَبْرِ عُمَرَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ، وَسَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ بْنُ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ وَصُهَيْبُ بْنُ سَنَانٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ. [190]

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دفن کرنے کے لیے عثمان بن عفان، سعید بن زید بن عمرو بن نفیل، صہیب بن سنان اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم ان کی قبر میں اترے (اور آپ کو دفن فرمایا)۔

یوم شہادت:

حافظ عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) فرماتے ہیں:

عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: طُعِنَ عُمَرُ يَوْمَ الْأَرْبَعَاءِ لِأَرْبَعِ لَيَالٍ بَقِيْنَ مِنْ ذِي

[189] الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ج 3 ص 280 ذکر اختلاف عمر

[190] الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ج 3 ص 281 ذکر اختلاف عمر

الْحِجَّةِ سَنَةً ثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ، وَدُفِنَ يَوْمَ الْأَحَدِ صَبَاحَ هَلَالِ الْمُحَرَّمِ سَنَةَ أَرْبَعٍ وَعِشْرِينَ. [191]

ترجمہ: اسماعیل بن محمد بن سعد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ 23 ہجری 26 ذوالحجہ بروز بدھ ماہ ذوالحجہ کے ختم ہونے میں چار دن باقی تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا گیا۔ بروز اتوار یکم محرم الحرام سن 24 ہجری آپ کو دفن کیا گیا۔

مدتِ خلافت:

حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) فرماتے ہیں:

عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: فَكَانَتْ وَلَايَتُهُ عَشْرَ سِنِينَ وَخَمْسَةَ أَشْهُرٍ وَأَحَدًا وَعِشْرِينَ يَوْمًا. [192]

ترجمہ: اسماعیل بن محمد بن سعد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ دس سال، پانچ ماہ اور اکیس دن ہے۔

تدفین عمر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا طرزِ عمل:

امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل البغدادی رحمہ اللہ (ت 241ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: كُنْتُ أَذْخُلُ بَيْتِي الَّذِي دُفِنَ فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَيُّي فَأَصْعُ ثَوْبِي فَأَقُولُ: إِنَّمَا هُوَ زَوْجِي وَأَيُّي، فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ مَعَهُمْ فَأَوَّلَهُ مَا دَخَلْتُ إِلَّا وَأَنَا مَشْدُودَةٌ عَلَى ثِيَابِي حَيَاءً مِنْ عُمَرَ. [193]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ میرے گھر کے جس کمرے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے والد (حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) کی قبریں تھیں۔ میں وہاں اپنے سر پر دوپٹہ نہ

[191] البدایہ والنہایہ لابن کثیر: ج 4 ص 148 ثم دخلت سنة ثلاث وعشرين

[192] البدایہ والنہایہ لابن کثیر: ج 4 ص 148 ثم دخلت سنة ثلاث وعشرين

[193] مسند احمد: ج 42 ص 440 رقم الحدیث 25660

ہونے کی حالت میں بھی چلی جاتی تھی کیونکہ میں سمجھتی تھی کہ یہاں صرف میرے شوہر اور میرے والد ہی تو ہیں، لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بھی وہاں تدفین ہوئی تو بخدا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیا کی وجہ سے میں جب بھی اس کمرے میں گئی تو اپنی چادر اچھی طرح پلیٹ کر ہی گئی۔

اشکال:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ منوں مٹی کے نیچے سے دیکھ رہے تھے تو کیا ایک دوپٹے سے نہیں دیکھ سکتے تھے؟

جواب:

[1]: جس طرح لوہے کا ایک ٹکڑا جو ایک میٹر چوڑا اور ستر سو میٹر لمبا ہو تو اگر اس کی ایک جانب سے کرنٹ گزارا جائے تو دوسری جانب پہنچ جاتا ہے لیکن اگر اس لوہے کے درمیان آدھا نیچے سے بھی چھوٹا بڑا ٹکڑا رکھ دیا جائے تو کرنٹ دوسری جانب پاس نہیں ہوتا۔ وجہ یہ ہے کہ جنس کے بدلنے سے اثر ختم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح یہاں بھی ہے کہ مٹی؛ جنس انسانی سے ہے اس لیے اس سے نگاہ گزر سکتی ہے لیکن کپڑا غیر جنس ہے، اس لیے اس سے نگاہ نہیں گزر سکتی۔

[2]: فہم عائشہ رضی اللہ عنہا ہماری فہم سے بالاتر ہے۔

شہادتِ عمر رضی اللہ عنہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خراجِ تحسین:

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: إِنِّي لَوَاقِفٌ فِي قَوْمٍ فَيَدْعُونَ اللَّهَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَقَدْ وَضَعَ عَلَى سَرِيرِهِ إِذَا رَجُلٌ مِنْ خَلْفِي قَدْ وَضَعَ مِرْفَقَهُ عَلَى مَنْكِبِي يَقُولُ: رَحِمَكَ اللَّهُ إِنْ كُنْتُ لَأَرْجُو أَنْ يَجْعَلَكَ اللَّهُ مَعَ صَاحِبَيْكَ لِأَنِّي كَثِيرٌ مِمَّا كُنْتُ أَسْمَعُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: كُنْتُ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَفَعَلْتُ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَانْطَلَقْتُ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فَإِنْ كُنْتُ لَأَرْجُو أَنْ يَجْعَلَكَ اللَّهُ مَعَهُمَا فَالْتَفَتْتُ فَإِذَا هُوَ عَلَيَّ بَنُ أَبِي طَالِبٍ. [194]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں ان لوگوں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا جو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لیے دعائیں کر رہے تھے۔ اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کا جنازہ رکھا گیا تھا۔ اتنے میں ایک شخص نے میرے پیچھے سے آکر میرے کندھوں پر کہنیاں رکھ دیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہنے لگے: اللہ آپ پر رحم کرے! مجھے تو یہی امید تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ جمع کرے گا۔ میں اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے ہوئے سنا کرتا تھا کہ میں اور ابو بکر و عمر تھے، میں نے اور ابو بکر و عمر نے یہ کام کیا، میں اور ابو بکر و عمر گئے۔ اس لیے مجھے امید یہی تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ان ہی دونوں بزرگوں کے ساتھ رکھے گا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی
اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا
بَارَكْتَ عَلٰی اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ فِي الْعٰلَمِيْنَ اِنَّكَ حَسِيْدٌ مَّجِيْدٌ

﴿ حصہ دوم ﴾

اعتراضات وجوابات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اعتراض نمبر 1

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بزدل تھے

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: فَأَخْبَرَنِي جَدِّي زَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: "بَيْنَمَا هُوَ فِي الدَّارِ خَائِفًا إِذْ جَاءَهُ الْعَاصُ بْنُ وَائِلٍ السَّهْمِيُّ أَبُو عَمْرِو عَلَيْهِ حُلَّةٌ حَبْرٍ، وَقَبِيصٌ مَكْفُوفٌ بِحَرِيرٍ وَهُوَ مِنْ بَنِي سَهْمٍ وَهُمْ حُلَفَاؤُنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَقَالَ لَهُ: مَا بَالُكَ؟ قَالَ: زَعَمَ قَوْمُكَ أَنَّهُمْ سَيَقْتُلُونَنِي إِنْ أَسْلَمْتُ، قَالَ: لَا سَبِيلَ إِلَيْكَ بَعْدَ أَنْ قَالَهَا أَمِنْكَ فَخَرَجَ الْعَاصُ فَلَقِيَ النَّاسَ قَدْ سَالَ بِهِمُ الْوَادِي، فَقَالَ: أَيْنَ تُرِيدُونَ؟ فَقَالُوا: نُرِيدُ هَذَا ابْنَ الْخَطَّابِ الَّذِي صَبَأَ، قَالَ: لَا سَبِيلَ إِلَيْهِ، فَكَرَّ النَّاسُ". [195]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ (اسلام لانے کے بعد) حضرت عمر رضی اللہ عنہ (قریش سے طبعی طور پر) ڈرے ہوئے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ابو عمرو عاص بن وائل سہمی اندر آیا۔ اس نے دھاری دار چادر اور ریشمی کرت پہنا ہوا تھا۔ وہ (ابو عمرو عاص بن وائل) قبیلہ بنو سہم سے تھا جو قبیلہ زمانہ جاہلیت میں ہمارا حلیف تھا۔ عاص نے عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تمہاری قوم بنو سہم والوں کا خیال ہے کہ اگر میں مسلمان ہوا تو وہ مجھے قتل کر دیں گے۔ عاص نے کہا: آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) عاص کی اس بات کے بعد مجھے اطمینان ہوا۔ اس کے بعد عاص باہر نکلا تو دیکھا کہ میدان لوگوں سے بھر گیا ہے۔ عاص نے پوچھا: کہاں جانے کا ارادہ رکھتے ہو؟ تو لوگوں نے کہا: ہم ابن خطاب کی طرف جانے کا ارادہ رکھتے ہیں جو صابی (اپنے آباء و اجداد کے دین کو چھوڑ کر مسلمان) ہو گیا ہے۔ عاص

نے کہا: اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ یہ سنتے ہی لوگ واپس چلے گئے۔

اعتراض:

اس حدیث کی بنیاد پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ وہ بزدل تھے اور اپنے اسلام کو چھپا رہے تھے۔

جواب نمبر 1:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نڈر، بہادر اور شجاع تھے۔ بزدل نہیں تھے، اس پر درج ذیل قرآن ملاحظہ ہوں:

1: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے علی الاعلان بیت اللہ میں نماز پڑھی۔

2: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کہ اسلام کو عمر کے ذریعے عزت عطا فرما۔ اگر عمر بزدل ہوتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کبھی یہ دعا نہ فرماتے۔ کیونکہ بزدل کی وجہ سے اسلام کو عزت نہیں مل سکتی۔

3: اگر حضرت عمر بزدل ہوتے تو آسمانوں پر آپ کے اسلام لانے پر خوشیاں نہ منائی جاتیں۔

4: اگر آپ بزدل ہوتے تو مشرکین مکہ مایوس ہو کر یہ نہ کہتے کہ اب ہماری قوم دو حصوں میں تقسیم ہو گئی ہے۔

5: قبول اسلام کی تشہیر

6: واقعہ ہجرت

ذیل میں ہر ایک پر دلیل پیش کی جاتی ہے۔

1: قبول اسلام پر علی الاعلان بیت اللہ میں نماز پڑھنا

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الشامی الطبرانی رحمہ اللہ (ت 360ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: إِنَّ إِسْلَامَ عُمَرَ كَانَ فَتْحًا وَإِنَّ هِجْرَتَهُ كَانَتْ نَصْرًا وَإِنَّ إِمَارَتَهُ كَانَتْ رَحْمَةً وَاللَّهُ مَا اسْتَطَعْنَا أَنْ نُصَلِّيَ عِنْدَ الْكُعْبَةِ ظَاهِرِينَ حَتَّى أَسْلَمَ عُمَرُ. [196]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام ہمارے لئے ایک فتح تھی اور ان کی امارت ایک رحمت تھی، خدا کی قسم ہم بیت اللہ میں نماز پڑھنے کی ہمت نہیں رکھتے تھے یہاں تک کہ عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔ پھر ہم نے بیت اللہ میں نماز پڑھی۔

2: آپ کے حق میں نبوت کی دعا

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَللَّهُمَّ اَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِأَحَبِّ هَذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ إِلَيْكَ: بِأَبِي جَهْلٍ، أَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، قَالَ: وَكَانَ أَحَبَّهُمَا إِلَيْهِ عُمَرُ. [197]

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (دعا مانگتے ہوئے) فرمایا: اے اللہ! ان دونوں یعنی ابو جہل اور عمر بن خطاب میں سے جو تجھے محبوب ہو اس کے (قبول اسلام) کے ذریعہ اسلام کو قوت عطا فرما۔ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: تو ان دونوں میں سے حضرت عمر؛ اللہ تعالیٰ کے محبوب نکلے۔

3: عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام سے آسمانوں میں خوشیاں

امام محمد بن حبان بن احمد بن حبان بن معاذ التیمی البستی رحمہ اللہ (ت 354ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا أَسْلَمَ عُمَرُ أَتَى جِبْرِيلُ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! لَقَدْ اسْتَبَشَرَ أَهْلُ السَّمَاءِ بِإِسْلَامِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ. [198]

ترجمہ: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ایمان لائے تو حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! عمر کے اسلام لانے پر اہل آسمان (فرشتوں) نے بھی خوشی منائی ہے۔

4: مشرکین کی مایوسی

امام ابو بکر محمد بن الحسین بن عبداللہ الآجری البغدادی رحمہ اللہ (ت 360ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

[197] سنن الترمذی: رقم الحدیث 3681

[198] صحیح ابن حبان: رقم الحدیث 6883

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا أَسْلَمَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ
الْمُشْرِكُونَ: الْآنَ انْتَصَفَ الْقَوْمُ مِنَّا. [199]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو مشرکین نے کہا: اب ہماری قوم دو حصوں میں تقسیم ہو گئی ہے۔

5: قبول اسلام کی تشہیر

امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل البغدادی رحمہ اللہ (ت 241ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا أَسْلَمَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ: أَيُّ قُرَيْشٍ أُنْقَلُ
لِلْحَدِيثِ؟ قِيلَ لَهُ: جَبِيلُ بْنُ مَعْمَرٍ الْجُمَحِيُّ، قَالَ: فَغَدَا عَلَيْهِ، قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: وَغَدَوْتُ أَتَّبِعُ أَثَرَهُ
أَنْظُرُ مَا يَفْعَلُ، وَأَنَا غُلَامٌ، وَجَبِيلُ بْنُ مَعْمَرٍ هُوَ جَدُّ نَافِعِ بْنِ عُمَرَ بْنِ جَبِيلِ بْنِ مَعْمَرٍ الْجُمَحِيِّ أَعْقَلُ
كُلِّمَا رَأَيْتُ، حَتَّى جَاءَهُ فَقَالَ: أَمَا عَلِمْتَ يَا جَبِيلُ! أَنِّي قَدْ أَسْلَمْتُ وَدَخَلْتُ فِي دِينِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ؟ قَالَ: فَوَاللَّهِ، مَا رَاجَعَهُ حَتَّى قَامَ يَجُزُّ رِجْلِيهِ، وَاتَّبَعَهُ عُمَرُ، وَاتَّبَعْتُ أَبِي، حَتَّى إِذَا قَامَ عَلَى
بَابِ الْمَسْجِدِ صَرَخَ بِأَعْلَى صَوْتِهِ: يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ! وَهُمْ فِي أُنْدِيَتِهِمْ حَوْلَ الْكُعْبَةِ أَلَا إِنَّ عُمَرَ قَدْ
صَبَا، قَالَ: يَقُولُ عُمَرُ مِنْ خَلْفِهِ: كَذَبَ، وَلَكِنْ قَدْ أَسْلَمْتُ وَشَهِدْتُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ
لَهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ. [200]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرت عمر بن خطاب نے اسلام قبول کیا تو
آپ نے پوچھا کہ کون سا قریشی ایسا ہے جو باتوں کو خوب پھیلانے کا ہنر جانتا ہو؟ آپ کو بتایا گیا کہ جمیل بن معمر
الجمحی۔ آپ اس کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں آپ کے پیچھے
چل رہا تھا تاکہ دیکھوں کہ آپ کیا کرتے ہیں؟ میں ان دنوں کم عمر تھا۔ جمیل بن معمر؛ یہ نافع بن عمر بن جمیل بن معمر

[199] الشریعۃ للآجری: رقم الحدیث 1409

[200] فضائل الصحابة للاحمد بن حنبل: ص 345 اسلام عمر بن الخطاب رقم الحدیث 772

الحجی کے دادا ہیں۔ (کم عمر ہونے کے باوجود) جو باتیں میں دیکھتا تھا انہیں سمجھتا بھی تھا۔ (میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے چلتا رہا) یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے پاس پہنچے اور فرمایا: جمیل! کیا تمہیں یہ بات معلوم ہے کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں داخل ہو چکا ہوں؟ اللہ کی قسم! آپ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) نے ابھی کوئی دوسری بات نہیں کہی تھی کہ جمیل بن معمر کھڑا ہوا اور اپنے پاؤں گھسیٹنے لگا (یعنی وہاں سے بھاگنے لگا۔) حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے پیچھے تھے اور میں اپنے والد (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کے پیچھے یہاں تک کہ جب جمیل بن معمر مسجد کے دروازے پر کھڑا ہوا تو اونچی آواز میں چیخا: اے قریش کے لوگو! اس وقت وہ لوگ کعبہ کے ارد گرد اپنی مجلسوں میں بیٹھے تھے۔ (اس نے کہا) سنو! عمر صابی (بے دین۔ معاذ اللہ) ہو گیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے پیچھے چلتے جا رہے تھے اور یہ فرما رہے تھے کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے بلکہ میں تو اسلام لایا ہوں اور میں نے اس بات کی گواہی دی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور بے شک محمد؛ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

5: واقعہ ہجرت

امام ابوالحسن عزالدین علی بن محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) لکھتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْعَبَّاسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ لِي عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ: مَا عَلِمْتُ أَنَّ أَحَدًا مِنَ الْمُهَاجِرِينَ هَاجَرَ إِلَّا مُخْتَفِيًّا إِلَّا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَإِنَّهُ لَنَا هَمٌّ بِالْهَجْرَةِ تَقَلَّدَ سَيْفَهُ وَتَنَكَّبَ قَوْسَهُ وَانْتَضَى فِي يَدِهِ أَسْهُمًا وَاخْتَصَرَ عَنَزَتَهُ وَمَضَى قِبَلَ الْكَعْبَةِ وَالْمَلَأُ مِنْ قُرَيْشٍ بِفَنَائِهَا فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا مُتَمَكِّنًا ثُمَّ أَتَى الْمَقَامَ، فَصَلَّى مُتَمَكِّنًا ثُمَّ وَقَفَ عَلَى الْحَلَقِ وَاحِدَةً وَاحِدَةً وَقَالَ لَهُمْ: شَهِتِ الْوُجُوهُ لَا يُرْغَمُ اللَّهُ إِلَّا هَذِهِ الْمَعَاطِسُ مَنْ أَرَادَ أَنْ تَنْكُلَهُ أُمُّهُ وَيُؤْتِمَ وَلَدَهُ وَيُزِمَلَ زَوْجَتَهُ فَلْيُفْقِنِي وَرَاءَ هَذَا الْوَادِي. [201]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مجھے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے

بتایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی اور مہاجر میرے علم میں نہیں جس نے علانیہ ہجرت کی ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ جب آپ رضی اللہ عنہ ہجرت کے ارادے سے روانہ ہوئے تو ہاتھ میں تلوار، کندھے پر کمان، مٹھی میں تیر اور کمر سے نیزا باندھے کعبۃ اللہ کی طرف (بغرض طواف) تشریف لائے، قریش کی ایک جماعت صحن کعبہ میں موجود تھی، آپ نے بیت اللہ کے سات چکر اطمینان سے مکمل کیے، پھر مقام ابراہیم پر تشریف لائے، اطمینان سے نماز ادا کی، اس کے بعد قریش کے ایک ایک ٹولے کے قریب کھڑے ہو کر فرمایا: تمہاری شکلیں بد نما ہوں، اللہ ان چہروں کو رسوا کرے۔ تم میں سے اگر کوئی ماں کو روتا ہوا، بچوں کو یتیم اور بیویوں کو بیوہ دیکھنا چاہتا ہے تو (عمر کو ہجرت سے روکنے کے لیے) سامنے آئے اور پہاڑ کی پچھلی جانب آکر مجھے روک کر دکھائے۔

جواب نمبر 2:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب اسلام کا اعلان کیا تو کفار کی طرف سے مزاحمت کا ہونا یقینی تھا جیسا کہ بعض مسلمانوں کے ساتھ کفار مزاحمت کر بھی رہے تھے۔ ایسے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تلوار اٹھانا بھی ناگزیر تھا جبکہ اس وقت حکم یہی تھا کہ تلوار نہیں اٹھانی اور خود کو روک کر رکھنا ہے۔ اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کسی کی امان میں جانے اور روپوش ہونے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا۔ اس لیے کسی کی امان میں آنا اور روپوش ہونا بہادری اور شجاعت کے خلاف نہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ وَاَزْوَاجِهِ اُمَمَاتِ الْمُؤْمِنِينَ وَذُرِّيَّتِهِ
وَاَهْلِ بَيْتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى اِلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَبِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اعتراض نمبر 2

عمر رضی اللہ عنہ؛ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں شک کرتے تھے

امام ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر الطبری رحمہ اللہ (ت 310ھ) روایت کرتے ہیں:

قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: وَاللَّهِ، مَا شَكَكْتُ مِنْذُ أَسْلَمْتُ إِلَّا يَوْمَئِذٍ، فَأَكْثَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ، وَعَدُّوْنَا عَلَى الْبَاطِلِ؟ قَالَ: بَلَى، قُلْتُ: فَلِمَ نُعْطَى الدِّينِيَّةَ فِي دِينِنَا إِذَا؟ قَالَ: إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ، وَلَسْتُ أَغْصِيهِ، وَهُوَ نَاصِرِي. [202]

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! جب سے میں مسلمان ہوا، مجھے کبھی شک نہیں ہوا سوائے اُس دن کے۔ چنانچہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا: کیا ہم حق پر نہیں اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں (ہم حق پر ہیں)۔ میں نے کہا: تو پھر ہم اپنے دین کے معاملے میں کمزوری کیوں دکھا رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ کا رسول ہوں، میں اس کی نافرمانی نہیں کرتا، اور وہی میرا مددگار ہے۔"

اعتراض:

اس روایت میں موجود الفاظ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صلح حدیبیہ کے بعد کہے تھے:

وَاللَّهِ، مَا شَكَكْتُ مِنْذُ أَسْلَمْتُ إِلَّا يَوْمَئِذٍ.

کہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں) جیسا شک مجھے آج ہوا ہے، پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔

ان الفاظ کو بنیاد بنا کر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی

نبوت میں شک ہو گیا تھا (معاذ اللہ)، اور جو نبی کی نبوت میں شک کرے وہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔

جواب نمبر 1:

صلح حدیبیہ کا یہ واقعہ احادیث مبارکہ کی کئی معتبر کتب میں موجود ہے خصوصاً صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بھی یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ مروی ہے مگر ان کتب احادیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پریشانی اور اضطراب کا ذکر تو ملتا ہے لیکن مذکورہ الفاظ طعن نہیں ملتے۔

ذیل میں یہی واقعہ (اختصار کے پیش نظر صرف) صحیح بخاری سے پیش کیا جاتا ہے:

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو وَائِلٍ، قَالَ: كُنَّا بِصَفِيِّنَ، فَقَامَ سَهْلُ بْنُ حَنْفٍ، فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ! اتَّهَمُوا أَنْفُسَكُمْ فَإِنَّا كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ وَلَوْ نَرَى قِتَالًا لَقَاتَلْنَا فَجَاءَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَهُمْ عَلَى الْبَاطِلِ؟ فَقَالَ: "بَلَى" فَقَالَ: أَلَيْسَ قِتَالَنَا فِي الْجَنَّةِ وَقِتْلَاهُمْ فِي النَّارِ، قَالَ: بَلَى، قَالَ: فَعَلِي مَا نُعْطِي الدِّيْنَةَ فِي دِينِنَا أَنْزُجِعَ وَلَنَا يَحْكُمَ اللَّهُ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ، فَقَالَ: يَا ابْنَ الْخَطَّابِ! إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ وَلَنْ يُضَيِّعَنِي اللَّهُ أَبَدًا فَأَنْطَلِقَ عُمَرُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ، فَقَالَ لَهُ مِثْلَ مَا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنَّهُ رَسُولُ اللَّهِ وَلَنْ يُضَيِّعَهُ اللَّهُ أَبَدًا فَزَكَتْ سُورَةُ الْفَتْحِ فَقَرَأَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى عُمَرَ إِلَى آخِرِهَا، فَقَالَ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَوْفَتْحُ هُوَ؟ قَالَ: "نَعَمْ". [203]

ترجمہ: حبیب بن ابی ثابت بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ابو وائل نے بیان کیا کہ ہم مقام صفین میں موجود تھے۔ تو سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے لوگو! تم (امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ پر الزام لگانے کے بجائے) خود کو الزام دو (کیونکہ تم لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے صلح کی پیش کش سے ہٹ رہے ہو)۔ اس لیے کہ ہم حدیبیہ کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، اگر ہم جنگ کو (ضروری) جانتے تو اس وقت ضرور لڑتے۔ (یعنی یہ واقعہ صلح حدیبیہ کا ہے جو مسلمانوں اور کفار کے درمیان پیش آیا تھا تو اس

میں صلح کو ترجیح دی گئی اور اب تو مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح ہو رہی ہے تو اس میں صلح کو ترجیح کیوں نہ دی جائے۔ اس صلح کا ہی واقعہ ہے کہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تشریف لائے اور عرض کی: یا رسول اللہ! کیا ہم حق پر اور وہ (ہمارا دشمن) باطل پر نہیں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہیں (ایسے ہی ہے!) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیا ہمارے شہداء جنت میں اور ان کے مقتول جہنم میں نہیں جائیں گے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہیں! (ایسے ہی ہے!) پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اس وقت کے موجودہ حالات کو سامنے رکھتے ہوئے) عرض کیا: (جب آپ برحق نبی ہیں، ہم حق پر ہیں تو) ہم اپنے دین کے معاملے میں اتنی کمزوری کیوں دکھا رہے ہیں؟ کیا ہم (مدینہ) واپس چلے جائیں گے، اور ہمارے اور ان کے درمیان اللہ (ابھی) کوئی فیصلہ نہیں کرے گا۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابن خطاب! میں اللہ کا (سچا) رسول ہوں اور اللہ مجھے کبھی ضائع نہیں کرے گا (یعنی وعدہ خلافی نہیں کرے گا)۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ (وہاں سے اٹھ کر) سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اور اپنے وہی سوالات دہرائے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیے تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ کے سوالوں کے من و عن وہی جواب دیے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے تھے، ساتھ یہ بھی کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ انہیں کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ پھر سورۃ فتح نازل ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سورۃ الفتح آخر تک پڑھ کر سنائی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: (یا رسول اللہ!) کیا یہی فتح ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں! بلاشبہ یہی فتح ہے۔

فائدہ:

یہ واقعہ جنگِ صفین کا ہے جو حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان واقع ہوئی تھی۔ جب اس جنگ نے انتہائی شدت اختیار کی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیش کش کی کہ قرآن مجید کو حکم بنا کر صلح کی جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس صلح کی پیش کش کو قبول کرنے پر آمادہ ہو گئے لیکن خوارج نے اس جنگ کو جاری رکھنے پر اصرار کیا۔ اس موقع پر حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ صلح پر آمادہ کرنے کے لیے کھڑے ہوئے اور تقریر کی جس میں صلح حدیبیہ کا حوالہ دیا۔

جواب نمبر 2:

صلح حدیبیہ میں موجود تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اللہ تعالیٰ نے رضا کا پروانہ دے دیا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی صلح حدیبیہ میں موجود تھے۔ لہذا وہ اس پروانہ کے مستحق ٹھہرے اور ظاہر ہے رضائے الہی کا پروانہ مؤمنین کو ہی مل سکتا ہے نہ کہ ایمان میں شک کرنے والوں کو۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا﴾ [204]

ترجمہ: یقیناً اللہ ان ایمان والوں سے بڑا خوش ہوا جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے اور ان کے دلوں میں جو کچھ تھا وہ بھی اللہ کو معلوم تھا۔ اس لیے اس نے ان پر سکینت اتار دی، اور ان کو انعام میں ایک قریبی فتح عطا فرمادی۔

جواب نمبر 3:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صلح حدیبیہ میں صلح نامہ پر مسلمانوں کی طرف سے بطور گواہ دستخط بھی کیے تھے۔ جو دستخط کرے وہ صلح میں یا نبوت میں شک کیسے کر سکتا ہے؟ چنانچہ اہل تشیع کی ایک کتاب "ناسخ التواریخ" میں ہے:

"چوں کتاب صلح پائے رفت ابو بکر و عمر و عبد الرحمن بن عوف و سعد بن ابی قاص و ابو عبیدہ بن الجراح و محمد بن مسلمہ در آن نامہ گواہی خویش را نگاشتند و از طرف مشرکین حویطب بن عبد العزی و مکرز بن حفص چند تن دیگر خط نہادند" [205]

ترجمہ: جب صلح نامہ کی تحریر مکمل ہو گئی۔ تو ابو بکر، عمر، عبد الرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، ابو عبیدہ بن الجراح اور محمد بن مسلمہ نے اپنی گواہی تحریر کی اور مشرکوں کی طرف سے تو حویطب بن عبد العزی، مکرز بن حفص

[204] سورة الفتح: 18

[205] ناسخ التواریخ: ج 2 ص 222 و قانع سال ششم ہجرت

اور چند دیگر آدمیوں نے اپنے نام تحریر کیے۔

جواب نمبر 4:

اس روایت میں موجود الفاظ "وَاللّٰهُ مَا شَكَّكْتُ مِنْذُ اسَلَمْتُ، إِلَّا يَوْمَئِذٍ" راوی ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کا ادراج ہے۔ چنانچہ حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن خطیب ابی حفص عمر بن کثیر دمشقی شافعی رحمہ اللہ (ت 774ھ) نے اس مقام پر کافی روایات نقل کی ہیں اور آخر میں لکھتے ہیں:

وَقَدْ رَوَاهُ أَيْضًا عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، بِهِ نَحْوُهُ وَخَالَفَهُ فِي أَشْيَاءَ وَقَدْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ، رَحِمَهُ اللَّهُ، فِي صَحِيحِهِ. [206]

ترجمہ: عبد الرزاق نے معمر سے اور معمر نے زہری سے روایت اسی طرح ذکر کی ہے اور اس روایت میں بہت سے امور دوسروں سے مختلف ذکر کیے ہیں اور امام بخاری نے اپنی صحیح میں (ان الفاظ کے بغیر) یہ روایت نقل کی ہے۔

جواب نمبر 5:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے کامل ایمان کی گواہی صحیح روایات سے ثابت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مقامات پر انہیں جنت کی بشارت دی ہے، ان کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہے، تو وہ کیسے ایمان میں شک کر سکتے ہیں؟

جواب نمبر 6:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کے کامل ایمان کی گواہی دی ہے۔ ذیل میں اس پر چند روایات پیش کی جاتی ہیں:

[1]: امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنْفِيَّةِ قَالَ قُلْتُ لِأَيِّ: أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ أَبُو بَكْرٍ: قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ عُمَرُ. [207]

[206] تفسیر ابن کثیر: ج 7 ص 349 تفسیر سورۃ الفتح، رقم الآیہ 26

[207] صحیح البخاری: رقم الحدیث 3671

ترجمہ: محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے اپنے والد (حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ) سے پوچھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سب سے بہتر انسان کون ہے؟ تو میرے والد نے فرمایا: ابو بکر (رضی اللہ عنہ)۔ میں نے پھر پوچھا کہ ان کے بعد کون؟ جواب دیا: عمر (رضی اللہ عنہ)۔

[2]: امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل البغدادی رحمہ اللہ (ت 241ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا؟ أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ قَالَ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ أَبِي بَكْرٍ عُمَرُ. [208]

ترجمہ: ابو جحیفہ (وہب بن عبد اللہ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ فرما رہے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت کے سب سے بہتر انسان حضرت ابو بکر ہیں اور حضرت ابو بکر کے بعد سب سے بہتر انسان حضرت عمر ہیں (رضی اللہ عنہما)۔

[3]: امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: إِنِّي لَوَاقِفٌ فِي قَوْمٍ فَيَدْعُونَ اللَّهَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَقَدْ وَضَعَ عَلَى سَرِيرِهِ إِذَا رَجُلٌ مِنْ خَلْفِي قَدْ وَضَعَ مِرْفَقَهُ عَلَى مَنْكِبِي يَقُولُ: رَحِمَكَ اللَّهُ إِنْ كُنْتُ لَأَرْجُو أَنْ يَجْعَلَكَ اللَّهُ مَعَ صَاحِبَيْكَ لِأَنِّي كَثِيرٌ أَمَّا كُنْتُ أَسْمَعُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: كُنْتُ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَفَعَلْتُ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَأَنْطَلَقْتُ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فَإِنْ كُنْتُ لَأَرْجُو أَنْ يَجْعَلَكَ اللَّهُ مَعَهُمَا فَالْتَفَتُ فَإِذَا هُوَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ. [209]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں ان لوگوں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا جو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لیے دعائیں کر رہے تھے۔ اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کا جنازہ رکھا گیا تھا۔ اتنے میں ایک شخص نے میرے پیچھے سے آکر میرے کندھوں پر کہنیاں رکھ دیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہنے لگے: اللہ آپ پر رحم کرے! مجھے تو یہی امید تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں (رسول اللہ

[208] مسند احمد: رقم الحدیث 833

[209] صحیح البخاری: رقم الحدیث 3677

صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ جمع کرے گا۔ میں اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے ہوئے سنا کرتا تھا کہ میں اور ابو بکر و عمر تھے، میں نے اور ابو بکر و عمر نے یہ کام کیا، میں اور ابو بکر و عمر گئے۔ اس لیے مجھے امید یہی تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ان ہی دونوں بزرگوں کے ساتھ رکھے گا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

اَللّٰهُمَّ تَرَحَّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تَرَحَّمْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ
وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. اَللّٰهُمَّ تَحَنَّنْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی
اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تَحَنَّنْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ
مَّجِيْدٌ. اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا سَلَّمْتَ عَلٰی
اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اعتراض نمبر 3

عمر رضی اللہ عنہ غزوہ احد میں میدان چھوڑ کر چلے گئے

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الرَّجَالِ يَوْمَ أُحُدٍ وَكَانُوا خَمْسِينَ رَجُلًا عَبْدَ اللَّهِ بْنُ جُبَيْرٍ فَقَالَ: "إِنْ رَأَيْتُمُونَا تَخْطِفُنَا الطَّيْرُ فَلَا تَبْرَحُوا مَكَانَكُمْ هَذَا حَتَّى أُرْسَلَ إِلَيْكُمْ وَإِنْ رَأَيْتُمُونَا هَرَمْنَا الْقَوْمَ وَأَوْطَأْنَا هُمْ فَلَا تَبْرَحُوا حَتَّى أُرْسَلَ إِلَيْكُمْ". فَهَزَمُوهُمْ قَالَ: فَأَنَا وَاللَّهِ رَأَيْتُ النِّسَاءَ يَشْتَدِدْنَ قَدْ بَدَتْ خَلَا خُلُهُنَّ وَأَسْوَقُهُنَّ رَافِعَاتٍ ثِيَابَهُنَّ فَقَالَ أَصْحَابُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جُبَيْرٍ: الْغَنِيمَةُ أَيْ قَوْمِ الْغَنِيمَةِ ظَهَرَ أَصْحَابُكُمْ فَمَا تَنْتَظِرُونَ؟ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جُبَيْرٍ: أُنْسَيْتُمْ مَا قَالَ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالُوا: وَاللَّهِ لَنَأْتِيَنَّ النَّاسَ فَلَنُصِيبَنَّ مِنَ الْغَنِيمَةِ. فَلَمَّا أَتَوْهُمْ صُرِفَتْ وُجُوهُهُمْ فَأَقْبَلُوا مُنْهَزِمِينَ فَذَلِكَ إِذْ يَدْعُوهُمْ الرَّسُولُ فِي آخِرَاهُمْ فَلَمْ يَبْقَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ اثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا فَأَصَابُوا مِنَّا سَبْعِينَ الْحَدِيثِ. [210]

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احد والے دن حضرت عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو تیز اندازوں کا امیر مقرر کیا جن کی تعداد پچاس تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم لوگ اگر یہ منظر بھی دیکھو کہ ہمیں پرندے نوج رہے ہیں تب بھی اپنی جگہ سے نہ ہٹنا یہاں تک کہ میں تمہاری طرف کوئی پیغام نہ بھیج دوں، اور اگر تم یہ منظر بھی دیکھ لو کہ ہم نے مخالف فوج کو واضح شکست دے دی ہے اور ان کی لاشوں کو روند ڈالا ہے تب بھی اس وقت تک اپنی جگہ سے نہ ہٹنا جب تک میں تمہاری طرف کوئی پیغام نہ بھیج دوں۔ چنانچہ مسلمانوں نے کفار کو شکست دے دی۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے

ہیں کہ اللہ کی قسم! میں نے (مشرکین کی) عورتوں کو دیکھا کہ وہ اپنے کپڑے اٹھائے ہوئے تیزی سے (میدان چھوڑ کر) بھاگ رہی تھیں اور ان کے پازیب اور پنڈلیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے کہا کہ غنیمت جمع کرو، اے قوم! غنیمت جمع کرو۔ تمہارے ساتھی غالب آچکے ہیں تو اب کس کس بات کا انتظار ہے؟ اس پر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں جو ہدایت فرمائی تھی کیا تم اسے بھول گئے ہو؟ لیکن ان ساتھیوں نے کہا: قسم بخدا! ہم ضرور جائیں گے اور مال غنیمت جمع کریں گے۔ چنانچہ جب یہ لوگ (اپنی جگہ چھوڑ کر) ان کے پاس آئے تو ان کے چہرے پھیر دیے گئے اور وہ شکست سے دوچار ہو کر (میدان سے) لوٹتے ہوئے نظر آئے۔ یہی وہ موقع ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پیچھے سے پکار رہے تھے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باقی رہ گئے۔

امام فخر الدین ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن الحسین الرازی الشافعی رحمہ اللہ (ت 606ھ) لکھتے ہیں:

وَمِنَ الْمُتَنَهِّزِينَ عُمَرُ، إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ فِي أَوَائِلِ الْمُتَنَهِّزِينَ وَلَمْ يَبْعُدْ، بَلْ ثَبَتَ عَلَى الْجَبَلِ إِلَى أَنْ صَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [211]

ترجمہ: میدان چھوڑنے والوں میں حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) بھی تھے، البتہ وہ شروع میں جانے والوں میں سے نہیں تھے اور نہ ہی وہ زیادہ دور گئے تھے بلکہ پہاڑ پر چلے گئے یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی پہاڑ پر آ گئے تھے۔

فائدہ:

اُحد پہاڑ کی ایک طرف درّہ ہے جو جبلِ رماۃ کے نام سے معروف ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ پچاس تیر اندازوں کو مقرر فرمایا اور تاکید کی کہ جب تک میرا حکم نہ ہو آپ لوگوں نے یہاں سے ہٹنا نہیں، چاہے فتح ہو یا شکست۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

[211] التفسیر الکبیر: ج 9 ص 42 تحت قولہ ﴿إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ﴾ آل عمران: 155

انتہائی جانثاری اور جوانمردی کے ساتھ کفار سے لڑتے رہے اور مشرکین بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔ کچھ مسلمان ان کو بھگا رہے تھے اور کچھ مال غنیمت اکٹھا کر رہے تھے۔ ذرّہ پر مقرر تیر انداز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے اکثر نیچے اتر کر اپنے دوسرے بھائیوں کے ساتھ مل کر غنیمت اکٹھی کرنے لگے۔

دوسری طرف خالد بن ولید نے جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، درہ خالی دیکھا تو اچانک حملہ کر دیا جس کی وجہ سے مسلمانوں کو سخت نقصان اٹھانا پڑا۔ چنانچہ اس حملہ کے بعد بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو میدان چھوڑنا پڑا۔

اعتراض:

غزوہ احد میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو میدان چھوڑنا پڑا۔ ان جانے والے حضرات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے حالانکہ وہ موقع میدان چھوڑ کر جانے کا نہیں بلکہ میدان میں ٹھہر کر دشمن سے مقابلہ کرنے کا تھا۔

جواب:

اہل السنۃ والجماعۃ کا موقف یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم محفوظ ہیں۔ محفوظ ہونے کا معنی یہ ہے کہ اگر ان میں سے کسی سے بشری تقاضوں کے مطابق کبھی کوئی خطا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ان کے ذمے میں وہ باقی نہیں رہنے دیتے یعنی دنیا میں اس خطا کی معافی عطا فرما دیتے ہیں اور اس خطا کی وجہ سے ملنے والے اخروی عذاب سے ان کو محفوظ فرما لیتے ہیں۔

غزوہ احد میں مشرکین کی طرف سے جو اچانک حملہ ہوا تھا اس کے نتیجے میں مسلمان ایک اضطرابی کیفیت میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اسی اضطراب و پریشانی نے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مجبور کیا اور ان سے میدان سے لوٹنے کی خطا سرزد ہو گئی لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس خطا کو معاف فرما دیا ہے۔

اب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالخصوص حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرنا غلط ہے۔

1: فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ﴾ [212]

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کی بھی معافی دے دی۔ بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات بخشنے والی اور بردبار ہے۔

2: علامہ سید ابوالثناء محمود آلوسی آفندی بغدادی الحنفی رحمہ اللہ (ت 1270ھ) لکھتے ہیں:

لَا تَغْيِيرَ بَعْدَ عَفْوِ اللَّهِ تَعَالَى عَنِ الْجَبِيعِ وَنَحْنُ لَا نَدَّعِي الْعِصْمَةَ فِي الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ وَلَا نَشْتَرِ طَهَارًا فِي الْخِلَافَةِ. [213]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو معاف فرمادینے کے بعد تو اعتراض کی کوئی وجہ بنتی ہی نہیں۔ نیز ہم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے معصوم ہونے کے قائل نہیں ہیں اور نہ ہی عصمت کو خلافت کے لیے شرط قرار دیتے ہیں۔ (اس لیے جب خطا معاف ہو گئی تو اعتراض ہی ختم ہو گیا۔)

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ وَأَزْوَاجِهِ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ وَذُرِّيَّتِهِ
وَأَهْلِ بَيْتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ

[212] سورة آل عمران: 155

[213] روح المعاني: ج 3 ص 99 تحت قوله ﴿إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ﴾ آل عمران: 155

اعتراض نمبر 4

عمر رضی اللہ عنہ اقرار کرتے تھے کہ میں منافق ہوں

امام ابو یوسف یعقوب بن سفیان الفسوی رحمہ اللہ (ت 347ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

ثُمَّ مَا رَوَى عَنْ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ لِحَذِيفَةَ: أَنَا مِنَ الْمُنَافِقِينَ. [214]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے کہا: میں منافقین میں سے ہوں۔

اعتراض:

اس روایت کی بنیاد پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود منافق ہونے کا اقرار کیا اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو یہ کہا کہ میں منافقین میں سے ہوں۔

جواب نمبر 1:

یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ صاحب کتاب امام ابو یوسف یعقوب بن سفیان الفسوی رحمہ اللہ (ت 277ھ) یہ روایت نقل کرنے کے متصل بعد اس کا رد بھی کر رہے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں:

عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ: مَاتَ رَجُلٌ مِنَ الْمُنَافِقِينَ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ حَذِيفَةُ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: مِنَ الْقَوْمِ هُوَ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: بِاللَّهِ أَنَا مِنْهُمْ قَالَ: لَا وَلَنْ أُخْبِرَ أَحَدًا بِعَدَاكَ.

وَهَذَا الْمِحَالُ وَأَخَافُ أَنْ يَكُونَ كَذِبٌ، وَكَيْفَ يَكُونُ هَذَا وَهُوَ مِمَّنْ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَهُوَ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ، وَهُوَ مِمَّنْ يَقُولُ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرُ" وَ"قَدْ كَانَ يَكُونُ فِي الْأُمَمِ مُحَدِّثُونَ وَإِنْ يَكُنْ فِي أُمَّتِي فَهُوَ عُمَرُ"، مَعَ مَا لَا يُحْصَى مِنْ هَذَا الضَّرْبِ، فَكَيْفَ

يَجُوزُ أَنْ يَقُولَ لِحَدِيفَةَ: "وَأَنَا مِنَ الْمُنَافِقِينَ" وَلَكِنَّ حَدِيثَ زَيْدٍ فِيهِ خَلَلٌ كَثِيرٌ.^[215]

ترجمہ: زید بن وہب سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ منافقین میں سے ایک آدمی فوت ہوا تو حضرت حدیفہ رضی اللہ عنہ نے اس کا جنازہ نہ پڑھا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: کیا یہ منافقین میں سے تھا؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم میں بھی (منافقین میں سے)۔ حضرت حدیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں اور آپ کے بعد میں کسی کو (نفاق کے بارے میں) نہیں بتاؤں گا۔ (صاحب کتاب کہتے ہیں) یہ بات محال ہے اور مجھے تو یہ بھی خوف ہے کہ یہ بات جھوٹ ہوگی اور کیسے جھوٹ نہیں ہو سکتی، اس لیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں اور آپ کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ "اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا" اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا تھا کہ "بے شک تم سے پہلی امتوں میں مُحَدَّث ہوا کرتے تھے، اگر میری امت میں بھی کوئی مُحَدَّث ہے تو عمر ہے" (مُحَدَّث کا معنی ہوتا ہے صاحب الہام۔ یعنی جس کے دل میں حق بات منجانب اللہ ڈالی جاتی ہو) اور اس کے ساتھ ساتھ اس قسم کے ان کے بہت سے فضائل ہیں جن کو شمار نہیں کیا جاسکتا۔ تو کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت حدیفہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہیں کہ میں منافقین میں سے ہوں۔ (اس روایت کا راوی زید بن وہب ہے) وَلَكِنَّ حَدِيثَ زَيْدٍ فِيهِ خَلَلٌ كَثِيرٌ (لیکن زید بن وہب کی روایات میں بہت زیادہ خلل ہے)۔

جواب نمبر 2:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے کامل ایمان کی گواہی خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ تو آپ کیسے منافق ہو سکتے ہیں؟ اس (ایمان کے کامل ہونے) پر صحیح روایات موجود ہیں۔ ذیل میں چند روایات ملاحظہ ہوں:

[1]: امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ جَعَلَ الْحَقَّ

عَلَى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهِ. [216]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حق بات کا الہام عمر کے دل پر اور اس کا اظہار عمر کی زبان پر فرمایا۔

[2]: امام ابو عبد اللہ الحاکم محمد بن عبد اللہ بن محمد النیسابوری رحمہ اللہ (ت 405ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: اللَّهُمَّ أَعِزِّ الْإِسْلَامَ بِعُمَرَ. [217]

ترجمہ: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی: اے اللہ! عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کے ذریعے اسلام کو عزت عطا فرما۔

[3]: امام محمد بن حبان بن احمد بن حبان بن معاذ التیمی البُستی رحمہ اللہ (ت 354ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا أَسْلَمَ عُمَرُ أَتَى جَبْرِيلَ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! لَقَدْ اسْتَبَشَرَ أَهْلُ السَّمَاءِ بِإِسْلَامِ عُمَرَ. [218]

ترجمہ: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب عمر (رضی اللہ عنہ) ایمان لائے تو حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! عمر کے اسلام لانے پر اہل آسمان (فرشتوں) نے بھی خوشی منائی ہے۔

[4]: امام ابو القاسم سلیمان بن احمد بن یوب بن مطیر اللخمی الشامی الطبرانی رحمہ اللہ (ت 360ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: إِنَّ إِسْلَامَ عُمَرَ كَانَ فَتْحًا وَإِنَّ هِجْرَتَهُ كَانَتْ نَصْرًا وَإِنَّ إِمَارَتَهُ كَانَتْ رَحْمَةً وَاللَّهُ مَا اسْتَطَعْنَا أَنْ نُصَلِّيَ عِنْدَ الْكُعْبَةِ ظَاهِرِينَ حَتَّى أَسْلَمَ عُمَرُ. [219]

[216] جامع الترمذی: رقم الحدیث 3682

[217] المستدرک علی الصحیحین للحاکم: رقم الحدیث 4484

[218] صحیح ابن حبان: رقم الحدیث 6883

[219] المعجم الکبیر للطبرانی: رقم الحدیث 8806

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام ہمارے لئے ایک فتح تھی اور ان کی امارت ایک رحمت تھی، خدا کی قسم ہم بیت اللہ میں نماز پڑھنے کی ہمت نہیں رکھتے تھے یہاں تک کہ عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔ پھر ہم نے بیت اللہ میں نماز پڑھی۔

[5]: امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا وَلَهُ وَزِيرَانِ مِنَ أَهْلِ السَّمَاءِ وَوَزِيرَانِ مِنَ أَهْلِ الْأَرْضِ فَأَمَّا وَزِيرَايَ مِنَ أَهْلِ السَّمَاءِ فَجِبْرِيلُ وَمِيكَائِيلُ وَأَمَّا وَزِيرَايَ مِنَ أَهْلِ الْأَرْضِ فَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ. [220]

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے لئے دو وزیر آسمان والوں میں سے اور دو وزیر زمین والوں میں سے ہوتے ہیں۔ آسمان والوں میں سے میرے دو وزیر جبریل و میکائیل جبکہ زمین والوں میں سے میرے دو وزیر ابو بکر و عمر ہیں۔

جواب نمبر 3:

بالفرض روایت کا صحیح ہونا تسلیم بھی کر لیا جائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان خوفِ خدا اور کمالِ خشیت کی بنیاد پر تھا۔ جیسا کہ صحابی رسول حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خشیت کے طور پر اپنے لیے نفاق کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔

چنانچہ امام مسلم بن حجاج القشیری رحمہ اللہ (ت 261ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي عُمَرَ النَّهْدِيِّ ، عَنْ حَنْظَلَةَ ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَوَعظَنَا فَذَكَرَ النَّارَ ، قَالَ: ثُمَّ جِئْتُ إِلَى الْبَيْتِ فَصَاحَكْتُ الصَّبِيَّانَ وَلَا عَبْتُ الْمَرْأَةَ ، قَالَ: فَخَرَجْتُ ، فَلَقِيتُ أَبَا بَكْرٍ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ ، فَقَالَ: وَأَنَا قَدْ فَعَلْتُ مِثْلَ مَا تَذَكَّرُ ، فَلَقِينَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! نَأْفِقُ حَنْظَلَةَ ، فَقَالَ: مَهْ فَحَدَّثْتُهُ بِالْحَدِيثِ ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: وَأَنَا

قَدْ فَعَلْتُ مِثْلَ مَا فَعَلَ، فَقَالَ يَا حَنْظَلَةُ! سَاعَةً وَسَاعَةً وَلَوْ كَانَتْ تَكُونُ قُلُوبُكُمْ كَمَا تَكُونُ عِنْدَ الذِّكْرِ لَصَافَحْتُمْ الْمَلَائِكَةَ حَتَّى تُسَلِّمَ عَلَيْكُمْ فِي الطَّرِيقِ. [221]

ترجمہ: حضرت ابو عثمان نہدی رحمہ اللہ سے روایت ہے، وہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں: ایک مرتبہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعظ فرمایا جس سے دل نرم ہو گئے اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے اٹھ کر میں گھر آیا اور بچوں کے ساتھ ہنسنا بولنا، بیوی کے ساتھ مذاق شروع ہو گیا (اور وہ کیفیت جاتی رہی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں تھی) کہتے ہیں: میں گھر سے نکلا تو میری ملاقات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ میں نے ان سے اپنی یہ کیفیت عرض کی تو انہوں نے کہا: میری بھی یہی حالت ہوتی ہے جو آپ ذکر کر رہے ہیں۔ پھر ہم دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے۔ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! حنظلہ منافق ہو گیا ہے۔ وہ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے: ٹھہر جائیے! (یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ ہر گز نہیں)۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: جس طرح انہوں نے کہا ہے، میری بھی یہی کیفیت ہے (بیوی بچوں کے ساتھ مشغول ہونے میں) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حنظلہ (یہ) گھڑی گھڑی کا معاملہ ہے (ایک گھڑی کیفیت کچھ ہوتی ہے اور دوسری گھڑی کیفیت کچھ ہوتی ہے)۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اگر تمہارا ہر وقت وہی حال رہے جیسا میرے سامنے ہوتا ہے، تو فرشتے تم سے بستروں پر اور راستوں میں مصافحہ کرنے لگیں۔

اعتراض نمبر 5

عمر رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حمل گرایا

علامہ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمہ اللہ (ت 748ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

إِنَّ عُمَرَ رَفَسَ فَاطِمَةَ حَتَّى أَسْقَطَتْ مُحْسِنًا. [222]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مکامارا جس کی وجہ سے (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا) حمل ساقط ہو گیا اور بچہ محسن (پیٹ میں) فوت ہو گیا۔

اعتراض:

اس روایت کی بنیاد پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبوت کی لخت جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حمل گرایا ہے۔

جواب:

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی پوری عبارت کو پڑھ لیا جائے تو اعتراض سرے سے ختم ہو جاتا ہے اس لیے کہ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اس راوی پر جرح کر رہے اور جرح کی وجوہ میں سے ایک وجہ اس کا یہ من گھڑت واقعہ بیان کرنا نقل کر رہے ہیں۔

علامہ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمہ اللہ (ت 748ھ) لکھتے ہیں:

قَالَ الْحَاكِمُ: هُوَ رَافِضِيٌّ، غَيْرُ ثِقَةٍ.

وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ حَمَّادٍ الْحَافِظُ: كَانَ مُسْتَقِيمَ الْأَمْرِ عَامَّةَ دَهْرِهِ، ثُمَّ فِي آخِرِ أَيَّامِهِ كَانَ أَكْثَرَ مَا يُفَرُّ عَلَيْهِ الْمَثَالِبُ، حَضَرَتْهُ وَرَجُلٌ يُقْرَأُ عَلَيْهِ أَنْ عُمَرَ رَفَسَ فَاطِمَةَ حَتَّى أَسْقَطَتْ مُحْسِنًا. وَفِي خَبَرٍ آخَرَ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿وَجَاءَ فِرْعَوْنُ﴾: عُمَرُ، ﴿وَمَنْ قَبْلَهُ﴾: أَبُو بَكْرٍ، ﴿وِ

الْمُؤْتَفِكْتُ ﴿عَائِشَةُ، وَحَفْصَةُ﴾.

فَوَافَقْتُهُ وَتَرَكْتُ حَدِيثَهُ.

قُلْتُ: شَيْخُ صَالٍ مُعْتَرٍ. [223]

ترجمہ: (احمد بن محمد بن السری کے متعلق) امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ رافضی ہے اور غیر ثقہ ہے۔

امام محمد بن حماد الحافظ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ راوی شروع میں ٹھیک تھا پھر آخری عمر میں اس کے پاس زیادہ تر عیوب، جھوٹ، بہتان اور تہمت والی باتیں پڑھی جاتی تھیں (انہیں بہتان اور جھوٹی باتوں میں سے ایک یہ بھی ہے) ایک دن میں اس کے پاس آیا اور (میں نے دیکھا کہ) اس کے پاس ایک شخص (یہ من گھڑت روایت) پڑھ رہا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مکا مارا یہاں تک کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پیٹ میں بچہ محسن فوت ہو گیا۔

اور (اس کی گمراہ باتوں میں سے ایک یہ بھی ہے) کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿وَجَاءَ فِرْعَوْنُ﴾ میں "فرعون" کا مصداق حضرت عمر رضی اللہ عنہ، ﴿مَنْ قَبْلَهُ﴾ میں "مَنْ" کا مصداق حضرت ابو بکر اور ﴿وَالْمُؤْتَفِكْتُ﴾ میں "الْمُؤْتَفِكْتُ" کا مصداق حضرت عائشہ اور حفصہ کو ٹھہرایا۔ [العیاذ باللہ]

(محمد بن حماد الحافظ کہتے ہیں) اس کے بعد میں نے ان (امام حاکم رحمہ اللہ) کی رائے سے اتفاق کیا اور اس (احمد بن محمد بن السری) کی حدیثیں لینا چھوڑ دیں۔

میں (علامہ ذہبی رحمہ اللہ) کہتا ہوں یہ بوڑھا گمراہ اور پھسلا ہوا آدمی تھا۔

اعتراض نمبر 6

عمر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: يَوْمَ الْخَيْبِ وَمَا يَوْمُ الْخَيْبِ! اشْتَدَّ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ فَقَالَ: "اَتْتُونِي أَكْتُبُ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ أَبَدًا"، فَتَنَازَعُوا وَلَا يَنْبَغِي عِنْدَ نَبِيِّ تَنَازُعٍ، فَقَالُوا: مَا شَأْنُهُ أَهْجَرَ اسْتَفْهَمُوهُ، فَذَهَبُوا يَرُدُّونَ عَلَيْهِ فَقَالَ: "دَعُونِي فَإِلَّا يَأْتِيَنِي خَيْرٌ مِمَّا تَدْعُونَنِي إِلَيْهِ". وَأَوْصَاهُمْ بِثَلَاثٍ قَالَ: "أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ وَأَجِيزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُمْ أُجِيزُهُمْ" وَسَكَتَ عَنِ الثَّلَاثَةِ أَوْ قَالَ: فَانْسَيْتُهَا. [224]

ترجمہ: حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جمعرات کے دن کا ذکر کیا اور فرمایا کہ تمہیں معلوم بھی ہے کہ جمعرات کا دن کیا ہے؟ اس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری شدت اختیار کر گئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے لکھنے کی چیزیں لا کر دو تا کہ میں تمہیں ایسی تحریر لکھ دوں کہ میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو سکو۔ کچھ لوگ جھگڑنے لگے حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جھگڑنا مناسب نہ تھا۔ بعض حضرات کہنے لگے کیا حضور ہمیں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دوبارہ پوچھ لو۔ انہوں نے دوبارہ جا کر دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس بات کو رہنے دو، میں جس حالت میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی جانب تم بلا رہے ہو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تین باتوں کی وصیت فرمائی۔ ایک یہ کہ مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دینا۔ دوسری یہ کہ سفیروں کے ساتھ اسی طرح حسن سلوک کرنا جیسے میں کرتا تھا اور تیسری وصیت سے وہ خاموش ہو گئے یا (راوی کہتے ہیں) کہ میں بھول گیا ہوں۔

اعتراض:

منکرین صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف سے اس حدیث کی بنیاد پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آخری ایام میں خلافت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ لکھوانا چاہتے تھے مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ تحریر لکھنے نہیں دی۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہیں مانی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی ہے اور اس تحریر نہ لکھوانے سے مسلمانوں کا بہت بڑا نقصان بھی ہوا ہے۔

جواب:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالخصوص حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر یہ اعتراض کئی وجوہات کے بنا پر درست نہیں۔ کیونکہ

- 1: اگر اسے صحیح سمجھا جائے تو لازم آئے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے ناکام تشریف لے گئے (معاذ اللہ) کیونکہ ایسی جماعت تیار نہ کر سکے جو ایک تحریر لکھنے پر آپ سے اتفاق کرتی۔
- 2: یہ حکم عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تھا ہی نہیں بلکہ یہ حکم تو اہل بیت رضی اللہ عنہم کو تھا۔
- 3: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا منع کرنا مصلحت کی بنا پر تھا تا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہ ہو اور ایسی مصلحت کا لحاظ رکھنا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی ثابت ہے۔ ایسی صورت میں صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیوں؟

- 4: اس واقعہ کے چار دن بعد تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ رہے۔ اگر کوئی ضروری بات ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور لکھوا دیتے۔ نہ لکھوانا اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی خاص اہم بات نہ تھی۔ تو اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیوں کہ انہوں نے اہم بات سے منع کر کے امت کو نقصان دیا۔

- 5: تحریر لکھنے کے مشورہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود راضی ہو گئے۔ تو اس کے بعد اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیوں؟

- 6: آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو خلافت علی رضی اللہ عنہ لکھوانا ہی نہیں چاہتے تھے بلکہ دوسری حدیث کی تشریح

کے مطابق خلافت صدیق رضی اللہ عنہ لکھوانا چاہتے تھے۔ اب تو اعتراض کی بنیاد ہی نہ رہی کہ مخالفت کا الزام لگایا جائے۔

7: بقول مخالفین آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت علی رضی اللہ عنہ کا اعلان غدیر خم پر کر لیا تھا۔ تو بوقت وفات پھر اسی خلافت کو لکھوانا تو تحصیل حاصل ٹھہرے گا۔ اس لیے یہ بنیاد ہی درست نہیں کہ خلافت علی رضی اللہ عنہ لکھوانا چاہتے تھے۔

8: یہ اعتراض اس لیے بھی درست نہیں کہ اگر اسے تسلیم کر لیا جائے تو نص قرآنی کی خلاف ورزی لازم آتی ہے کیونکہ قرآن کی رو سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر لازم ہے کہ حکم خداوندی امت تک پہنچائیں اور اصول ہے کہ اگر کوئی روایت بہ ظاہر نص قرآن کے خلاف نظر آرہی ہو تو اس روایت کی تاویل کرنا واجب ہے، نہ یہ کہ اس کی بنیاد پر اعتراض کر کے نص قرآنی کی مخالفت کی جائے۔

اس اجمال کی تفصیل درج ذیل ہے:

[1]: اگر اس بات کو صحیح تسلیم کر لیا جائے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خلافت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ لکھوانا چاہتے تھے مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتے ہوئے وہ تحریر نہیں لکھنے دی تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے ناکام تشریف لے گئے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تئیس برس کی محنت سے جو جماعت تیار فرمائی تھی وہ آپ کی بات ماننے کے لئے تیار نہیں۔ تو اس اعتراض میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آڑ بنا کر درحقیقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کی جا رہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناکام ہو گئے (معاذ اللہ) جبکہ ہمارا ایمان ہے کہ دنیا کے کامیاب ترین انسان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

[2]: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کاغذ قلم لانے کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ حکم اہل بیت کو دیا تھا۔

چنانچہ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا حَضَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْبَيْتِ رِجَالٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "هَلُمُّوا أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوْا بَعْدَهُ". فَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ غَلَبَهُ الْوَجَعُ وَعِنْدَكُمْ الْقُرْآنُ، حَسْبُنَا كِتَابُ اللَّهِ فَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْبَيْتِ وَاخْتَصَمُوا فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ: قَرَّبُوا يَكْتُبُ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوا بَعْدَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ غَيْرَ ذَلِكَ فَلَمَّا أَثَرُوا اللَّغْوَ وَالْإِخْتِلَافَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "قُومُوا". قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ فَكَانَ يَقُولُ ابْنُ عَبَّاسٍ: إِنَّ الرِّزْيَةَ كُلَّ الرِّزْيَةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ أَنْ يَكْتُبَ لَهُمْ ذَلِكَ الْكِتَابَ لَا اخْتِلَافَ فِيهِمْ وَلَعَطِطَهُمْ. [225]

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ کے گھر میں کافی لوگ جمع تھے۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری نزدیک آ جاؤ۔ میں تمہیں ایک تحریر لکھ دیتا ہوں تاکہ میرے بعد تم گمراہی سے بچے رہو۔ بعض حضرات کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شدتِ مرض کے باعث ایسا فرما رہے ہیں جبکہ قرآن کریم تمہارے پاس موجود ہے، تو ہمارے لئے اللہ کی کتاب کافی ہے۔ پس اہل بیت نے اس خیال سے اختلاف کیا اور جھگڑنے لگے۔ بعض حضرات کہنے لگے کہ نزدیک جا کر تحریر لکھو الی جائے تاکہ ہم بعد میں گمراہی سے بچے رہیں، اور بعض حضرات نے کچھ اور رائے پیش کی۔ جب یہ اختلاف بڑھ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہاں سے اُٹھ جاؤ۔ راوی عبید اللہ کا بیان ہے کہ حضرت ابن عباس فرمایا کرتے تھے کہ یہ کتنی بڑی مصیبت آپڑی تھی کہ بعض حضرات اختلاف اور بے فائدہ گفتگو کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جس تحریر کو لکھنے کے لئے آپ فرماتے تھے، اس کے درمیان حائل ہو گئے۔

اس حدیث کے الفاظ ”فَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْبَيْتِ وَاخْتَصَمُوا“ اس بات کی دلیل ہیں کہ یہ حکم ہی اہل بیت کو تھا تبھی تو وہ حضرات اختلاف کر رہے تھے۔ تو جب حکم ہی اہل بیت کو تھا اور انہوں نے کاغذ قلم نہیں دیا اور نہ دینے کی وجہ بھی بتادی تو اب دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالخصوص حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیوں؟

[3]: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے محض اس مصلحت کے پیش نظر؛ یہ فرمایا تھا کہ لکھنے کی مشقت کی وجہ

سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت مزید خراب ہونے کا اندیشہ ہے اور ایسی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مزید تکلیف دینا مناسب نہیں ہے۔ تو اگر اس مصلحت کا خیال رکھنا قابل اعتراض بات ہے (معاذ اللہ) تو اس مصلحت کا خیال تو خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے رکھنا بھی ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات والے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کاغذ قلم لانے کا حکم فرمایا تھا لیکن وہ اس عذر کی وجہ سے کاغذ قلم نہ لائے کہ کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال نہ ہو جائے۔ اس لیے انہوں نے زبانی یاد کرنے پر اکتفاء کیا۔

چنانچہ امام ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل البغدادی رحمہ اللہ (ت 241ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَمَرَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَتَيْتُهُ بِطَبَقٍ يَكْتُبُ فِيهِ مَا لَا تَضِلُّ أُمَّتُهُ مِنْ بَعْدِي. قَالَ: فَخَشِيتُ أَنْ تَفُوتَنِي نَفْسُهُ قَالَ: قُلْتُ: إِنِّي أَحْفَظُ وَأَعِي. قَالَ: "أَوْصِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ". [226]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک کاغذ لانے کا حکم دیا تاکہ آپ اس میں ایسی ہدایات لکھ دیں جن کی موجودگی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت گمراہ نہ ہو سکے۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں کاغذ لینے کے لئے جاؤں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پرواز کر جائے۔ اس لئے میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ مجھے زبانی بتا دیجئے، میں اسے یاد رکھوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نماز اور زکوٰۃ کی وصیت کرتا ہوں۔ نیز غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کی بھی تاکید کرتا ہوں۔

اگر اس واقعہ کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اشکال کیا جاتا ہے تو اس واقعہ کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر بھی اشکال ہو سکتا ہے، لیکن چونکہ دونوں واقعات مصلحت پر مبنی ہیں اس لیے دونوں حضرات اس اعتراض سے بری ہیں۔

[4]: اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوئی ضروری تحریر یا خلافت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ لکھوانا چاہتے تھے تو یہ واقعہ جمعرات کے دن پیش آیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پیر والے دن ہے۔ اس واقعہ کے بعد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم چار دن تک دنیا میں حیات رہے ہیں اور اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو افاقہ بھی نصیب ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز بھی پڑھائی اور نماز کے بعد خطبہ بھی دیا۔ تو اگر یہ وصیت نامہ لکھوانا ضروری اور لازمی ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم چار دنوں میں کسی وقت ضروریہ لکھوا لیتے۔

[5]: اس روایت کو دیکھا جائے تو اس میں یہ مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ارشاد فرما رہے ہیں:

دَعُونِي فَأَلْذِي أَنَا فِيهِ خَيْرٌ مِمَّا تَدْعُونِي إِلَيْهِ. [227]

اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کاغذ قلم مانگا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شدتِ مرض کی وجہ سے ازراہِ محبت نہ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی ہو گئی۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دوبارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں بات کرتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "دَعُونِي فَأَلْذِي أَنَا فِيهِ خَيْرٌ" یعنی تمہارا جواب سننے کے بعد ترکِ کتابت کا جو میں نے ارادہ کر لیا ہے وہ بہتر ہے۔

[6]: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا لکھوانا چاہتے تھے؟ اس بارے میں دوسری حدیث مبارک میں صراحتاً موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خلافتِ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ لکھوانا چاہتے تھے۔

چنانچہ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَقَدْ هَمَمْتُ أَوْ أَرَدْتُ أَنْ أُرْسَلَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ وَأَبْنِهِ فَأَعْهَدَ أَنْ يَقُولَ الْقَائِلُونَ أَوْ يَتِمَّتْهُ الْمُتَمَنُّونَ ثُمَّ قُلْتُ: يَا أَبَى اللَّهِ وَيَذْفَعُ الْمُؤْمِنُونَ أَوْ يَذْفَعُ اللَّهُ وَيَأْبَى الْمُؤْمِنُونَ." [228]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے فیصلہ کیا میں نے ارادہ کیا کہ ابو بکر اور ان کے صاحبزادے کو بلاؤں اور ان سے عہدِ خلافت لوں ورنہ کہنے والے جو چاہیں گے کہیں گے اور خواہش کرنے والے خواہش کریں گے۔ پھر میں نے کہا (کہ اس کی ضرورت نہیں کیونکہ) اللہ تعالیٰ اس کے

[227] صحیح البخاری: رقم الحدیث 4431

[228] صحیح البخاری: رقم الحدیث 5666

خلاف نہیں چاہتا اور مسلمان اس کی مخالفت کو ہٹا دیں گے یا اللہ مخالف کو ہٹا دے گا اور مسلمان کسی دوسرے کو قبول نہیں کریں گے۔

[7]: اس واقعہ کی وجہ سے روافض کو تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر اعتراض کا حق ہی نہیں ہے اس لئے کہ ان کے نظریہ کے مطابق تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غدیر خم کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا واضح اعلان و فیصلہ فرما چکے تھے۔ تو یہاں دوبارہ خلافت علی المرتضیٰ لکھوانے کا کیا مطلب ہے؟

علامہ تقی الدین احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام بن تیمیہ الحرانی الحنبلی رحمہ اللہ (ت 728ھ) فرماتے ہیں:

وَمَنْ تَوَهَّمَنَّ أَنَّ هَذَا الْكِتَابَ كَانَ بِخِلَافَةٍ عَلَيَّ فَهُوَ ضَالٌّ بِاتِّفَاقٍ (عَامَّةِ النَّاسِ) عُلَمَاءِ السُّنَّةِ وَالشَّيْعَةِ، أَمَّا أَهْلُ السُّنَّةِ فَمَتَّفِقُونَ عَلَى تَفْضِيلِ أَبِي بَكْرٍ وَتَقْدِيرِهِ. وَأَمَّا الشَّيْعَةُ فَقَائِلُونَ بِأَنَّ عَلِيًّا كَانَ هُوَ الْمُسْتَحَقُّ لِلْإِمَامَةِ، فَيَقُولُونَ: إِنَّهُ قَدْ نَصَّ عَلَى إِمَامَتِهِ قَبْلَ ذَلِكَ نَصًّا جَلِيًّا ظَاهِرًا مَعْرُوفًا، وَحِينَئِذٍ فَلَمْ يَكُنْ يَحْتَاجُ إِلَى كِتَابٍ. [229]

ترجمہ: اگر کوئی سمجھتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خلافت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ لکھوانا چاہتے تھے، تو ایسا شخص علماء اہل السنۃ والجماعۃ اور علماء اہل تشیع کے ہاں گمراہ ہے۔ ایسا شخص اہل السنۃ والجماعۃ کے ہاں تو اس لئے گمراہ ہے کہ اہل السنۃ والجماعۃ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت اور خلافت بلا فصل پر متفق ہیں اور اہل تشیع کے ہاں اس لئے گمراہ ہے کہ اہل تشیع کا نظریہ ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی خلافت و امامت کے مستحق تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ قرطاس سے پہلے صراحتاً خلافت علی کا اعلان فرمادیا تھا جس صراحت و نص کے ہوتے ہوئے کسی تحریر کی ضرورت ہی نہ تھی۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ بطور الزام مزید فرماتے ہیں:

وَلَا فِي شَيْءٍ مِنَ الْحَدِيثِ الْمَعْرُوفِ عِنْدَ أَهْلِ النَّقْلِ أَنَّهُ جَعَلَ عَلِيًّا خَلِيفَةً كَمَا فِي الْأَحَادِيثِ الصَّحِيحَةِ مَا يَدُلُّ عَلَى خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ ثُمَّ يَدْعُونَ مَعَ هَذَا أَنَّهُ كَانَ قَدْ نَصَّ عَلَى خِلَافَةِ عَلِيٍّ نَصًّا جَلِيًّا

قَاطِعًا لِّلْعَذْرِ، فَإِنْ كَانَ قَدْ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ أَغْنَى عَنِ الْكِتَابِ، وَإِنْ كَانَ الَّذِينَ سَبَعُوا ذَلِكَ لَا يُطِيعُونَهُ فَهُمْ أَيْضًا لَا يُطِيعُونَ الْكِتَابَ. [230]

ترجمہ: کسی مشہور حدیث مبارک میں یہ بات موجود نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر فرما دیا تھا، جب کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر صحیح احادیث مبارکہ موجود ہیں۔ پھر شیعہ حضرات کا تو دعویٰ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم؛ علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل پر نص قطعی قائم کر چکے تھے، اگر ایسا ہی تھا تو لکھنے کی ضرورت کیا تھی؟ جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر نہیں مان رہے تو وہ لکھا ہوا بھی نہ مانتے۔

[8]: ادلہ شرعیہ میں پہلا نمبر قرآن کریم کا ہے۔ اگر کوئی حدیث مبارک ایسی ہو جس کا مضمون بظاہر قرآن کریم کے خلاف ہو تو اس میں تطبیق کی کوشش کرنی چاہیے یعنی ایسا معنی اور مطلب بیان کرنا چاہیے کہ قرآن کی آیت پر بھی ایمان رہے اور حدیث مبارک پر بھی۔ اگر تطبیق ممکن نہ ہو تو ایسی صورت میں قرآن کریم کی آیت کو لیا جاتا ہے اور حدیث کو متروک سمجھا جاتا ہے۔

امام نظام الدین ابویعقوب اسحاق بن ابراہیم الخراسانی الشاشی الحنفی رحمہ اللہ (ت 335ھ) لکھتے ہیں:

فَإِنْ قَابَلَهُ خَبَرُ الْوَاحِدِ أَوْ الْقِيَاسُ فَإِنْ أُمِّكِنَ الْجَمْعُ بَيْنَهُمَا بِدُونِ تَغْيِيرٍ فِي حُكْمِ الْخَاصِّ يُعْمَلُ بِهِمَا وَإِلَّا يُعْمَلُ بِالْكِتَابِ وَيُتْرَكُ مَا يُقَابَلُهُ. [231]

ترجمہ: اگر کتاب اللہ کی آیت کے مقابلہ میں خبر واحد یا قیاس آجائے تو اگر کتاب اللہ کی آیت کا مفہوم بدلے بغیر تطبیق ممکن ہو تو آیت و حدیث دونوں پر عمل کریں گے اور اگر تطبیق ممکن نہ ہو تو آیت پہ عمل کیا جائے گا اور خبر واحد کو چھوڑ دیا جائے گا۔

[230] منهاج السنۃ النبویۃ فی نقض کلام الشیعۃ والقدریۃ: ج 3 ص 324

[231] اصول الشاشی: ص 11 بحث الخاص والعام

مضمون قرآن:

قرآن کریم کی نص قطعی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر دین کی تبلیغ فرض ہے اور لوگوں کی وجہ سے تبلیغ کو چھوڑنا جائز نہیں۔

﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ۚ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ۚ وَاللَّهُ يَعْصِيكَ مِنَ النَّاسِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ﴾ [232]

ترجمہ: اے رسول! جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے اسے آپ لوگوں تک پہنچا دیجیے، اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ کا پیغام پہنچانے کا حق ادا نہیں کیا، اور اللہ پاک لوگوں سے آپ کی حفاظت فرمائیں گے۔ بے شک اللہ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتے۔

اس نص سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی چیز چھپائی نہیں ہے، دین سے متعلق کسی ضروری چیز کو لوگوں کی وجہ سے ترک نہیں فرمایا۔

اگر یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ضروری بات لکھوانا چاہتے تھے مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ڈر اور خوف کی وجہ سے نہیں لکھوائی تو اس کا معنی یہ ہو گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ پاک کا پیغام نہیں پہنچا سکے اور قرآن کریم پر عمل نہیں فرمایا۔ (العیاذ باللہ)

اس لئے ضروری ہے کہ اس حدیث کا ایسا مفہوم بیان کیا جائے جو قرآن کریم کے مطابق ہو، قرآن کریم کے مخالف نہ ہو، اور اس حدیث کا درست مفہوم ہم نے اوپر بیان کر دیا ہے۔

اعتراض نمبر 7

عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نازیبا جملہ کہا

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: يَوْمَ الْخَيْبِ وَمَا يَوْمُ الْخَيْبِ! اشْتَدَّ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ فَقَالَ: "اَتْتُونِي أَكْتُبُ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ أَبَدًا". فَتَنَازَعُوا وَلَا يَنْبَغِي عِنْدَ نَبِيِّ تَنَازُعٍ فَقَالُوا: مَا شَأْنُهُ أَهْجَرَ اسْتَفْهِمُوهُ فَذَهَبُوا يَرُدُّونَ عَلَيْهِ فَقَالَ: "دَعُونِي فَإِلَازِي أَنَا فِيهِ حَايِرٌ مِمَّا تَدْعُونَنِي إِلَيْهِ" وَأَوْصَاهُمْ بِثَلَاثٍ قَالَ: "أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ وَأَجِيزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُمْ أُجِيزُهُمْ" وَسَكَتَ عَنِ الثَّلَاثَةِ أَوْ قَالَ: فَنَسِيَتْهَا. [233]

ترجمہ: حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جمعرات کے دن کا ذکر کیا اور فرمایا کہ تمہیں معلوم بھی ہے کہ جمعرات کا دن کیا ہے؟ اس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری شدت اختیار کر گئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے لکھنے کی چیزیں لا کر دو تا کہ میں تمہیں ایسی تحریر لکھ دوں کہ میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو سکو۔ کچھ لوگ جھگڑنے لگے حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جھگڑنا مناسب نہ تھا۔ بعض حضرات کہنے لگے کیا حضور ہمیں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دوبارہ پوچھ لو۔ انہوں نے دوبارہ جا کر دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس بات کو رہنے دو، میں جس حالت میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی جانب تم بلا رہے ہو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تین باتوں کی وصیت فرمائی۔ ایک یہ کہ مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دینا۔ دوسری یہ کہ سفیروں کے ساتھ اسی طرح حسن سلوک کرنا جیسے میں کرتا تھا اور تیسری وصیت سے وہ خاموش ہو گئے یا (راوی کہتے ہیں) کہ میں بھول گیا ہوں۔

اعتراض:

منکرین صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف سے اس حدیث کی بنیاد پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایک نازیبا جملہ کہا ہے۔ وہ جملہ یہ ہے:

"مَا لَهُ أَهَجَرَ اسْتَفْهَمُوهُ"

اس میں لفظ ”ہجر“ ہے جس کا معنی ہے: ”بیمار شخص کا الٹی سیدھی باتیں کرنا“۔

مطلب یہ کہ اس موقع پر موجود حضرات نے کہا: ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا ہوا ہے؟ کیا آپ الٹی سیدھی باتیں کر رہے ہیں؟ (معاذ اللہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھو تو سہی!“

جواب:

حدیث مبارک میں لفظ ”أَهَجَرَ“ موجود ہے جو ”هَجَرَ، يَهْجُرُ، هَجْرًا“ سے مشتق ہے۔ یہ لفظ لغت، قرآن کریم اور حدیث مبارک میں چھوڑنے، جدائی اور علیحدگی کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

لغت:

مشہور لغوی علامہ ابو الفضل محمد بن مکرم افریقی (ت 711ھ) لکھتے ہیں:

الْهَجْرُ: ضِدُّ الْوَصْلِ هَجْرَةً يَهْجُرُهُ هَجْرًا وَهَجْرًا نَا صَرَمَهُ. [234]

ترجمہ: لفظ ہجر: وصل کی ضد ہے (وصل کا معنی ملانا تو ہجر کا معنی علیحدہ ہونا) ہجر کا معنی چھوڑنا۔

مشہور لغوی امام محمد مرتضیٰ الزبیدی (ت 1205ھ) لکھتے ہیں:

(هَجَرَ) هَجْرَةً يَهْجُرُهُ هَجْرًا، بِالْفَتْحِ، وَهَجْرَانًا، بِالْكَسْرِ: صَرَمَهُ وَقَطَعَهُ وَالْهَجْرُ ضِدُّ

الْوَصْلِ هَجَرَ الشَّيْءَ يَهْجُرُهُ هَجْرًا: تَرَكَهُ وَأَغْفَلَهُ وَأَعْرَضَ عَنْهُ. [235]

[234] لسان العرب: مادہ ”ہجر“

[235] تاج العروس من جواهر القاموس: مادہ ”ہجر“

ترجمہ: هَجَرَ يَهْجُرُ هَجْرًا۔ ہا کے فتح اور کسرہ کے ساتھ ہے، بمعنی چھوڑنا، علیحدہ کرنا۔ لفظ ہجر؛ وصل کی ضد ہے (وصل کا معنی ملانا تو ہجر کا معنی علیحدہ ہونا) ہجرہ کا معنی چھوڑنا، یہ ہجرہ کا معنی فلاں نے اسے چھوڑ دیا، اسے غافل کر دیا اور اس سے اعراض کیا۔

قرآن کریم:

﴿وَالَّتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ﴾ [236]

ترجمہ: اور جن عورتوں سے تمہیں سرکشی کا اندیشہ ہو تو (پہلے) انہیں سمجھاؤ، اور (اگر اس سے کام نہ چلے تو) ان کے بستر الگ کر دو (اور اس سے بھی اصلاح نہ ہو تو) انہیں مار سکتے ہو۔

﴿وَقَالَ الرَّسُولُ لِيرَبِّ إِنْ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا﴾ [237]

ترجمہ: اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کہیں گے کہ: یارب! میری قوم اس قرآن کو بالکل چھوڑ بیٹھی تھی۔

﴿وَاضْرِبْ عَلَى مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا﴾ [238]

ترجمہ: اور جو باتیں یہ (کافر لوگ) کہتے ہیں ان پر صبر سے کام لو، اور خوبصورتی کے ساتھ ان سے کنارہ کر لو۔

حدیث:

امام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ البیہقی رحمہ اللہ (ت 458ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَحَاسَدُوا

وَلَا تَقَاطَعُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا وَلَا يَجُلُ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ." [239]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپس میں حسد نہ

[236] سورة النساء: 34

[237] سورة الفرقان: 30

[238] سورة الزمل: 10

[239] السنن الکبریٰ للبیہقی: ج 7 ص 303 رقم الحدیث 15170

کرو، آپس میں قطع تعلقی نہ کرو، پیٹھ پیچھے برائی نہ کرو اور اللہ کے بند و آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔ کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلقی کرے۔

الحاصل: لغت، آیاتِ کریمہ اور حدیثِ مبارک میں "ہجر" کا معنی "چھوڑنا" ہے۔ لہذا حدیثِ قرطاس میں بھی یہ لفظ "جدائی" کے معنی میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یادِ دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کہہ رہے تھے کہ "کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جدا ہو رہے ہیں۔"

اللَّهُمَّ تَرَحَّمْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تَرَحَّمْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ
وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ. اللَّهُمَّ تَحَنَّنْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى
آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تَحَنَّنْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ
مَجِيدٌ. اللَّهُمَّ سَلِّمْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا سَلَّمْتَ عَلَى
إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ

اعتراض نمبر 8

عمر رضی اللہ عنہ حدیث کو حجیت نہیں سمجھتے تھے

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ لَبَّا حُضَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي الْبَيْتِ رَجُلًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "هَلُمُّوا أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوا بَعْدَهُ". فَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ غَلَبَهُ الْوَجَعُ وَعِنْدَكُمْ الْقُرْآنُ، حَسْبُنَا كِتَابُ اللَّهِ فَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْبَيْتِ وَاخْتَصَمُوا فَبَيْنَهُمْ مَنْ يَقُولُ: قَرَّبُوا يَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوا بَعْدَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ غَيْرَ ذَلِكَ فَلَمَّا أَكْثَرُوا اللَّغْوَ وَالْاِخْتِلَافَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "قَوْمُوا". قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ فَكَانَ يَقُولُ ابْنُ عَبَّاسٍ: إِنَّ الرِّزْيَةَ كُلَّ الرِّزْيَةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ أَنْ يَكْتُبَ لَهُمْ ذَلِكَ الْكِتَابَ لَا خِتْلَا فِيهِمْ وَلَعَطُهُمْ. [240]

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ کے گھر میں کافی لوگ جمع تھے۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری نزدیک آ جاؤ۔ میں تمہیں ایک تحریر لکھ دیتا ہوں تاکہ میرے بعد تم گمراہی سے بچے رہو۔

بعض حضرات کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شدت مرض کے باعث ایسا فرما رہے ہیں جبکہ قرآن کریم تمہارے پاس موجود ہے، تو ہمارے لئے اللہ کی کتاب کافی ہے۔

پس اہل بیت نے اس خیال سے اختلاف کیا اور جھگڑنے لگے۔ بعض حضرات کہنے لگے کہ نزدیک جا کر تحریر لکھوا لی جائے تاکہ ہم بعد میں گمراہی سے بچے رہیں، اور بعض حضرات نے کچھ اور رائے پیش کی۔

جب یہ اختلاف بڑھ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہاں سے اٹھ جاؤ۔ راوی عبید اللہ کا بیان

ہے کہ حضرت ابن عباس فرمایا کرتے تھے کہ یہ کتنی بڑی مصیبت آپڑی تھی کہ بعض حضرات اختلاف اور بے فائدہ گفتگو کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جس تحریر کو لکھنے کے لئے آپ فرماتے تھے، اس کے درمیان حائل ہو گئے۔

اعتراض:

اس حدیث کی بنیاد پر منکرین حدیث کی جانب سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس کاغذ قلم لاؤ تو امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کہا:

حَسْبُنَا كِتَابُ اللَّهِ (ہمارے لیے کتاب اللہ کافی ہے)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمیں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت نہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ حدیث کو حجت نہیں سمجھتے تھے۔

جواب نمبر 1:

حَسْبُنَا كِتَابُ اللَّهِ کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں قرآن کریم کافی ہے اور قرآن کریم ہی میں حجیت حدیث کو مفصل بیان کیا گیا ہے۔ قرآن کریم کو "ماننا" اس وقت ہی معتبر ہوتا ہے جب حدیث مبارک کو حجت تسلیم کیا جائے۔

جواب نمبر 2:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی بات یہ مطلب لینا خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تصریح کے خلاف ہے کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ حدیث اور سنت کو حجت سمجھتے تھے۔

چنانچہ امام ابو الحسن مسلم بن حجاج القشیری النیشاپوری رحمہ اللہ (ت 261ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ مَعْدَانَ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ خَطَبَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَذَكَرَ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ أَبَا بَكْرٍ.... ثُمَّ قَالَ: اللَّهُمَّ إِنِّي أَشْهَدُكَ عَلَى أَمْرَاءِ الْأُمُصَارِ وَإِنِّي إِنَّمَا بَعَثْتُهُمْ عَلَيْهِمْ لِيَعْدِلُوا عَلَيْهِمْ وَلِيُعَلِّمُوا النَّاسَ دِينَهُمْ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [241]

ترجمہ: حضرت معدان بن ابی طلحہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن اپنے خطبہ میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا... پھر حضرت عمر نے فرمایا: اے اللہ! آپ اس پر گواہ رہنا کہ جن کو میں نے علاقوں کا گورنر بنایا ہے انہیں میں نے اسی لئے بھیجا ہے کہ وہ وہاں کے لوگوں کے لیے انصاف مہیا کریں، ان لوگوں کو دین کی باتیں سکھائیں اور ان کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سکھائیں۔

التَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ الرَّاٰكِيَّاتُ لِلّٰهِ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ، السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَىٰ عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ

اعتراض نمبر 9

عمر رضی اللہ عنہ کو علی و عباس رضی اللہ عنہما جھوٹا، گناہ گار اور خائن سمجھنے تھے

امام مسلم بن حجاج القشیری رحمہ اللہ (ت 261ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ الزُّهْرِيِّ: أَنَّ مَالِكَ بْنَ أَوْسٍ حَدَّثَهُ، قَالَ: "أُرْسِلَ إِلَيَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَجِئْتُهُ حِينَ تَعَالَى النَّهَارُ، قَالَ: فَوَجَدْتُهُ فِي بَيْتِهِ جَالِسًا عَلَى سَرِيرٍ مُفَضِّيًّا إِلَى رُمَالِهِ مُتَكِّمًا عَلَى وَسَادَةٍ مِنْ أَدَمٍ، فَقَالَ لِي: يَا مَالُ! إِنَّهُ قَدْ دَفَّ أَهْلُ أُبَيَّاتٍ مِنْ قَوْمِكَ وَقَدْ أَمَرْتُ فِيهِمْ بِرَضْخٍ فَخَذَهُ، فَاقْسِسْهُ بَيْنَهُمْ، قَالَ: قُلْتُ: لَوْ أَمَرْتُ بِهَذَا غَيْرِي، قَالَ: خُذْهُ يَا مَالُ! قَالَ: فَجَاءَ يَزْفَا، فَقَالَ: هَلْ لَكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فِي عُثْمَانَ، وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، وَالزُّبَيْرِ، وَسَعْدٍ؟ فَقَالَ عُمَرُ: نَعَمْ فَأَذِنَ لَهُمْ، فَدَخَلُوا ثُمَّ جَاءَ، فَقَالَ: هَلْ لَكَ فِي عَبَّاسٍ، وَعَلِيٍّ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَأَذِنَ لَهُمَا، فَقَالَ عَبَّاسٌ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! اقْضِ بَيْنِي وَبَيْنَ هَذَا الْكَاذِبِ الْإِثْمِ الْعَادِرِ الْخَائِنِ، فَقَالَ: الْقَوْمُ أَجَلُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! فَاقْضِ بَيْنَهُمْ وَأَرِحْهُمْ، فَقَالَ مَالِكُ بْنُ أَوْسٍ: يُخَيَّلُ إِلَيَّ أَنَّهُمْ قَدْ كَانُوا قَدِّمُوهُمْ لَذَلِكَ، فَقَالَ عُمَرُ: اتَّبِعْنَا أَنْشُدْكُمْ بِاللَّهِ الَّذِي يَأْذِنُهُ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ أَتَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا نُورُثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةً، قَالُوا: نَعَمْ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى الْعَبَّاسِ، وَعَلِيٍّ، فَقَالَ: أَنْشُدْكُمْ بِاللَّهِ الَّذِي يَأْذِنُهُ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ أَتَعْلَمَانِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا نُورُثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةً، قَالَا: نَعَمْ، فَقَالَ عُمَرُ: إِنَّ اللَّهَ جَلَّ وَعَزَّ كَانَ خَصَّ رَسُولَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَاصَّةٍ لَمْ يُخَصَّصْ بِهَا أَحَدًا غَيْرَهُ، قَالَ: ﴿مَا آفَاءَ اللَّهِ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى فَلِلَّهِ وَ لِلرَّسُولِ﴾، مَا أَدْرِي هَلْ قَرَأَ الْآيَةَ الَّتِي قَبْلَهَا أَمْ لَا، قَالَ: فَقَسَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَكُمْ أَمْوَالَ بَنِي النَّضِيرِ، فَوَاللَّهِ مَا اسْتَأْثَرَ عَلَيْكُمْ وَلَا أَخَذَهَا دُونَكُمْ حَتَّى بَقِيَ هَذَا الْمَالُ، فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَأْخُذُ مِنْهُ نَفَقَةً سَنَةً ثُمَّ يَجْعَلُ مَا بَقِيَ أَسْوَةَ الْمَالِ، ثُمَّ قَالَ: أَنْشُدْكُمْ بِاللَّهِ الَّذِي يَأْذِنُهُ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ أَتَعْلَمُونَ ذَلِكَ؟ قَالُوا: نَعَمْ، ثُمَّ نَشَدَ عَبَّاسًا، وَعَلِيًّا بِبَيْتٍ مَا نَشَدَ بِهِ الْقَوْمُ أَتَعْلَمَانِ ذَلِكَ؟ قَالَا: نَعَمْ، قَالَ: فَلَمَّا تَوَفَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَسَلَّمَ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجِئْتُمَا تَطْلُبُ مِيرَاثَكَ مِنْ ابْنِ أَخِيكَ وَيَطْلُبُ هَذَا مِيرَاثَ امْرَأَتِهِ مِنْ أَبِييْهَا، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا نُورَثُ مَا تَرَكَنَاهُ صَدَقَةً، فَرَأَيْتُمَاهُ كَاذِبًا آثِمًا غَادِرًا خَائِنًا وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّهُ لَصَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ، ثُمَّ تَوَفَّى أَبُو بَكْرٍ وَأَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَلِيُّ أَبِي بَكْرٍ، فَرَأَيْتُمَانِي كَاذِبًا آثِمًا غَادِرًا خَائِنًا وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنِّي لَصَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ، فَوَلَّيْتُهَا ثُمَّ جِئْتَنِي أَنْتَ وَهَذَا وَأَنْتُمَا جَمِيعٌ وَأَمْرُكُمَا وَاحِدٌ، فَقُلْتُمَا: ادْفَعْهَا إِلَيْنَا، فَقُلْتُ: إِنْ شِئْتُمْ دَفَعْتُهَا إِلَيْكُمَا، عَلَى أَنَّ عَلَيْكُمَا عَهْدَ اللَّهِ أَنْ تَعْمَلَا فِيهَا بِالَّذِي كَانَ يَعْمَلُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخَذْتُمَاهَا بِذَلِكَ، قَالَ: أَكْذَلِكَ؟، قَالَا: نَعَمْ، قَالَ: ثُمَّ جِئْتُمَانِي لِأَقْضِيَ بَيْنَكُمَا وَلَا وَاللَّهِ لَا أَقْضِي بَيْنَكُمَا بِغَيْرِ ذَلِكَ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ، فَإِنْ عَجَزْتُمَا عَنْهَا فَرَدَّاهَا إِلَيَّ،^[242]

ترجمہ: امام زہری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت مالک بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے بلا بھیجا۔ میں دن چڑھے آپ کی خدمت میں آگیا۔ میں نے آپ رضی اللہ عنہ کو آپ کے گھر میں اپنی چارپائی پر بیٹھے ہوئے اس حال میں پایا کہ آپ نے خود کو کھجور سے بنے ہوئے بان کے ساتھ لگایا ہوا تھا (یعنی بستر کے بغیر کھجور کے بان پر بیٹھے ہوئے تھے) اور چمڑے کا تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ (فرمایا کہ اے مالک!) تیری قوم کے کچھ آدمی جلدی جلدی میں آئے تھے، میں نے ان کو کچھ سامان دینے کا حکم کر دیا ہے، اب تم وہ مال لے کر ان کے درمیان تقسیم کر دو۔ میں نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! آپ میرے علاوہ کسی اور کو اس کام پر مقرر فرمادیں۔ آپ نے فرمایا: اے مالک! تم ہی لے لو۔ اسی دوران (آپ کا غلام) یرفاندر آیا اور اس نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! حضرت عثمان، حضرت عبد الرحمن بن عوف، حضرت زبیر اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم حاضر خدمت ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کے لیے اجازت ہے۔ وہ اندر تشریف لائے۔ پھر وہ غلام آیا اور عرض کیا کہ حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما بھی تشریف لائے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اچھا، انہیں بھی اجازت دے دو۔ (یہ دونوں حضرات بھی اندر آ گئے۔) تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اے امیر المؤمنین! میرے اور اس جھوٹے گناہگار، دھوکے باز، خائن کے درمیان فیصلہ کر دیجیے۔ لوگوں نے کہا: ہاں! اے امیر المؤمنین! ان کے درمیان فیصلہ کر دیں اور ان کو ان سے راحت دلائیں۔ حضرت مالک بن اوس رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ میرا خیال ہے کہ ان دونوں حضرات (یعنی حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما) نے ان حضرات کو اسی لیے پہلے بھیجا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہیں اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس کے حکم سے آسمان وزمین قائم ہیں، کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ہم (پیغمبروں) کے مال میں سے ان کے وارثوں کو کچھ نہیں ملتا، ہم جو کچھ چھوڑ کر جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ سب کہنے لگے کہ جی ہاں! پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ؛ حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے: میں تم دونوں کو قسم دیتا ہوں کہ جس کے حکم سے آسمان وزمین قائم ہیں، کیا تم دونوں جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ہم پیغمبروں کا کوئی وارث نہیں بنایا جاتا، ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا: جی ہاں! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خاص چیز عطا کی تھی کہ جو آپ کے علاوہ کسی کے لیے مخصوص نہیں کی تھی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "جو مال اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو دیہات والوں سے دلویا ہے وہ خدا کے لیے ہے، پیغمبر کے لیے ہے۔" مجھے نہیں معلوم کہ اس سے پہلے کی آیت بھی انہوں نے پڑھی ہے یا نہیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنی ذات کو) تم لوگوں پر ترجیح نہیں دی اور نہ تم کو چھوڑ کر وہ مال لیا یہاں تک کہ یہ مال بچ گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مال میں سے اپنے سال بھر کا خرچ نکال لیتے۔ پھر جو باقی بچ جاتا وہ بیت المال میں جمع ہو جاتا (جو عام لوگوں کے فائدے کے لیے استعمال ہوتا)۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تم کو اس اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ جس کے حکم سے پہلے آسمان وزمین قائم ہیں، کیا تم کو یہ بات معلوم ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی طرح حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کو بھی قسم دے کر پوچھا تو انہوں نے بھی اسی طرح کا جواب دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ولی ہوں اور تم دونوں اپنی وراثت لینے آئے ہو۔

عباس تو اپنے بھتیجے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم) کا حصہ اور علی اپنی بیوی (فاطمہ رضی اللہ عنہ) کا حصہ ان کے والد کے مال سے مانگتے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا، جو کچھ ہم (پیغمبر) چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے، اور تم ان کو جھوٹا، گناہگار، دھوکے باز اور خائن سمجھتے ہو؟ اور اللہ جانتا ہے کہ وہ سچے، نیک اور ہدایت یافتہ تھے اور حق کے تابع تھے۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ولی بنا اور تم نے مجھے بھی جھوٹا، گناہگار، دھوکے باز اور خائن خیال کیا اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں سچا، نیک، ہدایت یافتہ اور حق کا تابع ہوں اور میں اس مال کا بھی ولی ہوں اور پھر تم میرے پاس آئے۔ تم دونوں اکٹھے ہو اور تمہارا معاملہ بھی ایک ہے۔ تم نے کہا کہ یہ مال ہمارے حوالے کرو۔ تو میں نے کہا کہ میں یہ مال اس شرط پر تم دونوں کے حوالے کرتا ہوں کہ تم دونوں پر اللہ کے عہد کی پاسداری لازم ہوگی اور تم اس مال میں وہی کچھ کرو گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔ تو تم نے اس شرط پر یہ مال مجھ سے لے لیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: کیا ایسا ہی ہے؟ ان دونوں حضرات نے کہا: جی ہاں، ایسا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم دونوں اپنے درمیان فیصلہ کرانے کے لیے میرے پاس آئے ہو، اللہ کی قسم! میں قیامت تک اس کے علاوہ اور کوئی فیصلہ نہیں کروں گا۔ اگر تم سے اس کا انتظام نہیں ہو سکتا تو پھر یہ مال مجھے لوٹا دو۔

اعتراض:

حدیث بالا کو بنیاد بنا کر اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بات کا اقرار کیا تھا کہ حضرت علی وعباس رضی اللہ عنہما انہیں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جھوٹا، گناہگار اور خائن سمجھتے تھے۔

جواب نمبر 1:

روایت بالا میں قابل اعتراض جملہ "فَرَأَيْتُمَا هَٰذَا ذِيًّا أَثِمًّا غَادِرًا خَائِنًا" امام زہری رحمہ اللہ کا ادراج ہے۔ اس پر قرینہ یہ ہے کہ مذکورہ واقعہ کئی محدثین کرام رحمہم اللہ نے اسی تفصیل کے ساتھ اپنی اپنی کتب احادیث میں ذکر کیا ہے مگر مذکورہ اعتراض والے الفاظ نقل نہیں کیے۔ ذیل میں چند کبار محدثین سے یہی واقعہ ذکر کیا جاتا ہے جس میں یہ الفاظ نہیں ہیں بلکہ كَذَا وَكَذَا (اس طرح اس طرح) کے الفاظ ہیں۔

[1]: امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَوْسٍ بْنِ الْحَدَثَانِ وَكَانَ مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرٍ بْنُ مُطْعِمٍ ذَكَرَ لِي مِنْ حَدِيثِهِ ذَلِكَ، فَأَنْطَلَقْتُ حَتَّى دَخَلْتُ عَلَيْهِ فَسَأَلْتُهُ، فَقَالَ: أَنْطَلَقْتُ حَتَّى أَدْخُلَ عَلَى عُمَرَ، فَأَتَاهُ حَاجِبُهُ يَرْفَأُ، فَقَالَ: هَلْ لَكَ فِي عُثْمَانَ، وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ، وَالزُّبَيْرِ، وَسَعْدٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَأَذِنَ لَهُمْ، ثُمَّ قَالَ: هَلْ لَكَ فِي عَلِيٍّ، وَعَبَّاسٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ عَبَّاسٌ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! اقْضِ بَيْنِي وَبَيْنَ هَذَا، قَالَ: أَنْشِدُكُمْ بِاللَّهِ الَّذِي يَأْذِنُهُ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ، هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لَا نُورُثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةً. يُرِيدُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفْسَهُ، فَقَالَ الرَّهْطُ: قَدْ قَالَ ذَلِكَ، فَأَقْبَلَ عَلَى عَلِيٍّ، وَعَبَّاسٍ، فَقَالَ: هَلْ تَعْلَمَانِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذَلِكَ؟ قَالَا: قَدْ قَالَ ذَلِكَ، قَالَ عُمَرُ: فَإِنِّي أُحَدِّثُكُمْ عَنْ هَذَا الْأَمْرِ، إِنَّ اللَّهَ قَدْ كَانَ خَصَّ لِرَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا الْفِيءِ بِشَيْءٍ لَمْ يُعْطِهِ أَحَدًا غَيْرَهُ، فَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ: مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ إِلَى قَوْلِهِ قَدِيرٌ فَكَأَنْتَ خَالِصَةٌ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاللَّهُ مَا احْتَازَهَا دُونَكُمْ، وَلَا اسْتَأْثَرِ بِهَا عَلَيْكُمْ، لَقَدْ أَعْطَاكُمْوهَا، وَبَشَّهَا فِيكُمْ حَتَّى بَقِيَ مِنْهَا هَذَا الْمَالُ، فَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْفِقُ عَلَى أَهْلِهِ مِنْ هَذَا الْمَالِ نَفَقَةً سَنَتِهِ، ثُمَّ يَأْخُذُ مَا بَقِيَ فَيَجْعَلُهُ مَجْعَلٍ مَالِ اللَّهِ، فَعَمِلَ بِذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيَاتِهِ، أَنْشِدُكُمْ بِاللَّهِ هَلْ تَعْلَمُونَ ذَلِكَ؟ قَالُوا: نَعَمْ، ثُمَّ قَالَ لِعَلِيٍّ، وَعَبَّاسٍ: أَنْشِدُكُمْ بِاللَّهِ هَلْ تَعْلَمَانِ ذَلِكَ؟ قَالَا: نَعَمْ، فَتَوَفَّى اللَّهُ نَبِيَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبَضَهَا فَعَمِلَ بِمَا عَمِلَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ تَوَفَّى اللَّهُ أَبَا بَكْرٍ، فَقُلْتُ: أَنَا وَلِيُّ وَلِيِّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبَضْتُهَا سَنَتَيْنِ أَعْمَلُ فِيهَا مَا عَمِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ، ثُمَّ جِئْتُمَانِي وَكَلِمَتُكُمَا وَاحِدَةٌ، وَأَمْرُكُمَا جَمِيعٌ، جِئْتَنِي تَسْأَلْنِي نَصِيبَكَ مِنَ ابْنِ أَخِيكَ، وَأَتَانِي هَذَا يَسْأَلُنِي نَصِيبَ امْرَأَتِهِ مِنْ أَبِيهَا، فَقُلْتُ: إِنْ شِئْتُمَا دَفَعْتُهَا إِلَيْكُمَا، بِذَلِكَ فَتَلْتَمِسَانِ مِنِّي قَضَاءً غَيْرَ ذَلِكَ، فَوَاللَّهِ الَّذِي يَأْذِنُهُ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ لَا أَقْضِي فِيهَا قَضَاءً غَيْرَ ذَلِكَ، حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ، فَإِنْ عَجَزْتُمَا

فَاذْفَعَاهَا إِلَيَّ فَأَنَا أَكْفِيكُمْ بِهَا. [243]

تنبیہ: مکمل وہی واقعہ مذکور ہے لیکن اس طرح کے الفاظ "فَرَأَيْتُمَا كَاذِبًا أَثِمًا غَادِرًا خَائِنًا" نہیں ہیں۔

[2]: امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كَثِيرٍ الْعَنْبَرِيُّ أَبُو غَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ أَنَّ الْعَبَّاسَ وَعَلِيًّا جَاءَا إِلَى عُمَرَ يَخْتَصِمَانِ يَقُولُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا لِصَاحِبِهِ أَنْتَ كَذَّابٌ أَنْتَ كَذَّابٌ فَقَالَ عُمَرُ لَطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ وَسَعْدٍ: أَنْشِدُكُمْ بِاللَّهِ أَسَبِعْتُمْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: كُلُّ مَالِ نَبِيِّ صَدَقَةٍ إِلَّا مَا أَطْعَمَهُ، إِنَّا لَا نُورِثُ وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ. [244]

تنبیہ: یہاں "كَاذِبًا أَثِمًا غَادِرًا خَائِنًا" کے بجائے "أَنْتَ كَذَّابٌ أَنْتَ كَذَّابٌ" کے الفاظ ہیں۔

[3]: امام ابوداؤد سلیمان بن الأشعث رحمہ اللہ (ت 275ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ بْنِ الْحَدَثَانِ، قَالَ: أُرْسِلَ إِلَيَّ عُمَرُ حِينَ تَعَالَى النَّهَارُ فَجِئْتُهُ فَوَجَدْتُهُ جَالِسًا عَلَى سَرِيرٍ مُفْضِيًا إِلَى رِمَالِهِ، فَقَالَ حِينَ دَخَلْتُ عَلَيْهِ: يَا مَالِ! إِنَّهُ قَدْ دَفَّ أَهْلُ أَيْمَاتٍ مِنْ قَوْمِكَ وَإِنِّي قَدْ أَمَرْتُ فِيهِمْ بِشَيْءٍ فَأَقْسِمُ فِيهِمْ، قُلْتُ: لَوْ أَمَرْتَ غَيْرِي بِذَلِكَ فَقَالَ: خُذْهُ فَجَاءَهُ يَرْفَأُ فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! هَلْ لَكَ فِي عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، وَالزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ، وَسَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ؟ قَالَ: نَعَمْ فَأَذِنَ لَهُمْ فَدَخَلُوا، ثُمَّ جَاءَهُ يَرْفَأُ فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! هَلْ لَكَ فِي الْعَبَّاسِ، وَعَلِيٍّ؟ قَالَ: نَعَمْ فَأَذِنَ لَهُمْ فَدَخَلُوا، فَقَالَ الْعَبَّاسُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! اقْضِ بَيْنِي وَبَيْنَ هَذَا يَعْنِي عَلِيًّا فَقَالَ بَعْضُهُمْ: أَجَلْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! اقْضِ بَيْنَهُمَا وَارْحَمْهُمَا، قَالَ مَالِكُ بْنُ أَوْسٍ: حِيلَ إِلَيَّ أَنَّهُمَا قَدَّمَا أَوْلِيكَ النَّفَرَ لِذَلِكَ فَقَالَ عُمَرُ رَحِمَهُ اللَّهُ: اتَّبَعْنَا ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى أَوْلِيكَ الرَّهْطِ، فَقَالَ: أَنْشِدُكُمْ بِاللَّهِ الَّذِي يَأْذِنُهُ تَقْوَمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ، هَلْ

[243] صحیح البخاری: رقم الحدیث 6728

[244] شمائل الترمذی: رقم الحدیث 377

تَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا نُورِثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةً، قَالُوا: نَعَمْ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى عَلِيٍّ، وَالْعَبَّاسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَقَالَ: أَنْشِدُكُمْ بِاللَّهِ الَّذِي يَأْذِنُهُ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ، هَلْ تَعْلَمَانِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا نُورِثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةً، فَقَالَا: نَعَمْ قَالَ: فَإِنَّ اللَّهَ خَصَّ رَسُولَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَاصَّةٍ لَمْ يَخُصَّ بِهَا أَحَدًا مِنَ النَّاسِ، فَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ﴿وَمَا آفَاءَ اللَّهِ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا آوَفَيْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ وَلَكِنَّ اللَّهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ وَكَانَ اللَّهُ آفَاءً عَلَى رَسُولِهِ بَنِي النَّضِيرِ فَوَاللَّهِ مَا اسْتَأْثَرِ بِهَا عَلَيْكُمْ وَلَا أَخَذَهَا دُونَكُمْ، فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُ مِنْهَا نَفَقَةً سَنَةً أَوْ نَفَقَتَهُ وَنَفَقَةَ أَهْلِهِ سَنَةً وَيَجْعَلُ مَا بَقِيَ أُسُوةَ الْمَالِ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى أُولَئِكَ الرُّهْطِ فَقَالَ: أَنْشِدُكُمْ بِاللَّهِ الَّذِي يَأْذِنُهُ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ هَلْ تَعْلَمُونَ ذَلِكَ؟ قَالُوا: نَعَمْ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى الْعَبَّاسِ، وَعَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَقَالَ: أَنْشِدُكُمْ بِاللَّهِ الَّذِي يَأْذِنُهُ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ هَلْ تَعْلَمَانِ ذَلِكَ؟ قَالَا: نَعَمْ، فَلَمَّا تَوَفَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجِئْتُ أَنْتَ وَهَذَا إِلَى أَبِي بَكْرٍ تَطْلُبُ أَنْتَ مِيرَاثَكَ مِنَ ابْنِ أَخِيكَ وَيَطْلُبُ هَذَا مِيرَاثَ امْرَأَتِهِ مِنْ أَبِيهَا، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ رَحِمَهُ اللَّهُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا نُورِثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةً وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّهُ لَصَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ فَوَلِيَّهَا أَبُو بَكْرٍ، فَلَمَّا تَوَفَّى أَبُو بَكْرٍ قُلْتُ: أَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَلِيُّ أَبِي بَكْرٍ فَوَلِيَّتُهَا مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ إِلَيْهَا فَجِئْتُ أَنْتَ وَهَذَا وَأَنْتُمَا جَمِيعٌ وَأَمْرُكُمْمَا وَاحِدٌ فَسَأَلْتُمَا نِيهَا، فَقُلْتُ: إِنْ شِئْتُمَا أَنْ أَدْفَعَهَا إِلَيْكُمْمَا عَلَى أَنْ عَلَيْكُمَا عَهْدُ اللَّهِ أَنْ تَلِيَاَهَا بِالَّذِي كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلِيهَا فَأَخَذْتُمَا مِنِّْي عَلَى ذَلِكَ، ثُمَّ جِئْتُمَانِي لِأَقْضِي بَيْنَكُمَا بِغَيْرِ ذَلِكَ وَاللَّهُ لَا أَقْضِي بَيْنَكُمَا بِغَيْرِ ذَلِكَ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ فَإِنْ عَجَزْتُمَا عَنْهَا فَرَدَّاهَا إِلَيَّ.

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: إِنَّمَا سَأَلَاهُ أَنْ يَكُونَ يُصَيِّرُهُ بَيْنَهُمَا نِصْفَيْنِ لَا أَنَّهُمَا جِهَلَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا نُورِثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةً فَإِنَّهُمَا كَانَا لَا يَطْلُبَانِ إِلَّا الصَّوَابَ، فَقَالَ عُمَرُ: لَا أُوقِعُ

عَلَيْهِ اسْمُ الْقَسَمِ أَدْعُهُ عَلَى مَا هُوَ عَلَيْهِ. [245]

تنبیہ: مکمل وہی واقعہ مذکور ہے لیکن اس طرح کے الفاظ "فَرَأَيْتُمَا كَاذِبًا أَثِمًا غَادِرًا خَائِنًا" نہیں ہیں۔

[4]: امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل البغدادی رحمہ اللہ (ت 241ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ بْنِ الْحَدَثَانِ قَالَ: جَاءَ الْعَبَّاسُ وَعَلِيٌّ إِلَى عُمَرَ يَخْتَصِمَانِ، فَقَالَ الْعَبَّاسُ: أَقْضِ بَيْنِي وَبَيْنَ هَذَا الْكَذَّاءِ كَذَا، فَقَالَ النَّاسُ: أَفْصِلْ بَيْنَهُمَا، أَفْصِلْ بَيْنَهُمَا قَالَ: لَا أَفْصِلُ بَيْنَهُمَا، قَدْ عَلِمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا نُورُثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ." [246]

تنبیہ: یہاں "كَاذِبًا أَثِمًا غَادِرًا خَائِنًا" کے بجائے "أَقْضِ بَيْنِي وَبَيْنَ هَذَا الْكَذَّاءِ كَذَا" کے الفاظ ہیں۔

فائدہ نمبر 1: ادراج کی تعریف:

مَا أُدْرَجَ فِي الْحَدِيثِ مِنْ كَلَامٍ بَعْضُ الرُّوَاةِ فَيُظَنُّ أَنَّهُ مِنَ الْحَدِيثِ. [247]

ترجمہ: حدیث مبارک کے متن میں راوی اپنا کلام شامل کر دے جسے سننے والا حدیث سمجھے۔

فائدہ نمبر 2: امام ابو بکر محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن شہاب الزہری رحمہ اللہ (ت 123ھ) بعض مرتبہ

احادیث میں ادراج کرتے تھے۔ چنانچہ ان کے اس طرز کے متعلق امام حافظ محمد بن عبد الرحمن سخاوی شافعی رحمہ اللہ (ت 902ھ) فرماتے ہیں:

وَكَذَا كَانَ الزُّهْرِيُّ يُفَسِّرُ الْأَحَادِيثَ كَثِيرًا وَرُبَّمَا اسْقَطَ أَدَاةَ التَّفْسِيرِ. [248]

ترجمہ: امام زہری رحمہ اللہ بعض اوقات روایات کی تفسیر فرمادیتے ہیں، پھر اس تفسیری کلام میں بسا اوقات

[245] سنن ابی داؤد: رقم الحدیث 2963

[246] مسند احمد: رقم الحدیث 349

[247] قواعد فی علوم الحدیث: ص 39

[248] فتح المغیث شرح الفیہ الحدیث ج: 1 ص: 268، تحت المدرج

حروف تفسیر کو گرا دیتے ہیں۔

اعتراض:

بعض روایات میں موجود الفاظ "أَنْتَ كَذَا وَكَذَا" موجود تو ہیں جس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی وعباس رضی اللہ عنہما نے ایک دوسرے کو سب و شتم کیا۔

جواب:

بعض روایات میں موجود الفاظ (أَنْتَ كَذَا وَكَذَا) میں فریقین نے ایک دوسرے کو "أَنْتَ كَذَا وَكَذَا" کے الفاظ سے پکارا تو اس سے مراد سب و شتم نہیں ہے بلکہ ان کلمات سے مراد یہ ہے کہ ایک فریق دوسرے فریق سے یہ کہنا چاہتا ہے کہ باغ فدک جو کہ ایک صدقہ ہے، اس پر ولایت اور تصرف کے تم مستحق نہیں ہو بلکہ اس کی تولیت کا میں زیادہ حقدار ہوں۔

چنانچہ ملا علی بن سلطان محمد القاری الہروی الحنفی رحمہ اللہ (ت 1014ھ) لکھتے ہیں:

(أَنَّ الْعَبَّاسَ وَعَلِيًّا جَاءَا إِلَى عُمَرَ) أَيُّ: أَيَّامَ خِلَافَتِهِ (يَخْتَصِمَانِ يَقُولُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا لِصَاحِبِهِ أَنْتَ كَذَا أَنْتَ كَذَا) أَيُّ: أَنْتَ لَا تَسْتَحِقُّ الْوِلَايَةَ عَلَى هَذِهِ الصَّدَقَةِ أَوْ أَنَا أَوْلَى مِنْكَ بِهَا وَنَحْوُ ذَلِكَ. [249]

ترجمہ: حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما؛ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے دورِ خلافت میں آئے۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے مباحثہ کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے "أَنْتَ كَذَا أَنْتَ كَذَا" (مطلب یہ ہے کہ) آپ اس صدقہ کی ولایت کے مستحق نہیں ہیں اور میں آپ سے زیادہ اس کی ولایت کا حقدار ہوں۔

جواب نمبر 2:

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں باہمی محبت والفت کے کئی واقعات ہیں، جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نکاح

میں دی ہے۔

چنانچہ امام ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان التیمی رحمہ اللہ (ت 354ھ) لکھتے ہیں:

تَزَوَّجَ عُمَرُ أُمَّ كَلْثُومٍ بِنْتِ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَهِيَ مِنْ فَاطِمَةَ وَدَخَلَ بِهَا فِي شَهْرِ ذِي الْقَعْدَةِ
ثُمَّ حَجَّ وَاسْتَخْلَفَ عَلَى الْمَدِينَةِ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ. [250]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (سن 17 ہجری میں) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی بیٹی ام کلثوم سے نکاح کیا جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئی تھیں۔ ام کلثوم کی رخصتی ذوالقعدہ میں ہوئی تھی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حج پر تشریف لے گئے اور مدینہ میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب بنایا۔ تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے داماد (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کو کذاب، گناہ گار اور خائن کہیں؟! اور خائن کہیں!؟

جواب نمبر 3:

بالفرض اعتراض والے الفاظ تسلیم کر بھی لیے جائیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ کہے تھے تو بھی اس سے معترض کا استدلال درست نہیں ہے اور نہ ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر طعن ہو سکتا ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ بات سمجھانے کے لیے کہے تھے کہ آپ حضرات کے (فدک کی تولیت) مانگنے کالب و لہجہ یہ بتا رہا ہے کہ میں (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ دونوں نے (فدک کی تولیت آپ کو نہ دے کر) فیصلہ درست نہیں کیا تھا۔ تو گویا ہم اس فیصلے میں خائن ہوئے حالانکہ حقیقت یہ نہیں ہے بلکہ ہم دونوں نے تو صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک پر عمل کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق آپ کے بعد آپ کے مال کو آپ کے ورثاء میں تقسیم نہیں کیا جاسکتا اور آپ دونوں (حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ) بھی اس بات کے معترف ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی وارث نہیں بن سکتا۔

علامہ محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی رحمہ اللہ (ت 676ھ) لکھتے ہیں:

وَمَا ذَلِكَ إِلَّا لِأَنَّهُمْ فِيهِمْ يَقْرِيْنَةُ الْحَالِ أَنَّهُ تَكَلَّمَ بِمَا لَا يَعْتَقِدُ ظَاهِرُهُ مُبَالَغَةً فِي الرَّجْرِ.

[251]

ترجمہ: اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آپ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) قرینہ حال سے یہ سمجھے ہوں کہ یہ (حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ) ایسی گفتگو کر رہے ہیں جو ان کے اعتقاد کے مطابق نہیں ہے (اعتقاداً تو مجھے کاذب و خائن نہیں سمجھتے و گر نہ بیعت کیوں کرتے) تو زجر و تنبیہ میں مبالغہ کرتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ نے یہ بات فرمائی ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی
اٰلِ مُحَمَّدٍ وَاَرْحَمْ مُحَمَّدًا وَاٰلَ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ وَبَارَكْتَ
وَرَحِمْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اعتراض نمبر 10

عمر رضی اللہ عنہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو مارا

امام ابوالحسن مسلم بن حجاج القشیری النیشاپوری رحمہ اللہ (ت 261ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا قُعُودًا حَوْلَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَنَا أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فِي نَفَرٍ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْنِ أَظْهُرِنَا فَأَبْطَأَ عَلَيْنَا وَخَشِينَا أَنْ يُفْتَطَعَ دُونَنَا وَفَزِعْنَا فَقِينَا فَكُنْتُ أَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَخَرَجْتُ أَبْتَغِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَتَيْتُ حَائِطًا لِلْأَنْصَارِ لِبَنِي النَّجَارِ فَسَاوَزْتُ بِهِ ، هَلْ أَجِدُ لَهُ أَبًا؟ فَلَمْ أَجِدْ! فَإِذَا رِبْعٌ يَدْخُلُ فِي جُوفِ حَائِطٍ مِنْ بَطْنِ خَارِجَةٍ (وَالرَّبِيعُ، الْجَدُولُ)

فَاخْتَفَرْتُ فَدَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَلَبَّوْهُ هُرَيْرَةَ؟ فَقُلْتُ نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ مَا شَأْنُكَ؟ قُلْتُ: كُنْتُ بَيْنَ أَظْهُرِنَا فَقُمْتُ فَأَبْطَأَتْ عَلَيْنَا فَخَشِينَا أَنْ تُفْتَطَعَ دُونَنَا فَفَزِعْنَا فَكُنْتُ أَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَاتَّيْتُ هَذَا الْحَائِطَ فَاخْتَفَرْتُ كَمَا يَخْتَفِرُ الشَّعْلَبُ وَهُوَ لَاءِ النَّاسِ وَرَائِي، فَقَالَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ! وَأَعْطَانِي نَعْلَيْهِ، قَالَ: اذْهَبْ بِنَعْلَيْ هَاتَيْنِ فَمَنْ لَقِيكَ مِنْ وَرَاءِ هَذَا الْحَائِطِ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُسْتَيِقِنًا بِهَا قَلْبُهُ فَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَكَانَ أَوَّلَ مَنْ لَقِيْتُ عُمَرُ فَقَالَ: مَا هَاتَانِ النَّعْلَانِ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟

فَقُلْتُ: هَاتَانِ نَعْلَانِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثْنِي بِهِمَا مَنْ لَقِيْتُ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُسْتَيِقِنًا بِهَا قَلْبُهُ بَشَرْتُهُ بِالْجَنَّةِ ، فَضَرَبَ عُمَرُ بِيَدِهِ بَيْنَ ثَدْيِي فَخَرَرْتُ لِاسْتَيْتِي فَقَالَ: ارْجِعْ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ! فَرَجَعْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَجْهَشْتُ بِالْبُكَاءِ وَرَكِبْنِي عُمَرُ فَإِذَا هُوَ عَلَى أَثَرِي فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا لَكَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟ قُلْتُ لَقِيْتُ عُمَرَ فَأَخْبَرْتُهُ بِالَّذِي بَعَثْتَنِي بِهِ فَضَرَبَ بَيْنَ ثَدْيِي فَخَرَرْتُ لِاسْتَيْتِي قَالَ: ارْجِعْ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عُمَرُ! مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا فَعَلْتَ؟ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ بِأَيِّ أَنتَ وَأَيُّيَ أَبْعَثْتَ أَبَا هُرَيْرَةَ بِنَعْلَيْكَ مَنْ لَقِيَ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُسْتَيِقِنًا بِهَا قَلْبُهُ بَشَرْتُهُ بِالْجَنَّةِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَلَا تَفْعَلْ فَإِنِّي

أَخْشَى أَنْ يَتَكَلَّ النَّاسُ عَلَيْهَا فَخَلَّاهُمْ يَعْمَلُونَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَخَلَّاهُمْ. [252]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی ہمارے ساتھ ایک ہی جماعت میں موجود تھے۔ اچانک آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان سے اٹھ کھڑے ہوئے (اور باہر تشریف لے گئے) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس آنے میں دیر کر دی، تو ہمیں اس بات کا خوف محسوس ہوا کہ کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری عدم موجودگی میں اچک نہ لیا جائے۔ (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی دشمن نقصان نہ پہنچا دے) ہمیں گھبراہٹ ہوئی اور ہم (تلاش کرنے کے لیے) نکل کھڑے ہوئے۔ سب سے پہلے جس کو گھبراہٹ ہوئی وہ میں (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) ہی تھا۔ (یہ بات حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنے علم کے اعتبار سے فرما رہے ہیں)۔ چنانچہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرنے کے لیے نکلا یہاں تک کہ بنی نجار انصار کے ایک باغ میں آگیا۔ میں نے تلاش کرنا شروع کیا کہ کیا میں اس باغ کا کوئی دروازہ پاسکتا ہوں؟ تو میں نے دروازہ نہ پایا۔ اچانک باغ کے درمیان بُر خار جہ میں سے ایک چھوٹی نالی نکل رہی تھی ("ریج" چھوٹی نالی کو کہتے ہیں) تو میں نے اپنے آپ کو سمیٹا اور (نالی کے راستے) سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ازراہ تعجب) پوچھا کہ کیا تم ابو ہریرہ ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں، یا رسول اللہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ یہاں کیسے (پہنچ گئے)؟ میں نے عرض کیا: آپ ہمارے درمیان تشریف فرما رہے تھے، آپ کھڑے ہوئے اور آپ نے واپس آنے میں دیر کر دی تو ہمیں اس بات کا خوف ہوا کہ کہیں آپ کو ہماری عدم موجودگی میں کوئی دشمن آپ کو نقصان نہ پہنچائے۔ ہمیں گھبراہٹ ہوئی اور سب سے پہلے جس شخص کو گھبراہٹ ہوئی وہ میں ہی تھا۔ پس میں اس باغ کے پاس آیا اور میں نے اپنے آپ کو سمیٹا جیسے لومڑی اپنے آپ کو سمیٹتی ہے، باقی لوگ میرے پیچھے پیچھے آرہے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے دونوں جوتے دیے، پھر فرمایا: یہ میرے دو جوتے لے جاؤ اور جو آپ کو اس باغ کے باہر ملے اور وہ دل کے یقین کے ساتھ اس بات کی

گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود (برحق) نہیں تو آپ اس کو جنت کی بشارت سنا دیجیے۔ (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ واپسی میں) سب سے پہلے جن سے میں ملا وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: اے ابو ہریرہ! یہ جوتے کس لیے ہیں؟ میں نے کہا: یہ جوتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ دے کر بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ جس آدمی سے میں ملوں اور وہ صدق دل سے اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود (برحق) نہیں تو میں اس کو جنت کی خوش خبری سنا دوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے میرے سینے پر مارا تو میں سرین کے بل گر پڑا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! لوٹ جاؤ۔ چنانچہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوٹ آیا اور زور سے رونے لگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرے پیچھے پیچھے آرہے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! آپ کو کیا ہوا ہے؟ میں نے کہا: مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملے تو میں نے ان کو یہی حدیث سنائی جو آپ نے مجھے دے کر بھیجی تھی تو عمر نے میرے سینے پر ایک ضرب ماری جس سے میں سرین کے بل پیچھے گر گیا اور (ساتھ ہی عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے) کہا کہ لوٹ جاؤ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اے عمر! آپ کو کس چیز نے یہ عمل کرنے پر ابھارا ہے؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان، کیا آپ نے ابو ہریرہ کو اپنے جوتے دے کر بھیجا تھا اور یہ کہا تھا کہ جو آدمی ملے اور دل کے یقین کے ساتھ اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے تو آپ اس کو جنت کی بشارت دے دیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! ایسا نہ کیجیے، مجھے خوف ہے کہ لوگ اسی کلمہ پر بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں گے (اور اعمال کو چھوڑ دیں گے) پس آپ ان کو چھوڑ دیں، (یہ بات بیان نہ کریں) تاکہ لوگ اعمال کرتے رہیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ہے، اس بات کو چھوڑ دو (یعنی بیان نہ کرو)۔ اس حدیث کی بنیاد پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر دو اعتراض کیے جاتے ہیں۔ ذیل میں دونوں اعتراضات نقل کر کے ان کے جوابات دیے جاتے ہیں:

پہلا اعتراض:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بغیر کسی قصور و جرم کے مارا اور کسی کو بلا جرم

مارنا ایذاً مسلم ہے جو کہ حدیث کی رو سے حرام ہے۔

جواب نمبر 1:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ بات کہی کہ اے ابو ہریرہ آپ یہ حدیث (ہر عام و خاص میں) بیان نہ کریں (اس لیے کہ لوگ اعمال میں سستی شروع کر دیں گے)، آپ واپس چلے جائیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیں کہ کیا (یہ حدیث ہر عام و خاص میں) بیان کرنی ہے؟ تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جانے سے انکار کر دیا تھا، اس وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں مارا۔

چنانچہ ملا علی بن سلطان محمد القاری اللہ تعالیٰ رحمہ اللہ (ت 1014ھ) لکھتے ہیں:

لَا بُدَّ هُنَا مِنْ تَقْدِيرٍ يَدُلُّ عَلَيْهِ السِّيَاقُ مِنَ السَّبَاقِ وَاللَّحَاقِ، يَعْنِي: فَقَالَ عُمَرُ: اَرْجِعْ، قَصِّدَا لِلْمَرَاَجَعَةِ فَأَيَّبْتُ وَأَمْتَنَعْتُ عَنْ حُكْمِهِ أَمْتِنًا لَا لِظَاهِرِ أَمْرِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ الْمُقَدَّمِ عَلَى كُلِّ أَمْرٍ أَمِيرٍ، فَضَرَبَ عُمَرُ بِيَدِهِ (بَيْنَ ثَدْيَيْ) بِالتَّثْنِيَةِ أَيْ فِي صَدْرِي؛ فَإِنَّهُ يَبْعُدُ كُلَّ الْبُعْدِ ضَرْبُهُ ابْتِدَاءً مِنْ غَيْرِ بَاعِثٍ. [253]

ترجمہ: (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مارنے سے پہلے) مقدر عبارت ماننا ضروری ہے جو سیاق و سباق اور مابعد پر دلالت کرے... وہ عبارت یہ ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ واپس چلے جائیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیں کہ کیا (یہ حدیث ہر عام و خاص میں بیان کرنی ہے؟) تو میں (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) نے انکار کر دیا اور ان کے حکم کو پورا کرنے سے رک گیا۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہری حکم ہر حکم کرنے والے کے حکم سے مقدم ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر مارا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بات بہت بعید ہے کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بغیر کسی سبب کے مارا ہو۔

جواب نمبر 2:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے سینے پر آرام سے مارا ہو (بطور سزا کے نہیں بلکہ متنبہ کرنے کے) لیکن

چونکہ کیفیت ایسی بن گئی تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک جلالی آدمی تھے، جسم کے اعتبار سے بھی مضبوط اور طاقتور تھے جس کی وجہ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ ہلکی سی ضرب بھی برداشت نہ کر سکے اور نیچے گر پڑے۔ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مارنا ارادہ نہیں تھا بلکہ ایک تنبیہ کرنی تھی۔ چونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ ہلکی ضرب بھی سخت محسوس ہوئی اور پیچھے گر گئے۔ یہ بات قابل اعتراض نہیں ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ قرآن کریم میں بیان ہوا ہے کہ انہوں نے ایک قبیلے کو مکار سید کیا اور اس پر موت طاری ہو گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے گمان میں بھی نہیں تھا کہ میری ضرب اتنی سخت لگے گی کہ وہ فوت ہو جائے گا۔ تو جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اعتراض نہیں ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی ہیں اور جمالی ہیں اور قبیلے کو قتل کی نیت سے نہیں مار رہے بلکہ محض سمجھانے کے لیے مار رہے ہیں، چونکہ قبیلے سے برداشت نہ کر سکا تو فوت ہو گیا۔ بالکل ایسے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بالارادہ نہیں مارا اور نہ ہی ان کے گمان میں یہ بات تھی کہ ان کے مارنے سے وہ گر پڑیں گے۔ اس لیے یہاں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر کوئی اشکال نہیں رہتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ قرآن کریم میں ان الفاظ سے موجود ہے:

﴿وَدَخَلَ الْمَدِينَةَ عَلَىٰ حِينٍ غَفْلَةٍ مِّنْ أَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلَانِ هَذَا مِنْ شِيعَتِهِ وَ هَذَا مِنْ عَدُوِّهِ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِي مِنْ شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِنْ عَدُوِّهِ فَوَكَّاهُ مُوسَىٰ فَقَضَىٰ عَلَيْهِ ۖ قَالَ هَذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ ۖ إِنَّهُ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِينٌ﴾ [254]

ترجمہ: ایک دن وہ ایسے وقت میں شہر میں داخل ہوا کہ اہل شہر [نیند کی وجہ سے] غافل پڑے ہوئے تھے؛ تو وہاں اس نے دیکھا کہ دو آدمی آپس میں لڑ رہے ہیں، جن میں ایک موسیٰ کی قوم سے تھا اور دوسرا دشمن قوم سے۔ چنانچہ جو آدمی موسیٰ کی قوم سے تھا اس نے موسیٰ کو دشمن قوم کے آدمی کے مقابلے میں مدد کے لیے پکارا۔ اس پر موسیٰ نے اسے ایک گھونسا رسید کیا جس نے اس کا کام ہی تمام کر ڈالا۔ موسیٰ نے کہا: یہ شیطان کا کارنامہ ہے، بیشک وہ دشمن اور

کھلا بہکانے والا ہے۔

جواب نمبر 3:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس جانا اور جا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شکایت کرنا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ڈانٹ ڈپٹ نہ کرنا، سرزنش نہ کرنا اور بدلہ نہ دلوانا اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ مارنا بالارادہ نہیں تھا اور نہ ہی یہ قابلِ ملامت و اعتراض تھا۔

دوسرا اعتراض:

جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد بن کر نبی کی حدیث سنارہے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بجائے تسلیم کرنے کے حدیث کو بیان کرنے سے منع کر رہے ہیں۔ یہ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی ناقدری ہے۔

جواب نمبر 1:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حدیث کی مخالفت نہیں کی بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مزاج شناس نبوت تھے۔ وہ نبوت کا مزاج جانتے تھے کہ اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت میں جمال ہے اور آپ اکیلے ایک انصار کے باغ میں ہیں۔ وہاں اللہ تعالیٰ کی خاص تجلیات میں ہیں۔ اسی کیفیتِ جمالی میں آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث بیان فرمائی ہے کہ جو بندہ صدقِ دل کے ساتھ صرف کلمہ پڑھ لے اس کے لیے جنت کی بشارت ہے۔ نیز بشارت کا حکم یہ وجوبی نہیں ہے بلکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی خوشنودی کے لیے ہے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ذہن میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے بیان کردہ حدیث بھی تھی کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ اے معاذ! بندوں پر اللہ کا حق یہ ہے کہ بندے اللہ کا کلمہ پڑھ لیں، پھر اللہ ان کو عذاب نہ دیں۔ اس پر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ! اس بات کی بشارت لوگوں کو دے دوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: اے معاذ! لوگوں کو بیان نہ کرنا ورنہ لوگ اسی پر

بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں گے، اعمال کی طرف توجہ نہیں کریں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ چونکہ مزاج شناس نبوت ہیں تو وہ سمجھ گئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ اے معاذ! یہ حدیث لوگوں کو بیان نہیں کرنی اور یہاں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرما رہے ہیں کہ جا کر بیان کر دیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دونوں احادیث کو سامنے رکھا۔ چونکہ آپ مزاج شناس نبوت ہیں اس لیے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ واپس جائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کریں۔ لہذا اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مخالفت حدیث کرنا نہیں بلکہ مزاج شناس نبوت ہونا سمجھ میں آتا ہے۔

جواب نمبر 2:

حدیث کے آخر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موافقت کرنا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کا موقف درست تھا۔ چنانچہ یہ الفاظ واضح دلیل ہیں:

قَالَ: فَلَا تَفْعَلْ فَإِنِّي أَخْشَى أَنْ يَتَكَلَّمَ النَّاسُ عَلَيْهَا فَخَلَّيْهُمْ يَعْمَلُونَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَخَلَّيْهُمْ.

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! ایسا نہ کیجیے، مجھے خوف ہے کہ لوگ اسی کلمہ پر بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں گے (اور اعمال کو چھوڑ دیں گے) پس آپ ان کو چھوڑ دیں، (یہ بات بیان نہ کریں) تاکہ لوگ اعمال کرتے رہیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ہے، اس بات کو چھوڑ دو (یعنی بیان نہ کرو)۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ وَصَلِّ عَلَى
الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ

اعتراض نمبر 11

عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازے میں شرکت نہیں کی

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ العباسی الکوفی رحمہ اللہ (ت 235ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا ابْنُ نُفَيْرٍ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ؛ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرُ لَمْ يَشْهَدَا دَفْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، كَانَا فِي الْأَنْصَارِ ، فَبُؤِيعَا قَبْلَ أَنْ يَرْجِعَا .^[255]

ترجمہ: ابن نمیر، ہشام بن عروہ سے بیان کرتے ہیں کہ وہ اپنے والد (عروہ بن زبیر رحمہ اللہ) سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کے وقت موجود نہیں تھے بلکہ وہ دونوں انصار کے پاس تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے واپس آنے سے پہلے دفن کیا جا چکا تھا۔

اعتراض:

اس روایت کی بنیاد پر حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ نبوت کی تجہیز، تکفین اور تدفین میں دونوں موجود نہیں تھے بلکہ حصول خلافت کے لیے سقیفہ بنی ساعدہ میں چلے گئے تھے۔ (معاذ اللہ)

جواب نمبر 1:

روایت بالادوا اعتبار سے حجت نہیں ہے:

1: سند کے اعتبار سے (کہ اس کی سند میں انقطاع ہے)

2: متن کے اعتبار سے (کہ اس کا متن شاذ ہے)

ذیل میں ہر ایک کی تفصیل پیش کی جاتی ہے:

[1]: انقطاع سند

اس روایت کے مرکزی راوی حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ تابعی ہیں۔ ان کی ولادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے شروع میں ہوئی ہے۔ تو راوی کا مذکورہ واقعہ کے وقت موجود نہ ہونا اس روایت کے منقطع ہونے کی واضح دلیل ہے۔

چنانچہ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی الشافعی رحمہ اللہ (ت 852ھ) لکھتے ہیں:

عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ بْنِ خُوَيْلِدٍ الْأَسَدِيِّ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْمَدَنِيُّ ثَقَّةٌ فَقِيهٌ مَشْهُورٌ مِنَ الثَّلَاثَةِ مَاتَ سَنَةَ أَرْبَعٍ وَتِسْعِينَ عَلَى الصَّحِيحِ وَمَوْلَاهُ فِي أَوَّلِ خِلَافَةِ عُثْمَانَ. [256]

ترجمہ: ابو عبد اللہ عروہ بن زبیر بن عوام بن خویلید الاسدی المدنی ثقہ ہیں، مشہور فقیہ ہیں اور طبقہ ثالثہ میں سے ہیں۔ صحیح قول کے مطابق ان کی وفات سن 94 ہجری میں ہوئی ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے شروع میں ان کی ولادت ہوئی ہے۔

ظاہر ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کی ابتداء 24 ہجری میں ہوئی ہے اور یہ واقعہ سن 11 ہجری کا ہے۔ تو گویا ولادت سے بھی تقریباً تیرہ سال پہلے کا واقعہ ذکر کر رہے ہیں۔ تو یہ سند کا انقطاع ہوا۔

[2]: متن کا شاذ ہونا

مذکورہ بالا روایت (جس میں شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی عدم شرکت معلوم ہو رہی ہے) کے علاوہ صحیح اور متصل السند روایات موجود ہیں جن سے شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال پر ملال کے وقت موجود ہونا معلوم ہوتا ہے۔ ذیل میں صرف دو روایات پیش کی جاتی ہیں:

1: امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ شَهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَقْبَلَ عَلَى فَرَسٍ مِنْ مَسْكِنِهِ بِالسُّنَحِ حَتَّى نَزَلَ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ فَلَمْ يُكَلِّمِ النَّاسَ حَتَّى دَخَلَ

عَلَى عَائِشَةَ فَتَيَّبَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُغْشَى بِثَوْبٍ حَبْرَةٍ فَكَشَفَ عَنْ وَجْهِهِ ثُمَّ أَكَبَّ عَلَيْهِ فَقَبَّلَهُ وَبَكَى ثُمَّ قَالَ: يَا أَبَتِ أَيُّمِّي وَاللَّهِ لَا يَجْمَعُ اللَّهُ عَلَيْكَ مَوْتَتَيْنِ الْخ [257]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے جو مقام سُخ میں واقع تھا، گھوڑے پر سوار ہو کر آئے، سواری سے اترے، مسجد کے اندر تشریف لائے، کسی سے کوئی بات نہیں کی۔ بعد میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یمنی چادر اوڑھادی گئی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک سے کپڑے کو ہٹایا، تھوڑا سا نیچے جھکے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کو بوسہ دیا اور رونے لگے۔ پھر (آپ کو مخاطب بناتے ہوئے) کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان! اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں طاری نہیں کرے گا۔ (یعنی جو ایک موت آئی تھی وہ آچکی، اب دوبارہ قبر میں آپ کو کبھی موت نہیں آئے گی بلکہ حیات ہی حیات حاصل رہے گی)

فائدہ: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دو گھر تھے۔ ایک گھر مسجد نبوی کے ساتھ تھا، اس کی کھڑکی مسجد نبوی کے اندر کھلی ہوئی تھی اور آپ رضی اللہ عنہ اسی کھڑکی سے مسجد تشریف لایا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وصال مبارک سے کچھ عرصہ پہلے حکم دیا تھا کہ جن جن کی کھڑکیاں مسجد میں کھلی ہوئی ہیں انہیں بند کر دیا جائے سوائے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی کھڑکی کے۔ آج بھی مسجد نبوی کی پرانی عمارت کے دائیں جانب اوپر کی طرف ایک جگہ لکھا ہوا ہے:

"هَذِهِ خَوْخَةُ أَبِي بَكْرٍ"

یہ ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کی کھڑکی کہ جگہ ہے۔

بظاہر یہ جگہ سابقہ گھر کے محاذات میں ہے کیونکہ پرانی مسجد نبوی یہاں تک نہیں تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کا دوسرا گھر مسجد نبوی سے کچھ فاصلے پر مقام سُخ پر تھا۔ جس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس دن آپ

رضی اللہ عنہ نے فجر کی نماز مسجد نبوی میں پڑھائی اور سُخ والے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں آپ کو اطلاع ملی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاگئے ہیں۔ اس لیے روایت میں آیا ہے کہ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے۔

[2]: امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ رحمہ اللہ (ت 273ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: لَمَّا مَاتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْتَلَفُوا فِي اللَّحْدِ وَالشَّقِ، حَتَّى تَكْتُمُوا فِي ذَلِكَ، وَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمْ، فَقَالَ عُمَرُ: لَا تَصْخَبُوا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيًّا وَلَا مَيِّتًا، أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا، فَأَرْسَلُوا إِلَى الشَّقَاقِ، وَاللَّاحِدِ جَمِيعًا، فَجَاءَ اللَّاحِدُ، فَكَحَدَّ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ دُفِنَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [258]

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا آپس میں اس بات پر اختلاف ہوا کہ نبی علیہ السلام کی قبر بغلی بنائی جائے یا صندوقی، یہاں تک کہ اس سلسلے میں کافی گفتگو ہوئی اور لوگوں کی آوازیں بلند ہونا شروع ہوئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس زندگی میں یا موت کے بعد شور و غل نہ کرو، یا (راوی کو شک ہے) اس جیسا کچھ کلمہ کہا۔ بالآخر لوگوں نے بغلی اور صندوقی قبر بنانے والے دونوں حضرات کو بلوایا۔ تو بغلی قبر بنانے والا پہلے آپہنچا۔ چنانچہ اس نے بغلی قبر بنائی۔ پھر اسی (بغلی قبر) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کیا گیا۔

فائدہ: اس کے علاوہ صحیح روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ انتقال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر موجود تھے اور آپ رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر کئی ایک ہدایات ارشاد فرمائیں جن کو تسلیم کیا گیا اور ان پر عمل بھی کیا گیا۔ مثلاً:

- 1: غسل دینے کا مرحلہ آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اقرباء (رشتہ دار) غسل دیں، یہ ان کا حق ہے۔
- 2: آپ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ کی کیفیت اور ادائیگی کا طریقہ بیان فرمایا کہ ایک گروہ حجرہ مبارک میں داخل ہو گا، وہاں تکبیر کہے گا، درود پڑھے گا اور واپس آئے گا۔ پھر دوسرا گروہ جائے گا اور یہی کام کرے گا۔ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ عام نماز جنازہ کی طرح نہیں ادا کی جائے گی۔

3: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کا مرحلہ پیش آیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی نے فرمایا کہ میں نے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ پیغمبر جس جگہ وفات پاتے ہیں ان کی تدفین وہیں ہوتی ہے۔

ان امور سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم انتقال، غسل، جنازہ اور تدفین کے وقت وہاں موجود تھے اور مذکورہ ہدایات ارشاد فرماتے رہے اور اسی کے مطابق عمل ہوتا رہا۔ اور اوپر ذکر کردہ سنن ابن ماجہ کی روایت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا موجود ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔

لہذا عروہ بن زبیر رحمہ اللہ کی بیان کردہ روایت کا متن ان صحیح روایات کے مقابل میں ہونے کی وجہ سے شاذ ہے اور ناقابل اعتبار ہے۔

جواب نمبر 2:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز جنازہ ہمارے مروجہ طریق پر نہیں تھا بلکہ یہ نماز جنازہ ملائکہ، مہاجرین اور انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے گروہ در گروہ پڑھا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ تعداد اچھی خاصی تھی۔ ان کے جنازہ پڑھنے میں کافی وقت درکار تھا۔ اس وسیع وقت میں ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی جنازہ پڑھ لیا تھا جو سقیفہ بنو ساعدہ میں نامزدگی خلیفہ کے معاملہ پر گفتگو کر رہے تھے اور اسی اثناء میں دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی نماز جنازہ پڑھتے رہے۔

چنانچہ حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن خطیب ابی حفص عمر بن کثیر دمشقی شافعی رحمہ اللہ (ت 774ھ) لکھتے ہیں:

لَمَّا كُنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَوُضِعَ عَلَى سَرِيرِهِ، دَخَلَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَمَعَهُمَا نَفَرٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ بِقَدْرِ مَا يَسَعُ الْبَيْتُ. فَقَالَا: السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ، وَسَلَّمِ الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ كَمَا سَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ ثُمَّ صَفُّوا صُفُوفًا لَا يَوْمُ لَهُمْ أَحَدٌ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَهُمَا فِي الصَّفِّ الْأَوَّلِ حِيَالَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَللَّهُمَّ إِنَّا نَشْهَدُ أَنَّهُ قَدْ بَلَغَ مَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ، وَنَصَحَ لِأُمَّتِهِ، وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَتَّى أَعَزَّ اللَّهُ دِينَهُ

فَيَقُولُ النَّاسُ: آمِينَ آمِينَ وَيَخْرُجُونَ وَيَدْخُلُ آخَرُونَ حَتَّى صَلَّى الرَّجَالُ، ثُمَّ النِّسَاءُ، ثُمَّ الصِّبْيَانُ. [259]

ترجمہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفن دے دیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم چار پائی پر تھے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور کہا: اے نبی! آپ پر سلام ہو اور آپ پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ ان کے ساتھ مہاجرین کی اتنی تعداد تھا جتنی اس کمرے میں آسکتی تھی۔ انہوں نے بھی سلام کیا جس طرح حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے سلام کیا تھا، اور وہ سب صف میں کھڑے تھے۔ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پہلی صف میں کھڑے تھے۔ سب سے پہلے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اے اللہ! ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ جو چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی وہ انہوں نے ٹھیک طور پر پہنچائی اور انہوں نے اپنی امت کی خیر خواہی کی اور انہوں نے اللہ کے راستے میں جدوجہد کی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دین کو قوت دی اور عزت عطا فرمائی۔ اس کے بعد لوگوں نے کہا: آمین۔ پھر مزید لوگ داخل ہوئے۔ چنانچہ پھر عورتیں، پھر لڑکوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دعا کی۔

شبہ:

ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ جنازہ میں حضرات شیخین رضی اللہ عنہما شریک تھے لیکن جنازہ کو چھوڑ کر خلافت کی طرف متوجہ ہو گئے حالانکہ جنازہ زیادہ اہم تھا خلافت سے۔

جواب:

مسئلہ خلافت؛ دین کا بہت اہم اور بنیادی مسئلہ ہے جس پر نفاذ دین کا مدار ہے۔ نظام خلافت کا نفاذ وہ بنیادی چیز تھی جس کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا گیا تھا، یہ کوئی عام اور معمولی کام نہ تھا۔ نیز نظام خلافت ہی سے مسلمانوں کا اتحاد قائم رکھا جاسکتا ہے اور دشمنوں کی سازشوں اور حملوں سے سلطنت اسلامی کی حفاظت ہوتی ہے۔ اس لیے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم جو خلافت کے مسئلہ پر

[259] البدایہ والنہایہ لابن کثیر: ج 5 ص 265، باب کیفیہ الصلوۃ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم

گفتگو کرنے اور خلیفہ کی نامزدگی میں شریک رہے وہ تمام حضرات دین کے ایک اہم اور بنیادی کام میں شریک رہے اور یہ اسلام کا ہی کام تھا۔

مزید یہ ہے کہ غسل، تجہیز و تکفین، جنازہ اور تدفین کے مراحل میں حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بنفس نفیس شریک رہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ موقع بہ موقع ہدایات بھی ارشاد فرماتے رہے۔ چونکہ ان امور کے لیے وقت و سبب تھا اس لیے ان امور کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ مسئلہ خلافت جیسے اہم کام پر بھی گفتگو جاری رہی۔ کسی ایک کام کی وجہ سے دوسرا کام متاثر نہیں ہوا۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى أَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ
عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى أَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّتِهِ
كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ

اعتراض نمبر 12

عمر رضی اللہ عنہ ایک طلاق کو تین طلاق کہتے تھے

امام مسلم بن حجاج القشیری رحمہ اللہ (ت 261ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ الطَّلَاقُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَيُّ بَكْرٍ وَسَنَتَيْنِ مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ طَلَاقُ الثَّلَاثِ وَاحِدَةً، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: إِنَّ النَّاسَ قَدْ اسْتَعْجَلُوا فِي أَمْرٍ قَدْ كَانَتْ لَهُمْ فِيهِ أُنَاةٌ فَلَوْ أَمْضَيْنَاهُ عَلَيْهِمْ فَأَمْضَاهُ عَلَيْهِمْ". [260]

و روی هذا من طريق آخر وفيه ابن جريج.

مترجمین اس حدیث کو نقل کر کے اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

"حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی تھیں۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ لوگوں نے طلاق کے معاملے میں جلدی کی ہے (یعنی ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دینے لگے ہیں) حالانکہ انہیں اس بارے میں مہلت دی گئی تھی (کہ وہ تین طہریاتین مہینوں میں تین طلاقیں دیں)۔ پس اگر ہم ایسے لوگوں پر تین طلاقیں جاری کر دیں۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں تین طلاقوں کے طور پر جاری کر دیا۔"

اعتراض:

حدیث بالا کو بنیاد بنا کر اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں تین طلاقیں ایک

ہی شمار ہوتی تھیں لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ہی مرتبہ دی جانے والی تین طلاقوں کو تین طلاقیں شمار کر کے حدیث کی مخالفت کی۔ (معاذ اللہ)

جواب نمبر 1:

علامہ محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی رحمہ اللہ (ت 676ھ) نے اس کے کئی جواب دیے ہیں۔

ان میں ایک جواب یہ ہے:

فَالْأَصَحُّ أَنَّ مَعْنَاهُ أَنَّهُ كَانَ فِي أَوَّلِ الْأَمْرِ إِذَا قَالَ لَهَا: "أَنْتِ طَالِقٌ، أَنْتِ طَالِقٌ، أَنْتِ طَالِقٌ" وَلَمْ يَنْوِ تَأْكِيدًا وَلَا اسْتِثْنَاءً يُحْكَمُ بِوُقُوعِ طُلُقَةٍ لِقَلَّةِ إِرَادَتِهِمْ الْإِسْتِثْنَاءَ بِذَلِكَ فَحُيِلَ عَلَى الْغَالِبِ الَّذِي هُوَ إِرَادَةُ التَّأْكِيدِ فَلَمَّا كَانَ فِي زَمَنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَكَثُرَ اسْتِعْمَالُ النَّاسِ بِهَذِهِ الصِّيغَةِ وَغَلَبَ مِنْهُمْ إِرَادَةُ الْإِسْتِثْنَاءِ بِهَا حُيِلَتْ عِنْدَ الْإِطْلَاقِ عَلَى الثَّلَاثِ عَمَلًا بِالْغَالِبِ السَّابِقِ إِلَى الْفَهْمِ مِنْهَا فِي ذَلِكَ الْعَصْرِ. [261]

ترجمہ: حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی صحیح مراد یہ ہے کہ شروع زمانہ میں جب کوئی شخص اپنی بیوی کو ”انت طالق، انت طالق، انت طالق“ کہہ کر طلاق دیتا اور دوسری اور تیسری طلاق سے اس کی نیت تاکید کی ہوتی نہ استیناف کی، تو چونکہ لوگ استیناف کا ارادہ کم کرتے تھے اس لیے غالب عادت کا اعتبار کرتے ہوئے محض تاکید مراد لی جاتی اور ایک طلاق کا حکم لگایا جاتا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا اور لوگوں نے اس جملہ کا استعمال بکثرت شروع کیا اور عموماً ان کی نیت طلاق کے دوسرے اور تیسرے لفظ سے استیناف ہی کی ہوتی تھی، اس لئے اس جملہ کا جب کوئی استعمال کرتا تو اس دور کے عرف کی بناء پر تین طلاقوں کا حکم لگایا جاتا تھا۔

تنبیہ: یہ اس صورت میں ہے کہ جب ”أَنْتِ طَالِقٌ“ کو تین بار کہے۔ اگر ”أَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا“ کہے تو پھر تین ہی واقع ہو جائیں گی۔

جواب نمبر 2:

اس حدیث میں طلاق کی تاریخ بیان کی جا رہی ہے کہ عہد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے لے کر ابتدائے عہد فاروقی تک لوگ یکجا تین طلاقیں دینے کے بجائے ایک طلاق دیا کرتے تھے، خلافت فاروقی کے تیسرے سال سے لوگوں نے جلد بازی شروع کر دی کہ ایک طلاق دینے کے بجائے تین طلاقیں اکٹھی دینے لگے تو وہ تینوں طلاقیں نافذ کر دی گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے الفاظ اس پر واضح قرینہ ہیں، آپ فرماتے ہیں:

إِنَّ النَّاسَ قَدْ اسْتَعْجَلُوا فِي أَمْرِ قَدْ كَانَتْ لَهُمْ فِيهِ أُنَاقَةٌ.

کہ لوگوں کو جس کام میں سہولت تھی انہوں نے اس میں جلد بازی شروع کر دی ہے۔

اگر ابتداء سے تین طلاق دینے کا عمومی رواج ہو تا تو پھر استعجال اور اناۃ کا کوئی معنی نہیں بنتا۔ لہذا اس حدیث میں ”طَلَاقُ الثَّلَاثِ وَاحِدَةٌ“ کا مطلب ”تین طلاقوں کے بجائے ایک طلاق دینا“ ہے۔ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں آکر مسئلہ بدل گیا تھا بلکہ مطلب یہ ہے کہ طلاق دینے کے معاملے میں لوگوں کی عادت بدل گئی تھی۔ اگر یہ مراد لیا جائے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے فیصلہ کو منسوخ فرما کر تین طلاقوں کو تین شمار کیا ہے تو یہ مطلب انتہائی غلط ہے، کیونکہ اگر یہی معاملہ ہو تا تو صحابہ رضی اللہ عنہم اس پر اجماع نہ فرماتے بلکہ اس فیصلہ کا انکار کرتے حالانکہ کسی سے بھی انکار منقول نہیں۔ یہی مطلب محدثین نے بیان کیا ہے۔

چنانچہ امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی رحمہ اللہ (ت 606ھ) فرماتے ہیں:

أَمْرًا أَنْ الْمُعْتَادَ فِي الزَّمَنِ الْأَوَّلِ كَانَ طَلَقَةً وَاحِدَةً وَصَارَ النَّاسُ فِي زَمَنِ عُمَرَ يُوقِعُونَ الثَّلَاثَ دَفْعَةً فَنَفَذَهُ عُمَرُ فَعَلَى هَذَا يَكُونُ إِخْبَارًا عَنِ اخْتِلَافِ عَادَةِ النَّاسِ لَا عَنْ تَغْيِيرِ حُكْمٍ فِي مَسْأَلَةٍ وَاحِدَةٍ. قَالَ الْمَازَرِيُّ: "وَقَدْ زَعَمَ مَنْ لَا خُبْرَةَ لَهُ بِالْحَقَائِقِ أَنَّ ذَلِكَ كَانَ ثُمَّ نُسِخَ". قَالَ: وَهَذَا غَلَطٌ فَاحِشٌ لِأَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَا يَنْسَخُ وَلَوْ نَسَخَ وَحَاشَا لِبَادَرَتِ الصَّحَابَةَ إِلَى إِنْكَارِهِ. [262]

ترجمہ: مراد یہ ہے کہ پہلے ایک طلاق کا دستور تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگ تینوں طلاقیں

بیک وقت دینے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں نافذ فرمادیا۔ اس طرح یہ حدیث لوگوں کی عادت کے بدل جانے کی خبر ہے نہ کہ مسئلہ کے حکم کے بدلنے کی اطلاع ہے۔ امام مازری رحمۃ اللہ علیہ [محمد بن علی بن عمر التیمی المازری المالکی المتوفی 536ھ، مؤلف ”المُعْلَمُ بِفَوَائِدِ مُسْلِمٍ“ 3 مجلدات] فرماتے ہیں: حقائق سے بے خبر لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ ”تین طلاقیں پہلے ایک تھیں، پھر منسوخ ہو گئیں“ یہ کہنا بڑی فحش غلطی ہے، اس لیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے فیصلہ کو منسوخ نہیں کیا، -حاشا- اگر آپ منسوخ کرتے تو تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اس کے انکار کے درپے ضرور ہو جاتے۔

اگر آپ رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ خود ساختہ ایک نیا فیصلہ ہو تا یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے خلاف ہوتا۔ العیاذ باللہ۔ تو ایک صحابی بھی اس پر راضی نہ ہوتا چہ جائیکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پوری جماعت نے اس فیصلے سے اتفاق کر لیا، حتیٰ کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جو اس حدیث کے راوی ہیں ان کا فتویٰ بھی تین طلاقوں کے تین واقع ہونے کا ہے۔

امام العصر علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ (ت 1352ھ) اس حدیث کا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں:

أَمَّا كَانَ النَّاسُ يُطْلِقُونَ وَاحِدَةً بَدَلَ الثَّلَاثِ وَيَكْتَفُونَ بِوَاحِدَةٍ لِلتَّطْلِيقِ، وَكَانُوا لَا يُطْلِقُونَ ثَلَاثًا خِلَافَ السُّنَّةِ، وَهُمْ كَانُوا عَلَى ذَلِكَ إِلَى خِلَافَةِ عُمَرَ حَتَّى صَارُوا فِي عَهْدِهِ يُطْلِقُونَ ثَلَاثًا دَفْعَةً خِلَافَ السُّنَّةِ، فَأَمَضَاهُ عُمَرُ عَلَيْهِمْ وَهَذَا أَحَدُ مَعْنَى الْحَدِيثِ ذَكَرَهُ النَّوَوِيُّ فِي شَرْحِ مُسْلِمٍ. [263]

ترجمہ: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ لوگ تین طلاقیں دینے کے بجائے ایک طلاق دینے پر اکتفاء کرتے تھے، تین طلاقیں جو کہ خلاف سنت ہیں؛ نہیں دیتے تھے۔ یہ معاملہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت تک چلتا رہا یہاں تک کہ لوگ خلاف سنت تین طلاقیں اکٹھی دینے لگے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان تین طلاقوں کو نافذ فرما دیا۔ اس حدیث کا یہ مطلب امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔

فائدہ:

امام العصر حضرت مولانا علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ (ت 1352ھ) نے اس حدیث کا یہ مطلب لینے پر (کہ لوگ تین طلاقیں کی بجائے ایک طلاق دیتے تھے) قرآن و حدیث سے دو نظریں بھی پیش کی ہیں:

نظیر نمبر 1: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿أَجْعَلِ الْاِلَهَةَ الْهَاءَ وَاحِدًا﴾ [264]

ترجمہ: (کافر یہ کہتے ہیں) کیا اس (پیغمبر) نے سارے معبودوں کو ایک معبود میں تبدیل کر دیا ہے؟

علامہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَهُمْ لَمْ يُرِيدُوا بِقَوْلِهِمْ هَذَا أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آمَنَ بِالْإِلَهَةِ ثُمَّ جَعَلَهُمْ وَاحِدًا، وَإِنَّمَا يُرِيدُونَ أَنَّهُ جَعَلَ الْهَاءَ وَاحِدًا بَدَلَ الْإِلَهَةِ. [265]

ترجمہ: کفار کے اس قول کا مطلب یہ نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے تمام آلہہ پر ایمان لائے، پھر ان کو ایک کر دیا بلکہ ان کا مطلب یہ تھا کہ آپ نے تمام آلہہ کو چھوڑ کر ایک کو اپنا لیا ہے۔

نظیر نمبر 2: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

مَنْ جَعَلَ الْهُمُومَ هَمًّا وَاحِدًا هَمَّ آخِرَتِهِ كَفَاهُ اللَّهُ هَمَّ دُنْيَاهُ. [266]

ترجمہ: جو شخص اپنی تمام فکروں کو ایک فکر یعنی آخرت کی فکر بنا لے اللہ تعالیٰ دنیوی پریشانیوں اور فکروں سے اس کی کفایت فرماتے ہیں۔

علامہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَلَيْسَ الْمُرَادُ اخْتِيَارَ الْهُمُومِ ثُمَّ جَعَلَهَا وَاحِدَةً، وَإِنَّمَا الْمُرَادُ أَنَّهُ اخْتَارَ هَمًّا وَاحِدًا بَدَلَ

[264] سورة ص: 5

[265] معارف السنن: ج 5 ص 472

[266] سنن ابن ماجہ: باب الانتفاع بالعلم والعمل بہ - عن عبد اللہ بن مسعود

هُمُومٌ كَثِيرَةٌ. [267]

ترجمہ: اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان پہلے تمام غموں کا روگ لگا لے پھر ان سب کو ایک غم میں تبدیل کر دے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ انسان غموں کے انبار کو چھوڑ کر ایک آخرت کی فکر کو اپنالے۔
جواب نمبر 3:

امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل البغدادی رحمہ اللہ (ت 241ھ) فرماتے ہیں:

الْحَدِيثُ إِذَا لَمْ تَجْمَعْ طَرَقَهُ لَمْ تَفْهَمْهُ وَالْحَدِيثُ يُفَسِّرُ بَعْضُهُ بَعْضًا. [268]

ترجمہ: جب تک آپ حدیث کے تمام طرق جمع نہ کر لیں اس وقت تک حدیث کا معنی نہیں سمجھ سکتے، اس لیے کہ ایک حدیث دوسری حدیث کی تشریح کرتی ہے۔

چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک حدیث سنن ابی داؤد میں ہے، جس میں راوی سے سوال کرنے والا شخص ایک ہی ہے یعنی ابو الصہباء، اور دونوں روایتوں کے الفاظ بھی تقریباً ملتے جلتے ہیں۔ روایت یہ ہے:

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: بَلَى كَانَ الرَّجُلُ إِذَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا جَعَلُوهَا وَاحِدَةً عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَى بَكْرٍ وَصَدْرًا مِنْ إِمَارَةِ عُمَرَ. [269]

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہاں! جب خاوند اپنی بیوی کو ہمستری سے پہلے تین طلاق دیتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور میں اسے ایک شمار کیا جاتا تھا۔

اس روایت کی اسناد صحیح ہے۔ [270]

[267] معارف السنن: ج 5 ص 472

[268] الجامع لاخلاق الراوی للخطیب: ص 370 رقم 1651

[269] سنن ابی داؤد: ج 1 ص 317 باب نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث

[270] زاد المعاد لابن القيم: ج 4 ص 1019 - فصل: في حكمه صلى الله عليه وسلم فيمن طلق ثلاثا بكلمة واحدة۔

اسی طرح صحیح مسلم کے راوی ”طاؤوس یمانی“ کی خود اپنی روایت میں بھی ”غیر مدخول بہا“ کی قید موجود

ہے۔

چنانچہ امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ ابراہیم بن عثمان العباسی الکوفی رحمہ اللہ (ت 235ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيْيَةَ، عَنْ كَيْثٍ، عَنْ طَاوُوسٍ، وَعَطَاءٍ، أَنَّهُمَا قَالَا: إِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا، فَهِيَ وَاحِدَةٌ.^[271]

ترجمہ: امام طاؤوس یمانی اور امام عطاء بن ابی رباح رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو رخصتی سے پہلے تین طلاقیں دے دے تو وہ ایک شمار ہوتی ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن عثمان بن ابراہیم بن الماردینی الحنفی رحمہ اللہ (ت 750ھ) اس روایت کے راویوں کی ثقاہت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ذَكَرَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ بِسَنَدٍ رِجَالُهُ ثِقَاتٌ عَنْ طَاوُوسٍ وَعَطَاءٍ وَجَابِرِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّهُمْ قَالُوا: إِذَا طَلَّقَهَا ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا، فَهِيَ وَاحِدَةٌ.^[272]

ترجمہ: امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے طاؤس، عطاء اور جابر بن زید سے ثقہ راویوں پر مشتمل سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ یہ تمام حضرات فرماتے تھے کہ اگر خاوند اپنی بیوی کو ہمبستری سے پہلے تین طلاق دے دے تو وہ ایک شمار ہوتی ہے۔

ان دونوں روایات میں ”قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا“ (غیر مدخول بہا) کی تصریح ہے۔ معلوم ہوا کہ حدیث صحیح مسلم مطلق نہیں بلکہ ”غیر مدخول بہا“ کی قید کے ساتھ مقید ہے۔ ایسی عورت کو خاوند الگ الگ الفاظ (أَنْتِ طَالِقٌ أَنْتِ طَالِقٌ أَنْتِ طَالِقٌ) سے طلاق دے تو پہلی طلاق سے ہی وہ بائنے ہو جائے گی اور دوسری تیسری طلاق لغو ہو

[271] مصنف ابن ابی شیبہ: ج 9 ص 539 رقم الحدیث 18177

[272] الجوهري النقي على السنن الكبرى للبيهقي: ج 7 ص 331

جائے گی۔ اس لیے کہ وہ طلاق کا محل ہی نہیں رہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور میں غیر مدخول بہا کو طلاق دینے کا یہی طریقہ رائج تھا، اس لیے ان حضرات کے دور میں غیر مدخول بہا کو دی گئی ان تین طلاقوں کو ایک سمجھا جاتا تھا، لیکن بعد میں لوگ ایک ہی جملہ میں اکٹھی تین طلاقیں دینے لگے (یعنی اُنَّتِ طَلَقٌ ثَلَاثًا) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اب تین ہی شمار ہوں گی، کیونکہ غیر مدخول بہا کو ایک ہی لفظ سے اکٹھی تین طلاقیں تین ہی واقع ہوتی ہیں۔

جواب نمبر 4:

اگر وہی مطلب لیا جائے جو غیر مقلدین لیتے ہیں کہ تین طلاق ایک ہوتی ہے تو یہ مطلب لینا انتہائی غلط ہے۔ ایسا مطلب لینے سے یہ روایت شاذ (ضعیف) ہو جائے گی۔ اس لیے کہ یہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور آپ رضی اللہ عنہما کے تمام شاگرد آپ رضی اللہ عنہ سے تین طلاق کا تین ہونا ہی روایت کرتے ہیں اور اس روایت میں آپ کا شاگرد ”طاؤس“ ہے۔ اگر یہی مطلب ہی لیا جائے کہ طاؤس اس روایت میں تین کا ایک ہونا روایت کرتا ہے تو بات آپ رضی اللہ عنہما کے تمام شاگردوں کے خلاف ہوگی۔

تصریحات محققین ملاحظہ ہوں:

(1): امام ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل رحمہ اللہ

كُلُّ أَصْحَابِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَوَوْا عَنْهُ خِلَافَ مَا قَالَ طَاوُوسٌ. [273]

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تمام شاگرد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے جو [تین طلاق کا تین ہونا] روایت کرتے ہیں طاؤس ان سب کے خلاف روایت کرتا دکھائی دیتا ہے۔

(2): امام محمد بن رشد مالکی رحمہ اللہ

بِأَنَّ حَدِيثَ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي الْوَاقِعِ فِي الصَّحِيحَيْنِ إِنَّمَا رَوَاهُ عَنْهُ مِنْ أَصْحَابِهِ طَاوُوسٌ، وَأَنَّ جَلَّةَ أَصْحَابِهِ رَوَوْا عَنْهُ لُزُومَ الثَّلَاثِ مِنْهُمْ سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ وَمُجَاهِدٌ وَعَطَاءٌ وَعَمْرُو بْنُ دِينَارٍ وَجَمَاعَةٌ

[274] غَيْرُهُمْ.

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت جو صحیحین میں واقع ہے اسے آپ کے شاگردوں میں سے صرف طاؤس روایت کرتے ہیں، آپ کے جملہ جلیل القدر شاگرد مثلاً امام سعید بن جبیر، امام مجاہد، امام عطاء، امام عمرو بن دینار اور ان کے علاوہ ان کے شاگردوں کی ایک خاصی جماعت، تین طلاق کا تین ہونا ہی روایت کرتے ہیں۔
تنبیہ: حدیث ابن عباس صحیحین میں نہیں، صرف صحیح مسلم میں ہے۔

(3): امام ابو بکر بیہقی رحمہ اللہ

فَهَذِهِ رِوَايَةُ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَعَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ وَمُجَاهِدٍ وَعِكْرِمَةَ وَعَمْرُو بْنِ دِينَارٍ وَمَالِكِ بْنِ الْحَارِثِ وَمُحَمَّدِ بْنِ إِيَّاسِ بْنِ الْبُكَيْرِ وَزُوَيْنَاهُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي عِيَّاشٍ الْأَنْصَارِيِّ كُلُّهُمْ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ أَجَازَ الطَّلَاقَ الثَّلَاثَ وَأَمْضَاهُنَّ. [275]

ترجمہ: امام سعید بن جبیر، امام عطاء بن ابی رباح، امام مجاہد، امام عکرمہ، امام عمرو بن دینار، امام مالک بن حارث، امام محمد بن ایاس بن بکیر اور امام معاویہ بن ابی عیاش انصاری تمام راوی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے تین طلاقوں کو تین ہی قرار دیا ہے۔

چونکہ طاؤس کی یہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تمام شاگردوں کی روایت کے خلاف ہے اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ اس روایت کو اپنی صحیح میں نہیں لائے۔ امام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ البیہقی (ت 458ھ) فرماتے ہیں:

وَتَرَكُهُ الْبُخَارِيُّ وَأَظْنُهُ إِنَّمَا تَرَكَهُ لِمُخَالَفَتِهِ سَائِرَ الرِّوَايَاتِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا. [276]

ترجمہ: امام بخاری نے اس روایت کو ترک کر دیا ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ امام بخاری نے یہ روایت اس لیے ترک

[274] بدایۃ المجتہد: ج 2 ص 61 کتاب الطلاق، الباب الاول

[275] السنن الکبریٰ للبیہقی: ج 7 ص 338 باب مَنْ جَعَلَ الثَّلَاثَ وَاحِدَةً

[276] السنن الکبریٰ للبیہقی: ج 7 ص 338 باب مَنْ جَعَلَ الثَّلَاثَ وَاحِدَةً

کی ہے کیونکہ یہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی دیگر تمام روایات کے مخالف ہے۔

الحاصل یہ روایت طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تمام شاگردوں کے خلاف روایت کی ہے اور تمام شاگرد تین کا تین ہونا ہی نقل کرتے ہیں، اس لیے طاؤس کی یہ روایت ان سب کے مقابلے میں شاذ، وہم، غلط اور ناقابلِ حجت ہے۔

جواب نمبر 5:

خود صحیح مسلم کی اس روایت کے راوی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اپنا فتویٰ اس روایت کے خلاف ہے۔ کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما تین طلاق کو تین ہی فرماتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ أَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: طَلَّقْتُ امْرَأَتِي ثَلَاثًا، فَقَالَ: عَصَيْتَ رَبَّكَ وَحَرَمْتَ عَلَيْكَ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَكَ. [277]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک آدمی آکر کہنے لگا: میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی ہے اور تیری بیوی تجھ پر حرام ہو گئی ہے جب تک وہ تیرے علاوہ کسی اور مرد سے نکاح نہ کر لے (اس وقت تک تیرے لیے حلال نہیں ہوگی)۔

اور اصول حدیث کا قاعدہ ہے:

عَمَلُ الرَّاَوِيِّ بِخِلَافِ رِوَايَتِهِ بَعْدَ الرِّوَايَةِ مِمَّا هُوَ خِلَافٌ بَيِّقَيْنِ يَسْقُطُ الْعَمَلُ بِهِ عِنْدَنَا.

[278]

ترجمہ: راوی کا روایت کرنے کے بعد اس کے خلاف عمل کرنا اس روایت پر عمل کو ساقط کر دیتا ہے۔

لہذا اس اصول کی رو سے بھی مذکورہ روایت قابلِ عمل نہیں ہے۔

نوٹ: اس کی مزید تفصیل ہمارے مقالہ "مسئلہ تین طلاق" میں ملاحظہ فرمائیں۔

[277] جامع المسانید: ج 2 ص 148، السنن الکبریٰ للبیہقی: ج 7 ص 337 و اسنادہ صحیح

[278] المنار مع شرحہ ص 190، قواعد فی علوم الحدیث للعثماني ص 202

اعتراض نمبر 13

عمر رضی اللہ عنہ نے متعہ کو حرام قرار دیا تھا

امام ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر الطبری رحمہ اللہ (ت 310ھ) روایت کرتے ہیں:

قَالَ الْحَكَمُ: قَالَ عَلِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: لَوْلَا أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ نَهَى عَنِ الْمُتْعَةِ مَا زُنِيَ إِلَّا

شَقِيًّا. [279]

ترجمہ: حکم کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر عمر متعہ سے منع نہ کرتے تو سوائے بد بخت کے زنا میں کوئی مبتلا نہ ہوتا۔

اعتراض:

اس روایت کی بنیاد پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ متعہ جائز تھا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منع کر دیا۔

جواب:

روایت بالادو وجوہات کی بنا پر حجت نہیں ہے:

1: سند کے اعتبار سے (کہ اس کی سند میں انقطاع ہے)

2: متن کے اعتبار سے (کہ اس کا متن شاذ ہے)

ذیل میں ہر ایک کی تفصیل پیش کی جاتی ہے:

[1]: انقطاع سند

اس روایت کے مرکزی راوی حضرت حکم بن عتیبہ الکندی رحمہ اللہ تابعی ہیں۔ ان کی ولادت سن 50 ہجری میں ہوئی۔ وہ اس روایت کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے نقل کر رہے ہیں جب کہ حضرت علی رضی

[279] تفسیر الطبری: ج 4 ص 17 رقم 7185 سورة النساء، تحت الآية {وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ}

اللہ کی شہادت 40 ہجری میں ہے۔ یہ اس روایت کے منقطع ہونے کی واضح دلیل ہے۔

چنانچہ ابوالحجاج علامہ یوسف بن عبد الرحمن بن یوسف جمال الدین المزنی رحمہ اللہ (ت 742ھ) لکھتے ہیں:

الْحَكَمُ بْنُ عُثَيْبَةَ الْكِنْدِيُّ أَبُو مُحَمَّدٍ أَنَّهُ وَلِدَ سَنَةَ خَمْسِينَ ، وَقِيلَ : إِنَّهُ مَاتَ سَنَةَ
ثَلَاثَ عَشْرَةَ وَمِئَةً. [280]

ترجمہ: ابو محمد حکم بن عتیبہ الکندی.... سن 50 ہجری میں ان کی پیدائش ہوئی ہے۔ بعض نے کہا ہے 113 ہجری میں فوت ہوئے۔

[2]: متن کا شاذ ہونا

یہ روایت ان صحیح اور متصل السند روایات کے خلاف ہے جن میں متعہ کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔

ذیل میں وہ روایات پیش کی جاتی ہیں:

1: عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ
وَعَنْ لُحُومِ الْحُمْرِ الْأَهْلِيَّةِ زَمَنَ خَيْبَرَ. [281]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں: بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے موقع پر گھریلو گدھوں کے گوشت کھانے اور عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے سے منع فرمایا۔

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) حرمت متعہ سے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

حَدِيثُ عَلِيٍّ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ وَإِنَّمَا رَوَى عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ شَيْءٌ مِنَ الرُّخْصَةِ فِي الْمُبْتَعَةِ ثُمَّ رَجَعَ عَنْ قَوْلِهِ

[280] تہذیب الکمال فی اسماء الرجال: ج 7 ص 120 ترجمہ حکم بن عتیبہ الکندی، رقم الترجمہ 1438

[281] سنن الترمذی: رقم الحدیث 1121

حَيْثُ أُخْبِرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. [282]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن اور صحیح درجہ کی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، ائمہ عظام، فقہاء اور محدثین رحمہم اللہ کا اس پر عمل ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے متعہ کی رخصت کے حوالے سے روایات مروی ہیں لیکن جب ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کی خبر دی گئی تو انہوں نے اپنے رخصت والے قول سے رجوع فرمالیا تھا۔

2: حضرت محمد بن کعب القرظی رحمہ اللہ (ت 118ھ) فرماتے ہیں:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: إِنَّمَا كَانَتِ الْمُنْتَعَةُ فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ، كَانَ الرَّجُلُ يَقْدِمُ الْبُلْدَةَ لَيْسَ لَهُ بِهَا مَعْرِفَةٌ فَيَتَزَوَّجُ الْمَرْأَةَ بِقَدَرِ مَا يَرَى أَنَّهُ يَقِيمُ فَتَحْفَظُ لَهُ مَتَاعَهُ وَتَصْلُحُ لَهُ شَيْئُهُ حَتَّى إِذَا نَزَلَتِ الْآيَةُ ﴿إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ﴾ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: فَكُلُّ فَرَجٍ سِوَى هَذَيْنِ فَهُوَ حَرَامٌ. [283]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: بے شک متعہ اسلام کے دورِ اول میں مباح تھا، جب کوئی شخص کسی نئی جگہ جاتا جہاں اس کی جان پہچان نہ ہوتی تو جتنے دن اسے وہاں قیام کرنا ہوتا اتنے دنوں کے لیے کسی عورت سے شادی کر لیتا، تاکہ وہ عورت اس کے سامان کی حفاظت اور اس کی چیزوں کی دیکھ بھال کرے۔ پھر جب یہ آیت ﴿إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ﴾ (سوائے اپنی بیویوں اور ان باندیوں کے جو ان کی ملکیت میں آچکی ہوں) نازل ہوئی تو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان دونوں (بیوی اور باندی) کے علاوہ ہر شرم گاہ حرام ہے۔

[282] سنن الترمذی: تحت رقم الحدیث 1121

[283] سنن الترمذی: برقم الحدیث 2112

اعتراض نمبر 14

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو بغیر نکاح کے چھوا

امام ابو عمرو یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر القرطبی المالکی رحمہ اللہ (ت 463ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ خَطَبَ إِلَى عَائِشَةَ أُمِّ كَلْثُومٍ، فَذَكَرَ لَهُ صِغَرَهَا، فَقِيلَ لَهُ: إِنَّهُ رَدَّكَ، فَعَاوَذَهُ، فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ: أُبْعَثْ بِهَا إِلَيْكَ، فَإِنْ رَضِيتَ فَهِيَ أَمْرُ أَثَمَ. فَأَرْسَلَ بِهَا إِلَيْهِ فَكَشَفَ عَنْ سَاقِهَا، فَقَالَتْ: مَهْ، وَاللَّهِ لَوْلَا أَنَّكَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ لَكَطَبْتُ عَيْنَكَ. وَذَكَرَ ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زَيْدٍ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ تَزَوَّجَ أُمَّ كَلْثُومَ بِنْتَ عَلِيٍّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَى مَهْرٍ أَرْبَعِينَ أَلْفًا. [284]

ترجمہ: محمد بن علی سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کی بیٹی ام کلثوم کا رشتہ مانگا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی کی صغر سنی (کم عمری) کا تذکرہ کیا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے دوبارہ رشتہ کی بات کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ راضی ہو گئے اور انہوں نے یہ کہا کہ میں آپ کے پاس بیٹی کو بھیجتا ہوں۔ اگر وہ آپ کو پسند آگئی تو وہ آپ کی بیوی ہے (گویا عقد نکاح ہو گیا ہے) چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (منکوحہ ہونے کی وجہ سے) ان کی پنڈلی سے کپڑا ہٹانا چاہا تو وہ کہنے لگی: چھوڑ دیں (کپڑا نیچے رہنے دیں) اگر آپ امیر المؤمنین نہ ہوتے تو میں آپ کی آنکھ پر تھپڑ مارتی۔ ابن وہب رحمہ اللہ کہتے ہیں: عبد الرحمن بن زید بن اسلم اپنے والد (زید بن اسلم) سے اور وہ ان (عبد الرحمن بن زید) کے دادا (اسلم) سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب سے 40 ہزار درہم مہر کے ساتھ نکاح کیا۔

اعتراض:

اس روایت کی بنیاد پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ انہوں نے بغیر نکاح کے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی پندلی پر ہاتھ لگانا چاہا جس پر انہوں نے منع بھی کر دیا جبکہ غیر محرم عورت کو چھونا جائز نہیں ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس ناجائز کام کا ارتکاب کیا ہے۔

جواب:

اس روایت کو بغور پڑھ لیا جائے تو یہ اعتراض سرے سے ختم ہو جاتا ہے، اس لیے کہ روایت میں اس بات کی صراحت ہے کہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا چھوٹی بچی تھیں اور چھوٹی بچی کے نکاح کا اختیار اس کے ولی کو ہوتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بحیثیت والد ہونے کے ان کے ولی تھے۔ تو انہوں نے اپنی اس بچی کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کر دیا تھا، عقد نکاح پر یہ جملے دلالت کر رہے ہیں:

فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ: أُبْعَثُ بِهَا إِلَيْكَ، فَإِنْ رَضِيتَ فَهِيَ امْرَأَتُكَ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آپ کے پاس بیٹی کو بھیجتا ہوں۔ اگر وہ آپ کو پسند آگئی تو وہ آپ کی بیوی ہے (ظاہر ہے بیوی تب بنتی ہے جب نکاح ہو چکا ہو)

جب نکاح منعقد ہو گیا تو نکاح کے انعقاد کے بعد وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے غیر محرم نہ رہیں بلکہ منکوحہ بن گئیں اور اپنی منکوحہ کو چھونا جائز ہے۔

فائدہ: حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا بوقت نکاح چھوٹی بچی تھیں۔ اس پر کئی تصریحات پیش کی جاتی ہیں:

[1]: امام ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی رحمہ اللہ (ت 211ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ خَطَبَ عُمَرُ إِلَى عَلِيٍّ ابْنَتَهُ فَقَالَ: إِنَّهَا صَغِيرَةٌ، فَقِيلَ لِعُمَرَ: إِنَّمَا يُرِيدُ بِذَلِكَ مَنَعَهَا، قَالَ: فَكَلَّمَهُ فَقَالَ عَلِيٌّ: أُبْعَثُ بِهَا إِلَيْكَ، فَإِنْ رَضِيتَ فَهِيَ امْرَأَتُكَ. [285]

ترجمہ: حضرت ابو جعفر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ان

کی بیٹی کے لیے پیغام نکاح بھیجا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ ابھی چھوٹی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بات کی گئی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ تھا کہ وہ نکاح کرنے سے انکار کر رہے ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے (اس سلسلے میں مزید) بات کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اسے آپ کی طرف بھیجوں گا۔ اگر آپ راضی ہیں تو (ٹھیک ہے) وہ آپ کی بیوی ہے۔

[2]: امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ العباسی الکوفی رحمہ اللہ (ت 235ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ الْحَسَنِ أَنَّ عُمَرَ خَطَبَ إِلَى عَلِيٍّ ابْنَتَهُ أُمَّ كَلْثُومٍ فَقَالَ عَلِيٌّ: إِنَّهَا صَغِيرَةٌ فَانْظُرْ إِلَيْهَا، فَأَرْسَلَهَا إِلَيْهِ بِرِسَالَةٍ فَمَازَحَهَا، فَقَالَتْ: لَوْلَا أَنَّكَ شَيْخٌ، أَوْ لَوْلَا أَنَّكَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ فَأَعْجَبَ عُمَرَ مُصَاهَرَتُهُ فَخَطَبَهَا فَأَنْكَحَهَا إِيَّاهُ. [286]

ترجمہ: حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی بیٹی ام کلثوم سے نکاح کے لیے پیغام بھیجا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ ابھی چھوٹی ہے، آپ خود دیکھ لیجیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے (ام کلثوم کو) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک پیغام دے کر بھیجا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس (یعنی ام کلثوم) سے خوش طبعی کی تو اس نے کہا: اگر آپ بڑی عمر کے نہ ہوتے یا یہ کہا کہ اگر آپ امیر المؤمنین نہ ہوتے (تو میں آپ کی آنکھ میں تھپڑ مارتی) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سسرالی رشتہ داری قائم کرنے کی چاہت ہوئی تو انہوں نے اس لڑکی کے لیے پیغام نکاح بھیجا تھا جس کے نتیجے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔

شبہ: جب نکاح ہو چکا تھا تو ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پنڈلی سے کپڑا ہٹانے پر یہ کیوں کہا کہ اگر آپ امیر المؤمنین نہ ہوتے تو میں آپ کی آنکھ پر تھپڑ مارتی۔

جواب: ام کلثوم رضی اللہ عنہا چھوٹی بچی تھی۔ انہیں نکاح کا علم نہیں تھا۔ اس لیے انہوں نے منع کر دیا اور غیرت ایمانی میں یہ جملہ کہے۔

اعتراض نمبر 15

عمر رضی اللہ عنہ کئی مسائل کا علم نہیں رکھتے تھے

امام ابو عمرو یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر القرطبی المالکی رحمہ اللہ (ت 463ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، قَالَ: كَانَ عُمَرُ يَتَعَوَّذُ بِاللَّهِ مِنْ مُعْضَلَةٍ لَيْسَ فِيهَا أَبُو حَسَنٍ وَقَالَ فِي الْمَجْنُونَةِ الَّتِي أَمَرَ بِرَجْمِهَا فِي الْبَيْتِ وَصَعَتْ لِسْتَةً أَشْهَرٍ، فَأَرَادَ عُمَرُ رَجْمَهَا فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ: إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ: ﴿وَحَمْلُهُ وَفِطْلُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا﴾ ... وَقَالَ لَهُ: إِنَّ اللَّهَ رَفَعَ الْقَلَمَ عَنِ الْمَجْنُونِ ...

الحديث، فَكَانَ عُمَرُ يَقُولُ: لَوْ لَا عَلَى لَهْلَكَ عُمَرُ. [287]

ترجمہ: حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمیشہ اس بات سے اللہ کی پناہ مانگا کرتے تھے کہ کوئی ایسی پیچیدہ (فقہی) مقدمہ میرے سامنے آجائے جس کا (حل بتانے والا) ابوالحسن (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) موجود نہ ہو، اور یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُس مجنون عورت کے بارے میں کہی تھی جس کے بارے میں انہوں نے سگسار کرنے کا حکم دے دیا تھا اور اُس عورت کے بارے میں بھی کہ جو چھ ماہ بعد بچہ لے آئی تھی۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے بھی رجم کرنے کا ارادہ کیا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "اور اس کا حمل اور دودھ چھڑانا ملا کر تیس مہینے ہے"۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بھی کہا: "اللہ نے مجنون سے قلم اٹھالیا ہے" (یعنی وہ شریعت کے مکلف نہیں، یہ سن کر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ اکثر فرمایا کرتے تھے: "اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔"

اعتراض:

اس حدیث کی بنیاد پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ انہیں بہت سے شرعی مسائل کا علم نہیں تھا اور وہ کئی مسائل میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے محتاج تھے۔ اسی وجہ سے وہ خود کہتے تھے کہ اگر

علی نہ ہوتے تو میں (عمر رضی اللہ عنہ) ہلاک ہو جاتا۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بڑے عالم تھے۔

جواب:

اس اعتراض کی بنیاد دو باتوں پر ہے:

[1]: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک مسئلہ کا استحضار نہ ہونا

[2]: "لَوْلَا عَلِيٌّ لَهْلَكَ عُمَرُ" کہنے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بڑا عالم ہونا۔

ذیل میں ہم دونوں کی وضاحت پیش کرتے ہیں:

[1]: کسی مسئلہ کا استحضار نہ ہونا

مخلوق میں سے کسی کا بھی علم اس طور پر کامل نہیں ہے کہ اس کو ہر وقت میں تمام جزئیات و کلیات کا علم ہو اور کسی موقع پر کوئی مسئلہ بھی اس سے علم سے باہر نہ ہو۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی کسی موقع پر کسی مسئلہ کا استحضار نہ ہونے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ عالم نہیں تھے یا ان کا علم انتہائی درجے کا ناقص تھا (معاذ اللہ)۔ جس طرح سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھی بعض مواقع پر بعض مسائل کا استحضار نہ رہا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اعتراض نہیں ہوتا۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر بھی اعتراض نہیں ہوتا۔

ذیل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عدم استحضار پر دو واقعات پیش کیے جاتے ہیں:

1: امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عِكْرِمَةَ ، أَنَّ عَلِيًّا حَرَّقَ قَوْمًا اِذْ تَدُّوا عَنِ الْاِسْلَامِ ، فَبَلَغَ ذَلِكَ ابْنُ عَبَّاسٍ ، فَقَالَ : لَوْ كُنْتُ اَنَا لَقَتَلْتُهُمْ ، لِقَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ " ، وَلَمْ أَكُنْ لِأَحَرِّ قَوْمٍ ، لِقَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : " لَا تُعَذِّبُوا بِعَذَابِ اللَّهِ " ، فَبَلَغَ ذَلِكَ عَلِيًّا ، فَقَالَ : صَدَقَ ابْنُ عَبَّاسٍ . [288]

ترجمہ: حضرت عمرؓ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو جو اسلام سے مرتد ہو گئے تھے، زندہ جلادیا۔ جب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے کہا: اگر (علی رضی اللہ عنہ کی جگہ) میں ہوتا تو میں انہیں (جلانے کے بجائے) قتل کر دیتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "جو شخص اپنے دین (اسلام) کو بدل ڈالے اسے قتل کر دو"، اور میں انہیں نہ جلاتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "اللہ کے عذاب خاص (جو آگ ہے) جیسا عذاب تم لوگ نہ دو۔ پھر اس بات کی خبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو انہوں نے فرمایا: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سچ کہا۔

2: امام ابو عمرو یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر القرطبی المالکی رحمہ اللہ (ت 463ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرْظِيِّ قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ مَسْأَلَةٍ، فَقَالَ فِيهَا، فَقَالَ الرَّجُلُ: لَيْسَ كَذَلِكَ يَا أُمَيْرَ الْمُؤْمِنِينَ: وَلَكِنْ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: "أَصَبْتَ وَأَخْطَأْتَ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ". [289]

ترجمہ: محمد بن کعب القرظی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مسئلہ پوچھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب دیا۔ (وہاں موجود) ایک اور آدمی نے کہا: مسئلہ اس طرح نہیں بلکہ مسئلہ اس طرح ہے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (اعتراف کرتے ہوئے) فرمایا: آپ نے درست کہا اور مجھ سے (مسئلہ بیان کرنے میں) خطا ہوئی ہے اور ہر علم والے سے بڑھ کر علم والا ہوا کرتا ہے۔

[2]: "لَوْ لَا عَلَىٰ لَهْلَكَ عُمَرُ" کہنے سے علی رضی اللہ عنہ کی عمر رضی اللہ عنہ پر فضیلت ثابت ہوتی ہے:

"لَوْ لَا عَلَىٰ لَهْلَكَ عُمَرُ" کہنے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر افضلیت ثابت نہیں ہوتی، اس طرح کا جملہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی فرمایا تھا:

لَوْ لَا مُعَاذُ لَهْلَكَ عُمَرُ.

تو کیا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر افضلیت ثابت ہو جائے گی؟ ہر گز نہیں۔

ذیل میں روایت پیش کی جاتی ہے:

امام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الیہتی رحمہ اللہ (ت 458ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، حَدَّثَنِي أَشْيَاخُ مِنَّا قَالُوا: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! إِنِّي غِبْتُ عَنْ أُمْرَأَتِي سَنَتَيْنِ فَجِئْتُ وَهِيَ حُبْلَى فَشَاوَرَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ نَاسًا فِي رَجْمِهَا فَقَالَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! إِنْ كَانَ لَكَ عَلَيْهَا سَبِيلٌ فَلَيْسَ لَكَ عَلَى مَا فِي بَطْنِهَا سَبِيلٌ، فَأَثَرُكُهَا حَتَّى تَضَعَ فَتَرَكَهَا فَوَلَدَتْ غُلَامًا قَدْ خَرَجَتْ ثَنَائِيَاهُ فَعَرَفَ الرَّجُلُ الشَّيْبَةَ فِيهِ فَقَالَ: ابْنِي وَرَبِّ الْكَعْبَةِ، فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: عَجَزَتِ النِّسَاءُ أَنْ يَلِدْنَ مِثْلَ مُعَاذٍ لَوْ لَا مُعَاذٌ لَهْلَكَ عُمَرُ. [290]

ترجمہ: حضرت ابوسفیان کہتے ہیں کہ مجھے میرے مشائخ نے بیان کیا ہے کہ ایک شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا: اے امیر المؤمنین! میں اپنی اہلیہ سے دو سال غائب رہا ہوں اور جب واپس آیا ہوں تو وہ حاملہ ہے (اس وجہ سے میری اہلیہ شرعی سزا کی مستحق قرار پاتی ہے)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس کے رجم کے بارے میں مشورہ کیا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: امیر المؤمنین! آپ کو عورت کے رجم کرنے کا تو حق ہے لیکن اس کے پیٹ میں جو بچہ ہے اس پر آپ کو اختیار حاصل نہیں، وہ بے گناہ ہے۔ لہذا اس حکم کو بچے کی ولادت تک مؤخر کر دیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو بچے کی ولادت تک مؤخر کر دیا۔ پھر اس خاتون نے ایک بچے کو جنم دیا جس کے سامنے کے دانت نکل چکے تھے (یعنی وہ بچہ کچھ بڑا ہو چکا تھا)۔ اس شخص نے اس بچے میں اپنی مشابہت پائی اور کہنے لگا: رب کعبہ کی قسم! یہ بچہ میرا ہی ہے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عورتیں اب معاذ بن جبل جیسا شخص پیدا کرنے سے عاجز ہو چکی ہیں، اگر معاذ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔

اعتراض نمبر 16

عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا میراث نامہ پھاڑ دیا

امام ابو الفرج علی بن ابراہیم بن احمد الحلبي رحمہ اللہ (ت 1044ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

وَفِي كَلَامِ سَبْطِ ابْنِ الْجَوْزِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ أَنَّهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَتَبَ لَهَا بِغَدَاكِ، وَدَخَلَ عَلَيْهِ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ: مَا هَذَا. فَقَالَ: كِتَابُ كَتَبْتُهُ لِفَاطِمَةَ بَيِّنَاتِهَا مِنْ أَبِيهَا فَقَالَ: مِمَّاذَا تُنْفِقُ عَلَى الْمُسْلِمِينَ وَقَدْ حَارَبْتَكَ الْعَرَبُ كَمَا تَرَى، ثُمَّ أَخَذَ عُمَرُ الْكِتَابَ فَشَقَّه. [291]

ترجمہ: سبط ابن جوزی رحمہ اللہ کے کلام میں ہے کہ انہوں (یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نام پر فدک لکھ کر دے دی، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا: یہ کس چیز کی سند ہے؟ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ (میراث نامہ کی) سند ہے جسے میں نے لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے والد گرامی (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے میراث وصول کرے گی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر آپ کس مال سے مسلمانوں پر خرچ کریں گے؟ اور آپ دیکھ بھی رہے ہیں کہ عرب؛ آپ سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (میراث نامہ کی) سند لے لی اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

اعتراض:

اس روایت کی بنیاد پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے میراث نامہ کی سند کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

جواب نمبر 1:

علامہ حلبی رحمہ اللہ نے یہ ”سبط ابن جوزی“ کا کلام نقل کیا ہے اور سبط ابن جوزی رافضیت کی طرف مائل

تھے اور موضوع اور من گھڑت روایت نقل کر رہے ہیں:

علامہ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمہ اللہ (ت 748ھ) لکھتے ہیں:

يُوسُفُ بْنُ قَزُعِيٍّ الْوَاعِظُ الْمَوْرِيَّ شَمْسُ الدِّينِ، أَبُو الْمُظَفَّرِ، سَبْطُ ابْنِ الْجَوْزِيِّ.

رَوَى عَنْ جَدِّهِ وَطَائِفَةٍ، وَأَلَّفَ كِتَابَ "مِرَاةِ الزَّمَانِ" فَتَرَاهُ يَأْتِي فِيهِ بِبَنَّا كَبِيرِ الْحِكَايَاتِ، وَمَا أَظْنُهُ بِثِقَةٍ فِيَمَا يَنْقُلُهُ، بَلْ يَجْنِفُ وَيُجَارِفُ، ثُمَّ إِنَّهُ تَرَفُّضٌ وَلَهُ مُؤَلَّفٌ فِي ذَلِكَ نَسَأَلُ اللَّهَ الْعَافِيَةَ مَاتَ سَنَةَ أَرْبَعٍ وَخَمْسِينَ وَسِتِّمِائَةٍ بِدَمَشَقٍ. قَالَ الشَّيْخُ مُحْيِي الدِّينِ السُّوسِيُّ: لَمَّا بَلَغَ جَدِّي مَوْتَ سَبْطِ ابْنِ الْجَوْزِيِّ قَالَ: لَا رَحِمَهُ اللَّهُ، كَانَ رَافِضِيًّا. [292]

ترجمہ: ابوالمظفر یوسف بن قزعلی، واعظ اور مورخ ہیں۔ شمس الدین لقب ہے۔ ابن الجوزی کے پوتے ہیں۔ انہوں نے اپنے دادا سے اور ایک اور جماعت سے روایات نقل کی ہیں۔ ”مراۃ الزمان“ نام کی ایک کتاب بھی لکھی ہے اور آپ دیکھیں گے اس کتاب میں یہ منکر حکایات نقل کرتا ہے اور جو چیزیں قابل اعتبار نہیں ہیں ان کو بھی نقل کر دیتا ہے بلکہ حق سے ہٹی ہوئی باتیں اور خلاف اصول باتیں لکھتا ہے۔ مزید یہ کہ اس میں رخص پایا جاتا ہے اور اس (رخص کے حوالے سے) ان کی ایک تالیف بھی ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ اس کی وفات دمشق میں سن 456 ہجری میں ہوئی ہے۔ شیخ محی الدین سوسی رحمہ اللہ کہتے ہیں: جب میرے دادا کو ابن جوزی کے پوتے (ابو المظفر یوسف) کی وفات کی خبر ملی تو یہ کہتے ہوئے بد عادی: اللہ اس پر رحم نہ کرے۔ اس لیے کہ وہ رافضی تھا۔

جواب نمبر 2:

اہل السنۃ والجماعۃ کا موقف یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی وفات کے بعد ان کے مال متروکہ میں میراث جاری نہیں ہوتی۔ اسی وجہ سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نہ ہی میراث دی اور نہ ہی کوئی میراث نامہ لکھ کر دیا، جب میراث نامہ لکھ کر ہی نہیں دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ٹکڑے ٹکڑے کیسے کر دیا؟ وراثت جاری نہ ہونے پر چند دلائل پیش خدمت ہیں:

[1]: امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت: 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ وَالْعَبَّاسُ أَتَيَا أَبَا بَكْرٍ يَلْتَمِسَانِ مِيرَاثَهُمَا أَرْضَهُ مِنْ فِدَاكِ وَسَهْمَهُ مِنْ حَيْبَرَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: سَبِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا نُورِثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةً إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ فِي هَذَا الْبَالِ وَاللَّهُ لَقَرَابَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِي. [293]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے، فدک کی آمدنی اور خیبر کے خمس کی میراث کا مطالبہ کیا۔ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ہم انبیاء کرام کی وراثت جاری نہیں ہوتی، ہم جو کچھ چھوڑ کر جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ پھر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل مالی کفالت کے بارے میں فرمایا: مذکورہ بالا اموال میں سے آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً کھاتے پیتے رہیں گے اور اللہ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت مجھے اپنی قرابت سے زیادہ محبوب ہے۔

[2]: امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت: 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تُوْفِّي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَدْنَ أَنْ يَبْعَثْنَ عُثْمَانَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ يَسْأَلْنَهُ مِيرَاثَهُنَّ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: أَلَيْسَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا نُورِثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةً. [294]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپ کی بیویوں نے ارادہ کیا کہ اپنی میراث طلب کرنے کے لیے سیدنا عثمان کو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما کے پاس بھیجیں۔ پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں یاد دلایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ہماری وراثت تقسیم نہیں ہوتی، ہم جو کچھ چھوڑ کر جائیں وہ سب صدقہ ہوتا ہے۔

[293] صحیح البخاری: رقم الحدیث 4035

[294] صحیح البخاری، رقم الحدیث 6730

اعتراض نمبر 17

عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیوی وفات کا انکار کیا

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ وَأَبُو بَكْرٍ بِالسُّنْحِ، قَالَ إِسْمَاعِيلُ: تَعْنِي بِالْعَالِيَةِ، فَقَامَ عُمَرُ، يَقُولُ: وَاللَّهِ مَا مَاتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ: وَقَالَ عُمَرُ: وَاللَّهِ مَا كَانَ يَقَعُ فِي نَفْسِي إِلَّا ذَلِكَ وَلَيَبْعَثَنَّهُ اللَّهُ فَلَیَقْطَعَنَّ أَيْدِي رِجَالٍ وَأَرْجُلُهُمْ فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ فَكَشَفَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبَّلَهُ، قَالَ: يَا أَيُّهَا أَنْتَ وَأُمِّي طُبْتَ حَيًّا وَمَيِّتًا، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُذِيقُكَ اللَّهُ الْمَوْتَيْنِ أَبَدًا ثُمَّ خَرَجَ، فَقَالَ: "أَيُّهَا الْحَالِفُ عَلَى رَسُولِكَ"، فَلَمَّا تَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ جَلَسَ عُمَرُ. [295]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت بیان کرتی ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس وقت مقام "سنح" میں تھے۔ اسماعیل نے کہا: یعنی عوالی کے ایک گاؤں میں۔ آپ کی (وفات کی) خبر سن کر عمر رضی اللہ عنہ اٹھ کر یہ کہنے لگے: اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: اللہ کی قسم! میرے دل میں اس وقت یہ خیال آتا تھا اور یہی میں کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور اس بیماری سے صحت یاب کر کے اٹھائے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیں گے (جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کی بات کر رہے ہیں)۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور اندر جا کر آپ کی میت مبارک سے کپڑا اٹھایا اور بوسہ دیا اور کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ زندگی میں بھی پاکیزہ تھے اور وفات کے بعد بھی پاکیزہ ہیں

اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں طاری نہیں کرے گا۔ (یعنی جو ایک موت آنی تھی وہ آپ کی، اب دوبارہ قبر میں آپ کو کبھی موت نہیں آئے گی بلکہ حیات ہی حیات حاصل رہے گی)

اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ باہر آئے اور عمر رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے: اے قسم کھانے والے! ذرا غور کیجیے۔ پھر جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے گفتگو شروع کی (نبوت کی دنیوی موت پر آیت پیش کی) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ (خاموش ہو کر) بیٹھ گئے۔

اعتراض:

اس حدیث کی بنیاد پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیاوی وفات پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کا انکار کیا ہے اور نبی کے دنیاوی موت کا انکار کرنا قرآن کریم کی نص کا انکار کرنا ہے کیونکہ قرآن کریم میں ہے:

﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ﴾ [296]

جواب:

یہاں دو امور ملاحظہ فرمائیں کہ:

- 1: نیند اور موت میں کیا فرق ہے؟
 - 2: نبی اور امتی کی نیند میں فرق کیا ہے؟
- ہر ایک کی تفصیل یہ ہے:

[1]: نیند اور موت آپس میں بہنیں (مشابہ) ہیں۔

◆ ﴿قَالُوا يَوْمَئِذٍ لَّنَا مِنَ بَعَثْنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا﴾ [297]

[296] سورة الزمر: 30

[297] سورة يس: 52

ترجمہ: وہ کہیں گے کہ ہمیں ہماری خواب گاہ سے کس نے بیدار کر دیا؟

♦ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سوره الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا قُبِرَ الْمَيِّتُ أَوْ قَالَ أَحَدُكُمْ أَتَاهُ مَلَكَانِ أَسْوَدَانِ أَوْ زَقَانٍ يُقَالُ لِأَحَدِهِمَا الْمُنْكَرُ وَالْأُخَرُ النَّكِيرُ فَيَقُولَانِ: مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ؟ فَيَقُولُ مَا كَانَ يَقُولُ: هُوَ عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ. فَيَقُولَانِ: قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُولُ هَذَا. ثُمَّ يُفْسَحُ لَهُ فِي قَبْرِهِ سَبْعُونَ ذِرَاعًا فِي سَبْعِينَ ثُمَّ يُنَوَّرُ لَهُ فِيهِ ثُمَّ يُقَالُ لَهُ: نَمْ. فَيَقُولُ: أَرْجِعْ إِلَى أَهْلِي فَأُخْبِرْهُمْ؟ فَيَقُولَانِ: نَمْ كَنُومَةَ الْعَرُوسِ الَّذِي لَا يُوقِظُهُ إِلَّا أَحَبُّ أَهْلِهِ إِلَيْهِ. [298]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسی شخص کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو اس کے پاس سیاہ رنگ کے دو فرشتے آتے ہیں جن کی آنکھیں نیلے رنگ کی ہوتی ہیں۔ ایک کو "منکر" اور دوسرے کو "نکیر" کہتے ہیں۔ وہ اس شخص سے پوچھتے ہیں کہ تم اس شخصیت (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ بندہ جواب دیتا ہے کہ یہ تو اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ فرشتے کہتے ہیں کہ ہمیں معلوم تھا کہ تم یہی بات کہو گے۔ پھر اس کی قبر ستر ہاتھ طول و عرض میں کشادہ کر دی جاتی ہے اور اس کو روشن کر دیا جاتا ہے۔ پھر فرشتے اسے کہتے ہیں: سو جا! وہ شخص پوچھتا ہے کہ کیا میں گھر جا کر اپنے ان حالات کی خبر اپنے گھر والوں کو نہ دوں؟ تو فرشتے کہتے ہیں: سو جا جیسے پہلی رات کی دلہن سوتی ہے جسے گھر والوں میں سے اس کا محبوب (یعنی خاوند) ہی بیدار کرتا ہے۔

[2]: پیغمبر پر جب نیند آتی ہے تو آنکھ پر آتی ہے لیکن دن جاگ رہا ہوتا ہے جبکہ امتی پر جب نیند آتی ہے تو آنکھ بھی سو جاتی ہے اور دل بھی سو جاتا ہے۔

چنانچہ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: بَثُّ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا لَيْلَةً فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ فَلَمَّا كَانَ فِي بَعْضِ اللَّيْلِ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَضَّأَ مِنْ شَنْ مُمْلَقٍ وَضُوءًا خَفِيفًا يُخَفِّفُهُ عَمْرُو وَيُقَلِّلُهُ وَقَامَ يُصَلِّي فَتَوَضَّأَتْ نَحْوًا مِمَّا تَوَضَّأَ ثُمَّ جِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ.... فَحَوَّلَنِي فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ ثُمَّ صَلَّى مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ اضْطَجَعَ فَنَامَ حَتَّى نَفَخَ ثُمَّ أَتَاهُ الْمُنَادِي فَأَذَنَهُ بِالصَّلَاةِ فَقَامَ مَعَهُ إِلَى الصَّلَاةِ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. قُلْنَا لِعَمْرُو: إِنَّ نَاسًا يَقُولُونَ: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَامُ عَيْنُهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ، قَالَ عَمْرُو: سَمِعْتُ عَبْدَ بْنَ عُمَيْرٍ يَقُولُ: رُؤْيَا الْأَنْبِيَاءِ وَحْيٌ ثُمَّ قَرَأَ: ﴿إِنِّي أَرَى فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ﴾. [299]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں نے اپنی خالہ ام المومنین حضرت ميمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر رات گزاری، جب تھوڑی رات باقی رہ گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور ایک لٹکے ہوئے مشکیزے سے ہلکا سا وضو فرمایا۔ راوی حدیث عمرو اس وضو کا ہلکا پن اور مختصر ہونا بیان کرتے تھے [یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعضائے وضو دھوتے وقت بہت کم پانی استعمال فرمایا]۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے لگے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح وضو کیا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پکڑ کر اپنی دائیں جانب پھیر لیا۔ پھر جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سونے کے لئے لیٹ گئے یہاں تک کہ خراٹوں کی آواز آنے لگی۔ پھر آپ کی خدمت میں مؤذن حاضر ہوا اور اس نے آپ کو نماز کی اطلاع دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مؤذن کے ساتھ نماز کے لیے تشریف لے گئے۔ اور آپ نے وضو فرمائے بغیر نماز ادا فرمائی۔ اس حدیث کے راوی سفیان (بن عیینہ) کہتے ہیں کہ ہم نے عمرو (بن دینار) رحمہ اللہ سے پوچھا: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سوتی تھیں، دل نہیں سوتا تھا۔ عمرو (بن

دینار) نے جواب دیا: میں نے عبید بن عمیر (بن قتادہ اللیشی المکی التابعی رحمہ اللہ) سے سنا، وہ فرماتے تھے کہ انبیاء علیہم السلام کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں۔ (اپنے اس موقف پر عبید بن عمیر رحمہ اللہ نے قرآن کریم کی آیت سے استدلال کیا) پھر یہ آیت پڑھی: ﴿إِنِّي أَرَى فِي الْمَنَامِ آيَاتٍ أَذْبَحُكَ﴾ [حضرت ابراہیم علیہم السلام نے اپنے بیٹے سے فرمایا: میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔] [عبید بن عمیر رحمہ اللہ کا استدلال یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے خواب کو وحی سمجھا تبھی تو ابھی بیٹے کو ذبح کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ وحی کا نزول دل پر ہوتا ہے۔ ثابت ہوا کہ نیند کی حالت میں انبیاء علیہم السلام کے دل نہیں سوتے بلکہ صرف آنکھ سوتی ہے۔]

اب جواب سمجھیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نگاہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر تھی تو انہوں نے فرمایا کہ موت نہیں آئی اور عام صحابہ رضی اللہ عنہم کی نگاہ آنکھ پر تھی اس لیے انہوں نے کہا کہ موت آگئی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب تشریف لائے تو ان کی نگاہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ پر بھی تھی اور دل پر بھی تھی۔ تو انہوں نے مسئلہ کی وضاحت کر دی کہ نبی کی موت اتنی ہی ہوتی ہے جتنی نبی کی نیند ہوتی ہے۔ اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مسئلہ سمجھ میں آگیا۔

تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیوی موت کا انکار ہر گز نہیں تھا۔

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

"الْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِي قُبُورِهِمْ". (مسند ابی یعلیٰ: ص 658 رقم الحدیث 3425)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

اعتراض نمبر 18

عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جنازے میں شرکت نہیں کی

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ بِنْتُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ... فَلَمَّا تُوُفِّيَتْ دَفَنَهَا زَوْجُهَا عَلِيٌّ لَيْلًا وَلَمْ يُؤْذِنْ بِهَا أَبَا بَكْرٍ وَصَلَّى عَلَيْهَا. [300]

ترجمہ: حضرت عروہ رحمہ اللہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم... کی جب وفات ہوئی تو ان کے خاوند حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے انہیں رات میں دفن کر دیا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع نہیں دی اور ان کی نماز جنازہ پڑھ لی۔

اعتراض:

اس روایت کی بنیاد پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کی خبر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو نہ دی، وہ دونوں جنازے میں شریک نہ ہوئے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کی آپس میں کوئی رنجش تھی۔

جواب:

اس اعتراض کی دو بنیادیں ہیں:

- 1: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کی خبر نہیں دی تھی۔
- 2: حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ میں شرکت نہیں کی تھی۔

اعتراض کی یہ دونوں بنیادیں درست نہیں ہیں۔ ہر ایک کی وضاحت یہ ہے:

[1]: اطلاع نہ دینے کی وجہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اطلاع نہ دینے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یقین تھا کہ اس سانحہ کی اطلاع حضرت ابو بکر صدیق و عمر رضی اللہ عنہما کو ہو گئی ہوگی۔ اس پر قرینہ یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا؛ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری میں شریک تھیں۔ ظاہر ہے کہ جب وفات ہوئی تو بیوی کے ذریعے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اطلاع یقیناً مل چکی ہو گی۔

شارح بخاری حافظ ابو الفضل احمد بن علی ابن حجر عسقلانی الشافعی رحمہ اللہ (ت 852ھ) لکھتے ہیں:

وَلَعَلَّهُ لَمْ يُعْلَمْ أَبَا بَكْرٍ بِمَوْتِهَا لِأَنَّهُ ظَنَّ أَنَّ ذَلِكَ لَا يَخْفَى عَنْهُ، وَلَيْسَ فِي الْخَبَرِ مَا يَدُلُّ عَلَى أَنَّ أَبَا بَكْرٍ لَمْ يَعْلَمْ بِمَوْتِهَا وَلَا صَلَّى عَلَيْهَا. [301]

ترجمہ: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کی خبر اس لیے نہیں پہنچائی کہ شاید وہ یقین کرتے تھے کہ یہ سانحہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مخفی نہیں رہے گا، اور اس روایت میں ایسی کوئی چیز نہیں جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہو کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا علم ہی نہ ہوا تھا اور آپ نے ان کا جنازہ ہی نہ پڑھا ہو۔

[2]: جنازے میں شرکت

رہی یہ بات کہ ان دو حضرات نے جنازے میں شرکت نہیں کی تو یہ بہتان ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں حضرات نے شرکت کی ہے بلکہ (ایک روایت کے مطابق) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تو جنازہ پڑھایا ہے۔

اس پر حوالہ جات درج ذیل ہیں:

[301] فتح الباری شرح صحیح البخاری: باب غزوة خيبر

1: امام ابو العباس، احمد بن عبد اللہ بن محمد محب الدین الطبری رحمہ اللہ (ت 694ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ مَالِكٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ قَالَ: مَاتَتْ فَاطِمَةُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ فَحَضَرَهَا أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَالزُّبَيْرُ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ. [302]

ترجمہ: حضرت علی بن حسین سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات مغرب و عشاء کے درمیان ہوئی تو حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت زبیر، حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم اجمعین جنازہ کے لیے آئے۔

2: علاء الدین علی بن حسام الدین ابن قاضی خان الہندی رحمہ اللہ (ت 975ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: مَاتَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ لِيُصَلُّوا فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ: تَقَدَّمْ! فَقَالَ: مَا كُنْتُ لِأَتَقَدَّمَ وَأَنْتَ خَلِيفَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَقَدَّمَ أَبُو بَكْرٍ فَصَلَّى عَلَيْهَا. [303]

ترجمہ: امام جعفر بن محمد رحمہ اللہ اپنے والد (حضرت محمد باقر رحمہ اللہ) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی، تو حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما جنازہ پڑھنے آئے، تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: آگے بڑھیں اور جنازہ پڑھائیں، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آگے نہیں بڑھوں گا اس لیے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں، تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور جنازہ پڑھایا۔

[302] الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ: ذکر اختصاصاتہ بالصلاۃ إماماً علی فاطمۃ بنت رسول اللہ ﷺ

[303] کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال: رقم الحدیث 35677

اعتراض نمبر 19

عمر رضی اللہ عنہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو دشمن خدا کہا

امام ابو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع اللہاشمی رحمہ اللہ (ت 230ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

قَالَ: أَخْبَرَنَا هُوَذَةُ بْنُ خَلِيفَةَ، وَعَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ، وَيَحْيَى بْنُ خُلَيْفٍ بْنِ عُقْبَةَ، وَبَكَّارُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالُوا: حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَيْدِ بْنِ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِي عُمَرُ: يَا عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّ كِتَابِهِ! أَسْرَقْتَ مَالَ اللَّهِ؟^[304]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے دشمن اور اللہ کی کتاب کے دشمن! کیا تو نے اللہ کا مال چوری کیا ہے؟ (یعنی بیت المال میں خیانت کی ہے؟) اعتراض:

اس روایت کی بنیاد پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو انتہائی سخت جملے کہے اور کہا: اے اللہ اور اس کی کتاب کے دشمن!

جواب:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بحرین کا گورنر بنا کر بھیجا۔ جب یہ واپس آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس 10 ہزار درہم دیکھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خدشہ ہوا کہ نہ جانے یہ درہم کہاں سے آئے؟ تو اس اندیشہ کی تحقیق و تفتیش کے لیے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو کہا: اے دشمن خدا! کیا تو نے بیت المال میں خیانت کی ہے؟

تو ظاہر ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاکم تھے اور حاکم کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے ماتحتوں کی اصلاح کرے اور ظاہری نظر میں جو چیز اس کو غلط نظر آئے اس پر ڈانٹے اور اس پر گرفت کرے اور تحقیق کرتے ہوئے طبعی طور

[304] الطبقات الکبری: ج 4 ص 335 تحت ترجمہ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ

پر سخت جملے زبان سے نکل جائیں تو اس پر کون سا اشکال ہے؟

امام ابو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع الهاشمی رحمہ اللہ (ت 230ھ) مکمل واقعہ یوں نقل کرتے ہیں:

قَالَ: أَخْبَرَنَا هُوَذَةُ بْنُ خَلِيفَةَ، وَعَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ، وَيَحْيَى بْنُ خُلَيْفٍ بْنُ عُقْبَةَ، وَبَكَّارُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالُوا: حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِي عُمَرُ: يَا عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّ كِتَابِهِ! أَسْرَقْتَ مَالَ اللَّهِ؟ قَالَ: فَقُلْتُ: مَا أَنَا بِعَدُوِّ اللَّهِ، وَلَا عَدُوَّ كِتَابِهِ، وَلَكِنِّي عَدُوٌّ مَنْ عَادَاهُمَا، وَلَا سَرَقْتُ مَالَ اللَّهِ، قَالَ: فَمِنْ أَيِّنَ اجْتَمَعَتْ لَكَ عَشْرَةُ آلَافٍ؟ قَالَ: قُلْتُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! خَبَلِي تَنَاسَلْتُ وَسَهَامِي تَلَا حَقَّتْ، وَعَطَائِي تَلَا حَقَّ. قَالَ: فَأَمَرَ بِهَا أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ فَقُبِضَتْ. قَالَ: فَكَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يَقُولُ: اغْفِرْ لَأَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ. [305]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے دشمن اور اللہ کی کتاب کے دشمن! کیا تو نے اللہ کا مال چوری کیا ہے؟ (یعنی بیت المال میں خیانت کی ہے؟) تو کہتے ہیں: میں نے کہا: میں اللہ اور اس کے رسول کا دشمن نہیں بلکہ ان کے دشمنوں کا دشمن ہوں اور (جہاں تک کمائی کا معاملہ ہے) تو میں نے اللہ کے مال میں چوری نہیں کی (بیت المال میں خیانت نہیں کی ہے) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر یہ 10 ہزار درہم تو نے کہاں سے جمع کر لیے؟ تو میں نے کہا: اے امیر المؤمنین! میرے گھوڑوں میں افزائش نسل ہوئی اور میرے تیروں کی کمائی ہے اور کچھ ہدایا ہیں جو لوگوں نے مجھے دیے ہیں۔ کہتے ہیں: امیر المؤمنین کے حکم سے مجھ سے وہ رقم لے لی گئی (تاکہ تحقیق کریں کہ واقعہ ایسا ہی ہے) پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے دعا مانگی: اے اللہ! امیر المؤمنین کی مغفرت فرما۔

فائدہ: تحقیق کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوبارہ عامل (نگران) بنا کر بھیجا چاہا لیکن حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عامل (نگران) بننے سے معذرت کر دی۔

اعتراض نمبر 20

عمر رضی اللہ عنہ؛ ابو عبیدہ اور سالم رضی اللہ عنہما کو عثمان و علی رضی اللہ عنہما سے افضل سمجھتے تھے

امام ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الطبری رحمہ اللہ (ت 310ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ الْأَوْدِيِّ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ لَمَّا طُعِنَ قِيلَ لَهُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! لَوْ اسْتَخْلَفْتَ! قَالَ: مَنْ اسْتَخْلَفَ؟ لَوْ كَانَ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ حَيًّا اسْتَخْلَفْتُهُ، فَإِنْ سَأَلَنِي رَبِّي قُلْتُ: سَمِعْتُ نَبِيَّكَ يَقُولُ: إِنَّهُ أَمِينُ هَذِهِ الْأُمَّةِ، وَلَوْ كَانَ سَالِمٌ مَوْلَى أَبِي حَذِيفَةَ حَيًّا اسْتَخْلَفْتُهُ، فَإِنْ سَأَلَنِي رَبِّي قُلْتُ: سَمِعْتُ نَبِيَّكَ يَقُولُ: إِنَّ سَالِمًا شَدِيدُ الْحُبِّ لِلَّهِ. [306]

ترجمہ: عمرو بن ميمون الاودی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پر خنجر کا وار ہوا تو آپ کے سامنے بعض لوگوں نے یہ رائے رکھی کہ امیر المؤمنین! (ہمیں زخم گہرا معلوم ہوتا ہے اس بات کا قوی امکان ہے کہ آپ شہید ہو سکتے ہیں، اس لیے) اگر آپ اپنے بعد کسی کو خلیفہ نامزد کر دیں تو بہت اچھا ہو گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کس کو خلیفہ بناؤں؟ اگر ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ آج زندہ ہوتے تو ان کو خلیفہ نامزد کر دیتا۔ اگر میرا رب اس بارے میں مجھ سے پوچھتا تو میں عرض کرتا کہ میں نے آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سنا تھا کہ ابو عبیدہ اس امت کے امین ہیں۔ اسی طرح اگر ابو حذیفہ کے آزاد کردہ سالم زندہ ہوتے تو میں انہیں نامزد کر دیتا۔ اگر میرا رب مجھ سے پوچھتا تو میں عرض کرتا کہ میں نے آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سنا تھا کہ سالم؛ اللہ سے بہت محبت کرنے والا ہے۔

اعتراض:

اہل السنۃ والجماعۃ کے ہاں اصحاب کی فضیلت؛ ترتیب خلافت کے مطابق ہے لیکن مذکورہ روایت سے ظاہری طور پر یہ معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس ترتیب کے برخلاف حضرت ابو عبیدہ اور حضرت

سالم رضی اللہ عنہما کو حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے افضل سمجھتے تھے۔

جواب:

اس حوالے سے تین امور سمجھنا بہت ضروری ہیں:

امراؤں:

ترتیبِ افضلیت بنیاد ہے ترتیبِ خلافت کی۔ اس پر چند حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

1: امام ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ الطحاوی رحمہ اللہ (ت 321ھ) فرماتے ہیں:

وَنُتِبَتِ الْخِلَافَةُ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلًا لِأَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ تَفْضِيلًا لَهُ وَتَقْدِيمًا عَلَى جَبْرِجِ الْأُمَّةِ ثُمَّ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ثُمَّ لِعُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ثُمَّ لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ. [307]

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت مانتے ہیں کیونکہ آپ ہی پوری امت میں سب سے افضل اور مقدم ہیں۔ پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لیے، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے، پھر حضرت علی ابن طالب رضی اللہ عنہ کے لیے مانتے ہیں۔

2: امام حسین بن مسعود البغوی رحمہ اللہ (ت 510ھ) فرماتے ہیں:

فَهُؤُلَاءِ أَفْضَلُ النَّاسِ بَعْدَ النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِمْ، وَكَتَرْتِيبُهُمْ فِي الْفَضْلِ، كَتَرْتِيبِهِمْ فِي الْخِلَافَةِ، فَأَفْضَلُهُمْ أَبُو بَكْرٍ، ثُمَّ عُمَرُ، ثُمَّ عُثْمَانُ، ثُمَّ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ. [308]

ترجمہ: حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد تمام لوگوں سے افضل ہیں اور پھر ان چاروں میں افضلیت کی ترتیب خلافت کی ترتیب والی ہے یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں، ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، ان کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، ان کے بعد

[307] العقيدة الطحاوية

[308] شرح السنة: باب الاعتصام بالكتاب والسنة

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ افضل ہیں۔

3: حافظ ابوالفضل احمد بن علی المعروف ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (ت 852ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ تَرْتِيبَهُمْ فِي الْفَضْلِ كَتَرْتِيبِهِمْ فِي الْخِلَافَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ. [309]

ترجمہ: خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم میں افضلیت کی ترتیب خلافت کی ترتیب والی ہے۔

امرثانی:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ان دو حضرات (حضرت ابو عبیدہ بن جراح اور حضرت سالم رضی اللہ عنہما) کے بارے میں یہ فرمانا کہ اگر یہ آج زندہ ہوتے تو میں ان کو خلیفہ نامزد کر دیتا؛ اس میں ان حضرات کے علم، تقویٰ اور صلاحیت کو بیان کرنا مقصود ہے کہ ان میں وہ ساری صفات موجود تھیں جو خلیفہ میں ہو سکتی ہیں۔

امر ثالث:

خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے (جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خلافت کی بنیاد ترتیب افضلیت نہیں ہے) کو اگر سو فیصد تسلیم بھی کر لیا جائے تو یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اجتہادی رائے تھی۔ اور خلیفہ راشد کی اجتہادی رائے کے بارے میں ضابطہ یہ ہے کہ اگر اسے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تسلیم کر لیں تو وہ "سنت" اور "اجماع" کا مقام حاصل کر لیتی ہے۔ اگر باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کے خلاف رائے دیں تو وہ ایک اجتہادی رائے ہی رہتی ہے۔ ایسی صورت میں فیصلہ جمہور (اکثر ارباب فقہ و اجتہاد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کی رائے کے مطابق کیا جاتا ہے۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ رحمہ اللہ (ت 273ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ:

إِنَّ أُمَّتِي لَا تَجْتَمِعُ عَلَى ضَلَالَةٍ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ اخْتِلَافًا فَعَلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ الْأَعْظَمِ. [310]

[309] فتح الباری: باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو کنت متخذاً خلیلاً

[310] سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث 3950

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت گمراہی پر اکٹھی نہیں ہو سکتی (یعنی اجماع نہیں کر سکتی کیونکہ اجماع معصوم ہوتا ہے) جب اختلاف (برقرار) دیکھو تو جس طرف مسلمانوں کی اکثریت ہو اسی کو اپنے لیے ضروری سمجھو۔

فائدہ: سواد اعظم کا اولین مصداق جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔

اس لیے اہل السنۃ والجماعۃ کا موقف اور نظریہ بالکل درست ہے کہ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما یہ دونوں حضرت ابو عبیدہ بن جراح اور حضرت سالم رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ فَبِأَيِّهِمْ اقْتَدَيْتُمْ اهْتَدَيْتُمْ. (مشکوٰۃ المصابیح: رقم الحدیث 6017)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں، ان میں سے جس کی بھی اقتدا کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔

اعتراض نمبر 21

بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں عمر رضی اللہ عنہ کا جنازہ صہیب رومی رضی اللہ عنہ نے

پڑھایا

امام محمد ابن سعد ابن منیع البصری رحمہ اللہ (ت 430ھ) لکھتے ہیں:

عَنْ صَالِحِ بْنِ أَبِي حَسَّانٍ قَالَ: سَأَلَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ: مَنْ صَلَّى عَلَى عُمَرَ؟ قَالَ: صُهَيْبٌ. قَالَ: كَمْ كَبَّرَ عَلَيْهِ؟ قَالَ: أَرْبَعًا. [311]

ترجمہ: حضرت صالح بن ابی حسان رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ علی بن حسین نے سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے پوچھا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جنازہ کس نے پڑھایا؟ انہوں نے جواب دیا کہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ۔ علی بن حسین نے پوچھا کہ آپ کا جنازہ کتنی تکبیرات کے ساتھ ادا کیا گیا؟ جواب دیا کہ چار تکبیرات کے ساتھ۔

اعتراض:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم مثلاً حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہما موجود تھے۔ ان حضرات کی موجودگی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جنازہ حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ نے کیوں پڑھایا؟

جواب:

جنازہ پڑھانے کے لیے یہ نہیں دیکھا جاتا کہ بڑی شخصیت پڑھائے بلکہ جو شخص مصلے کا امام ہو گا تو جنازہ پڑھانا بھی اسی کا حق ہو گا۔ چونکہ خلیفہ کے نامزد ہونے کے عمل کے دوران حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ ہی امامت کے فرائض سرانجام دیتے رہے تھے اس لیے جنازہ پڑھانا بھی انہی کا حق تھا۔

چنانچہ امام ابو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع الہاشمی البغدادی رحمہ اللہ (ت 230ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

لِيُصَلَّ لَكُمْ صَهِيْبٌ ثَلَاثًا. [312]

ترجمہ: (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حکم فرمایا کہ) آپ کو تین دن تک نماز حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ پڑھائیں گے۔

علامہ جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر السیوطی الشافعی رحمہ اللہ (ت 911ھ) لکھتے ہیں:

قَالَ الْجُنْهُوْرُ: كُلُّ مِّنَ الصَّحَابَةِ أَفْضَلُ مِنْ كُلِّ مَنْ بَعْدَهُ، وَإِنْ رَقِيَ فِي الْعِلْمِ وَالْعَمَلِ.

(الخصائص الكبرى للسيوطي: ج 2 ص 350)

جمہور علماء کا قول ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہر فرد، بعد میں آنے والے ہر شخص سے افضل ہے خواہ وہ (بعد میں آنے والا) علم اور عمل میں کتنا ہی بلند مقام حاصل کر لے۔

اعتراض نمبر 22

عمر رضی اللہ عنہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ نہیں باندھتے تھے

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ العباسی الکوفی رحمہ اللہ (ت 235ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَاثِلٍ بْنِ حُجْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَ يَمِينَهُ عَلَى شِمَالِهِ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ. [313]

ترجمہ: حضرت واثل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھا۔

اعتراض:

روایت بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت ہے اور یہی اہل السنۃ والجماعۃ احناف کا موقف ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ وہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ نہیں باندھتے تھے (تو گویا وہ اس حدیث پر عمل نہیں کرتے تھے) اس لیے کہ جب آپ رضی اللہ عنہ پہ حملہ ہوا تو وار ناف پہ کیا گیا۔ اگر آپ رضی اللہ عنہ نے ناف کے نیچے ہاتھ باندھے ہوتے تو آپ کے ہاتھ زخمی ہوتے نہ کہ ناف۔ اس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے ناف کے نیچے ہاتھ نہیں باندھے تھے۔

جواب:

ابو لؤلؤ فیروز مجوسی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہ ایک وار نہیں بلکہ کئی وار کئے۔ جن میں سے ایک وار آپ کے کندھے پہ کیا اور ایک وار آپ رضی اللہ عنہ کی پسلی میں کیا جبکہ ایک وار کسی اور جگہ پہ کیا۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم النیسابوری رحمہ اللہ (ت 405ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ: "كَانَ أَبُو لَوْلُؤَةَ لِلْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ فَلَمَّا أُقْبِنَتِ الصَّلَاةُ تَكَلَّمَ عُمَرُ،

وَقَالَ: أَقْبِمُوا صُفُوفَكُمْ، ثُمَّ كَبَّرَ، فَلَمَّا كَبَّرَ وَجَّاهُ عَلَى كَتِفِهِ وَوَجَّاهُ عَلَى مَكَانٍ آخَرَ، وَوَجَّاهُ فِي خَاصِرَتِهِ فَسَقَطَ عُمَرُ. [314]

ترجمہ: حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابولؤلؤ فیروز مجوسی حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا غلام تھا.... (ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز فجر پڑھانے کے لئے تشریف لائے) جب نماز کھڑی ہونے لگی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: صفیں درست کر لو۔ اس کے بعد آپ نے تکبیر کہی۔ جو نبی آپ نے تکبیر کہی تو ابولؤلؤ فیروز مجوسی نے آپ کے کندھے پہ وار کیا، ایک وار جسم کے کسی اور حصہ پہ کیا اور ایک وار آپ کی پسلی میں کیا جس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ زمین پہ گر پڑے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ آپ رضی اللہ عنہ کے کندھے اور پسلی پہ وار کیا گیا۔ جب وار کندھے اور پسلی پر ہوا تو شدت تکلیف سے ہاتھ جو نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھے ہوئے تھے کھل گئے۔ ممکن ہے اس کے بعد پھر وار ناف پر بھی کیا گیا ہو۔ لہذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قاتلانہ حملے والے واقعہ کو بنیاد بنا کر اہل السنۃ والجماعۃ احناف کے موقف ”نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت ہے“ کو کمزور کرنے کی کوشش کرنا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ کہنا کہ وہ اس پر عمل پیرا نہیں تھے محض دھوکہ کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَاثِلِ بْنِ حُجْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَ يَمِينَهُ عَلَى شِمَالِهِ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السَّرَّةِ.

(مصنف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث 3959)

ترجمہ: علقمہ بن وائل اپنے والد (حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے ہوئے تھے۔

اعتراض نمبر 23

عمر رضی اللہ عنہ کی تاریخ شہادت یکم محرم نہیں

امام ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر الطبری رحمہ اللہ (ت 310ھ) روایت کرتے ہیں:

حَدَّثَنِي سَلْمُ بْنُ جُنَادَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ الْمُسَوَّرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ: ثُمَّ تُوُفِّيَ كَيْلَةَ الْأَرْبَعَاءِ لثَلَاثِ لَيَالٍ بَقِيْنَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ سَنَةً ثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ.

[315]

ترجمہ: (امام طبری رحمہ اللہ حضرت عمر رضی اللہ کی تاریخ شہادت کے بارے میں مختلف اقوال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں) مسور بن مخرمہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ بدھ کی رات جبکہ ذی الحجہ میں تین دن باقی تھے سن 23 ہجری کو آپ رضی اللہ عنہ فوت (شہید) ہوئے۔

اعتراض:

اس روایت کی بنیاد پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تاریخ شہادت (اگر مہینہ 29 کا ہو تو) 26 یا (اگر مہینہ 30 کا ہو تو) 27 ذی الحجہ ہے، جبکہ اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک مشہور تاریخ یکم محرم الحرام ہے۔ تو یکم محرم الحرام والا موقف اس روایت کے خلاف ہے۔

جواب نمبر 1:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تاریخ شہادت یکم محرم الحرام ہے۔ اس پر مورخین کی تصریحات پیش کی جاتی

ہیں:

[1]: امام ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر الطبری رحمہ اللہ (ت 310ھ) اسی روایت کے بعد دوسرا قول

نقل کرتے ہیں:

قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ: وَقَدْ قِيلَ إِنَّ وَفَاتَهُ كَانَتْ فِي غُرَّةِ الْمُحَرَّمِ سَنَةَ أَرْبَعٍ وَعِشْرِينَ.
قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: طُعِنَ عُمَرُ يَوْمَ
الْأَرْبَعَاءِ لِأَرْبَعِ لَيَالٍ بَقِيْنَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ سَنَةَ ثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ، وَذُفِنَ يَوْمَ الْأَحَدِ صَبَاحَ هِلَالِ
الْمُحَرَّمِ سَنَةَ أَرْبَعٍ وَعِشْرِينَ. [316]

ترجمہ: ابو جعفر کہتے ہیں: یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کی وفات یکم محرم الحرام سن 24 ہجری میں ہوئی ہے۔
ابو بکر بن اسماعیل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ بدھ کے دن سن 23 ہجری ذی الحجہ کی چار راتیں باقی تھیں کہ
سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو زخم لگا اور اتوار کے دن سن 24 ہجری محرم کی پہلی تاریخ کو دفن کیے گئے۔

[2]: امام ابو العرب محمد بن احمد بن تیمم التیمی المغربي الافریقی رحمہ اللہ (ت 333ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ: وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّادٍ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ
اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ: طُعِنَ عُمَرُ يَوْمَ الْأَرْبَعَاءِ لِثَلَاثٍ بَقِيْنَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ ثُمَّ بَقِيَ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ ثُمَّ
مَاتَ رَحِمَهُ اللَّهُ. [317]

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: بدھ کے روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر حملہ ہوا جبکہ
ابھی ذوالحجہ ختم ہونے میں تین دن باقی تھے۔ پھر آپ تین روز تک زندہ رہے۔ اس کے بعد (یکم محرم الحرام کو) آپ
کا انتقال ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی آپ رحمتیں نازل ہوں۔

[3]: حافظ ابو القاسم علی بن ابی محمد الحسن رحمہ اللہ المعروف ابن عساکر (ت 571ھ) لکھتے ہیں:

أَخْبَرَنَا أَبُو الْأَعَزِّ قَرَاتِكِينُ بْنُ الْأَسْعَدِ، أَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَوْهَرِيُّ، أَنَا أَبُو الْحَسَنِ بْنُ لُؤْلُو،
أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ شَهْرِيَّارٍ، أَنَا أَبُو حَفْصِ الْفَلَّاسُ: قَالَ وَاسْتَخْلَفَ أَبُو بَكْرٍ عُمَرَ فَمَلَكَ عُمَرُ
عَشَرَ سِنِينَ وَسِتَّةَ أَشْهُرٍ وَثَمَانِ لَيَالٍ طُعِنَ لَلْيَالِ بَقِيْنَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ فَمَكَثَ ثَلَاثَ لَيَالٍ ثُمَّ مَاتَ

[316] تاریخ الطبری: ذکر الخبر عن وفاة عمر

[317] کتاب اللحن: ج 1 ص 66

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَوْمَ السَّبْتِ لِعُزَّةِ الْمُحَرَّمِ سَنَةَ أَرْبَعٍ وَعِشْرِينَ. [318]

ترجمہ: ابو حفص الفلاس کہتے ہیں: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ دس سال، چھ ماہ اور آٹھ راتیں بطور خلیفہ کے رہے۔ ذی الحجہ کے چند دن باقی تھے کہ آپ پر حملہ ہوا اور اس کے بعد آپ تین دن تک زندہ رہے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ یکم محرم سن 24 ہجری بروز ہفتہ کو فوت ہوئے۔

[4]: مشہور مؤرخ ابو الحسن عزالدین علی بن محمد بن عبدالکریم الشیبانی رحمہ اللہ المعروف ابن الاثیر الجزری (ت 630ھ) فرماتے ہیں:

رَوَى أَبُو بَكْرٍ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّهُ قَالَ: طُعِنَ عُمَرُ يَوْمَ الْأَرْبَعَاءِ لِأَرْبَعِ لَيَالٍ بَقِيْنَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ، سَنَةَ ثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ، وَدُفِنَ يَوْمَ الْأَحَدِ صَبَاحَ هِلَالِ الْمُحَرَّمِ سَنَةَ أَرْبَعٍ وَعِشْرِينَ..... وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ مَا قِيلَ فِي عُمَرَ. [319]

ترجمہ: حضرت سعد سے روایت ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب زخمی کیا گیا تو وہ دن بدھ کا دن تھا، اور ماہ ذو الحجہ سن 23 ہجری ختم ہونے میں تین دن باقی تھے، اور آپ کی تدفین اتوار کی صبح ہوئی اور اس دن محرم کا پہلا دن تھا..... پہلا قول جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق کہا گیا ہے وہ زیادہ صحیح ہے (یعنی آپ کی تدفین یکم محرم کو ہوئی تھی)۔

[5]: حافظ عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن خطیب ابی حفص عمر بن کثیر دمشقی شافعی رحمہ اللہ (ت 774ھ) لکھتے ہیں:

قَالَ الْوَاقِدِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ: حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرٍ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: طُعِنَ عُمَرُ يَوْمَ الْأَرْبَعَاءِ لِأَرْبَعِ لَيَالٍ بَقِيْنَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ سَنَةَ ثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ، وَدُفِنَ يَوْمَ الْأَحَدِ صَبَاحَ هِلَالِ الْمُحَرَّمِ سَنَةَ أَرْبَعٍ وَعِشْرِينَ.

[318] تاریخ دمشق: ج 44 ص 478 تحت عمر بن الخطاب بن نفیل

[319] اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ: ج 4 ص 166

وَقَطَعَنَهُ صَبِيحَةَ الْأَرْبَعَاءِ لِأَرْبَعِ بَقِيْنَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ..... وَمَاتَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بَعْدَ ثَلَاثٍ،
وَدُفِنَ فِي يَوْمِ الْأَحَدِ مُسْتَهْلًا مُحَرَّمٍ مِنْ سَنَةِ أَرْبَعٍ وَعِشْرِينَ. [320]

ترجمہ: واقدی کا بیان ہے کہ حضرت سعد سے روایت ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر بدھ کے روز حملہ ہوا جب کہ 23 ہجری کے ذی الحجہ کی چار راتیں باقی تھیں۔ آپ کی تدفین یکم محرم الحرام سن 24 ہجری بروز اتوار بوقت صبح ہوئی۔

بدھ کے دن 27 ذی الحجہ 23ھ کو آپ رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے تھے۔ اس کے تین بعد آپ فوت ہوئے۔ یکم محرم سنہ 24ھ کو ہفتہ کے دن آپ مدفون ہوئے۔

فائدہ: ابن کثیر رحمہ اللہ کے مطابق آپ کی وفات یکم محرم کو بنتی ہے۔ اس لیے کہ 27 ذی الحجہ 23ھ کو آپ رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے تھے۔ اور اس کے تین دن بعد آپ فوت ہوئے تو اگر مہینہ 29 کا ہو تو لامحالہ تاریخ وفات یکم محرم ہی بنتی ہے۔

جواب نمبر 2:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تدفین یکم محرم الحرام کو ہوئی ہے۔ عموماً تاریخ تدفین کو یوم وفات سے تعبیر کر دیا جاتا ہے۔ چونکہ آپ رضی اللہ عنہ کی تدفین اکثر روایات کے مطابق یکم محرم الحرام کو عمل میں لائی گئی ہے تو اس اعتبار سے بھی آپ کا یوم شہادت یکم محرم الحرام ہی متعین ہوتا ہے۔ ذیل میں اس پر مؤرخین کی تصریحات پیش کی جاتی ہیں:

[1]: امام ابو عبد اللہ محمد ابن سعد ابن منیع البصری رحمہ اللہ (ت 430ھ) لکھتے ہیں:

قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: طُعِنَ عُمَرُ يَوْمَ الْأَرْبَعَاءِ لِأَرْبَعِ لَيَالٍ بَقِيْنَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ سَنَةَ ثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ، وَدُفِنَ يَوْمَ الْأَحَدِ صَبَاحَ هَلَالٍ

الْمُحَرَّمِ سَنَةِ أَرْبَعٍ وَعِشْرِينَ. [321]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب زخمی کیا گیا تو وہ دن بدھ کا دن تھا، اور ماہ ذوالحجہ سن 23 ہجری ختم ہونے میں تین دن باقی تھے، اور آپ کی تدفین اتوار کی صبح ہوئی اور اس دن محرم کا پہلا دن تھا اور سن 24 ہجری تھا۔

[2]: علامہ جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی الشافعی رحمہ اللہ (ت 911ھ) لکھتے ہیں:

أُصِيبَ عُمَرُ يَوْمَ الْأَرْبَعَاءِ لِأَرْبَعِ لَيَالٍ بَقِيْنَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ وَدُفِنَ يَوْمَ الْأَحَدِ مَسْتَهْلًا الْمَحَرَّمِ الْحَرَامِ وَلَهُ ثَلَاثٌ وَسِتُّونَ سَنَةً. [322]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ بدھ کے دن جب ذی الحجہ کے ختم ہونے میں چار راتیں باقی تھیں سن 23 ہجری کو شہید ہوئے اور ہفتہ کے دن یکم محرم الحرام کو دفن کئے گئے۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک 63 سال تھی۔

[3]: شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ (ت 1413ھ) لکھتے ہیں:

"26 ذی الحجہ 23 ہجری بروز چہار شنبہ مطابق 31 اکتوبر 644ء کو نماز فجر میں ابو لؤلؤ مجوسی کے خنجر سے زخمی ہوئے، تین راتیں زخمی حالت پر زندہ رہے، 29 ذی الحجہ 3 نومبر کو وصال ہوا، یکم محرم 24 ہجری کو روضہ اطہر میں آسودہ خاک ہوئے، حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔" [323]

جواب نمبر 3:

اس جواب سے پہلے بطور تمہید کے سمجھ لیں:

چونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تاریخ شہادت میں مختلف اقوال ملتے ہیں (جیسا کہ اعتراض میں امام طبری رحمہ اللہ کی عبارت پیش کی گئی ہے یا دیگر مؤرخین کی عبارت پیش کی جاتی ہیں) تو یاد رکھیں کسی جلیل القدر شخصیت کی تاریخ ولادت یا تاریخ وفات میں اختلاف ہونا کوئی قابلِ تعجب یا قابلِ اعتراض نہیں ہے اور نہ ہی اس تاریخ ولادت

[321] طبقات ابن سعد: رقم الروایة: 4159، ذکر اختلاف عمر

[322] تاریخ الخلفاء: باب مقتله ووصيته

[323] آپ کے مسائل اور ان کا حل: ج 1 ص 151

یا تاریخ وفات میں اختلاف کی وجہ سے اس شخصیت کے مقام و مرتبہ پر کسی قسم کا اثر پڑتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت میں بھی تو اختلاف پایا جاتا ہے۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تاریخ شہادت میں بھی مختلف اقوال ملتے ہیں تو یہ بھی قابل اشکال نہیں ہے۔

اب جواب سمجھیں؛

تین امور زیر بحث ہیں:

[1]: قاتلانہ حملہ (یہ متعین ہے کہ ذی الحجہ کی آخری تاریخوں میں ہوا)

[2]: یوم شہادت اس میں روایات دو طرح کی ہیں:

(اکثر رائج) روایات کے مطابق یکم محرم الحرام اور بعض روایات کے مطابق ذی الحجہ کی آخری تاریخوں میں ہوئی)

[3]: یوم تدفین (اکثر روایات کے مطابق یکم محرم الحرام کو ہوئی)

پہلی اور آخری (تیسری) بات تو متعین ہو گئی ہے۔ اب رہ جاتی ہے دوسری بات یعنی آپ رضی اللہ عنہ کی

شہادت۔ چونکہ اس میں روایات دو طرح کی ہیں:

1: ماہ ذی الحجہ کے اخیر کی

2: یکم محرم الحرام کی۔

تو ان سب روایات میں تطبیق ممکن ہے۔ وہ اس طرح کہ جن مؤرخین نے ذی الحجہ کے آخری ایام کا تذکرہ

کیا ہے وہ اس اعتبار سے ہے کہ زخم چونکہ جان لیوا تھا جس سے بچنے کی بظاہر کوئی امید نہ تھی تو انہوں نے اسی حملے کے دن

کو ہی یوم وفات سے تعبیر کر دیا (حالانکہ بالاتفاق اسی دن آپ کی شہادت نہیں ہوئی تھی بلکہ وہ چند روز بعد ہوئی تھی)،

اور جن مؤرخین نے تدفین کا اعتبار کیا تو انہوں نے یکم محرم الحرام قرار دیا (جس دن تدفین ہو بسا اوقات اس دن کو

یوم وفات کہ دیا جاتا ہے)۔ واللہ اعلم